جواہرِ سخن

یعنی اُردو شعرا کے کلام کا انتخاب

جسے

مولوی محمد مبین کیفیؔ، چریاکوٹی نے مرتب کیا

پہلی جلد: پہلا دور

پہلا اور دوسرا حصہ

۱۹۳۳

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الٰہ آباد

فہرست

خصوصیات دور اول

حصہ اول

شعرائے دکن

Published by
The Hindustani Academy, (U. P.)
ALLAHABAD

First Edition

Price ... Rs 20 00

Printed by
S. S. Srivastava at the K. P. Press,
ALLAHABAD

نمبر شمار	مضمون	صفحه

سوال و جواب بهرام و گل‌اندام

نمونه پهول بن

انتخاب

حصۂ اول

دور اول

حصۂ دوم

شعرائے دہلی

نمبر شمار			نام شعرا
۲۰	..	..	مومن
۲۱	..	..	ذوقی
۲۲	..	..	مجرمی
۲۳	..	..	نتهر اولیا
۲۴	..	..	ولي دکهني
۲۵	..	..	مقصود
۲۶	..	..	صهبائي
۲۷	..	..	احمد
۲۸	..	..	آگاه
۲۹	..	..	وجدی
۳۰	..	..	خاکی
۳۱	..	..	آزاد
۳۲	..	..	ولی
۳۳	..	..	داود
۳۴	..	..	عزلت
۳۵	..	..	سراج
۳۶	..	...	صارم
۳۷	..	..	شهدا
۳۸	..	..	واقف
۳۹	..	..	عزیز
۴۰	...	..	عاشق
۴۱	..	..	مهدي
۴۲	...	..	مرزا

اسماے شعرا

نمبر شمار	نام شعرا
۱	وجہی
۲	محمد قلی قطب شاہ
۳	سلطان محمد قطب شاہ
۴	عبداللہ قطب شاہ
۵	ملا غواصی
۶	ملا قطبی
۷	جنیدی
۸	طبعی
۹	ابن نشاطی
۱۰	نوری
۱۱	فائز
۱۲	شاہی
۱۳	مرزا
۱۴	نصرتی
۱۵	ہاشمی
۱۶	عاجز
۱۷	پنچھی
۱۸	بحری
۱۹	امین

نمبر شمار			نام شعرا
۶۶	...	...	ضیا
۶۷	...	...	احسن
۶۸	...	...	عشق
۶۹	...	...	قدرت
۷۰	...	...	مائل
۷۱	...	...	حزیں
۷۲	...	...	لطف
۷۳	...	...	رنگیں
۷۴	...	...	نثار
۷۵	...	...	حسرت
۷۶	...	...	قسمت
۷۷	..	...	مضمون
۷۸	...	...	وفا
۷۹	...	...	راقم
۸۰	...	...	فیض
۸۱	...	...	خاموش
۸۲	...	...	امین
۸۳	...	...	حسن
۸۴	...	...	گرفتار
۸۵	...	...	عظیم
۸۶	...	...	بقا

نمبر شمار	نام شعرا
۴۳	مہدی
۴۴	ضیا
۴۵	فضلی
۴۶	منورالدولہ
۴۷	شفیق
۴۸	آرزو
۴۹	بہار
۵۰	آصف
۵۱	آبرو
۵۲	مضمون
۵۳	ناجی
۵۴	یکرنگ
۵۵	کلیم
۵۶	واقف
۵۷	حاتم
۵۸	امانی
۵۹	فغاں
۶۰	مظہر
۶۱	حسرت
۶۲	یقین
۶۳	بیان
۶۴	تاباں
۶۵	شاکر

تعارف

چھ سال کي مسلسل کوششوں کے بعد اکیڈیمی "جواھر سخن"
کي پھلي جلد پبلک کے روبرو پیش کرتي ھے ' اکیڈیمی کي
مجلس انتظامیہ نے سنہ ۱۹۲۷ع میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ اردو
کے سربر آوردہ سخنوروں کے کلام کا انتخاب شائع کیا جائے '
ضرورت یہ تھی کہ ایک ایسا جامع انتخاب مرتب ھو جس
میں نہ صرف غزلوں کا انتخاب ھو بلکہ وہ ھر صنف سخن پر
حاوي ھو ' اس میں تاریخي اصول بھي مد نظر رھے تاکہ شعر
اور اس کے زمانے کا تعلق عیاں ھو جاے اور زبان کی تدریجی
ترقی کی منزلیں نگاہ کے سامنے آ جائیں - اس انتخاب میں
اس امر کا بھی لحاظ رکھا جاے کہ نہ تو اتنا مختصر ھو کہ
شاعر کي خصوصیات اور اس کے شاھکاروں کی پوري طرح نمایندگی
نہ ھوسکے ' نہ اتنا بسیط ھو کہ اس میں کل رطب و یابس
شامل ھو جائیں ' چنانچہ یہ انتخاب انھیں اصولوں کے تحت
میں تیار ھوا ھے ' اس کے علاوہ اس میں شعرا کے انتخاب کے
معاملے میں بھي احتیاط برتي گئي ھے ' جہاں تک ممکن ھوا

کہ اس کی طرف سے جو انتخاب نکلے اس میں یہ کوشش کی جائے کہ جہاں تک ممکن ہو ایسا ہر دلعزیز مجموعہ مرتب ہو جس سے مختلف‌الطبائع ناظرین لطف اندوز اور محظوظ ہو سکیں ' اس لیے مجلس انتظامیہ نے ایک کمیٹی انتخاب پر نظر ثانی کی غرض سے مقرر ' یہ کمیٹی چھ ارکان پر مشتمل تھی ' ہر رکن کے سپرد ایک ایک جلد ہوئی مثلاً جناب مولانا سید محمد سلیمان صاحب ندوی نے پہلی - جناب مولانا سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم - اے ریڈر لکھنؤ یونیورسٹی نے دوسری جلد - جناب نواب جعفر علی خاں صاحب اثر بی - اے نے تیسری - جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی ایم - اے پی ایچ ڈی پروفیسر عربی و فارسی الہ‌آباد یونیورسٹی نے چوتھی - جناب مولانا نعیم‌الرحمان صاحب ایم - اے لکچرر فارسی ' الہ‌آباد یونیورسٹی نے پانچویں اور مرزا محمد عسکری صاحب بی - اے نے چھٹویں جلد کی تصحیح اور اس پر نظر ثانی کی - کمیٹی نے بہ حیثیت مجموعی ایک دستورالعمل بنایا جس کے تحت ہر ممبر یا رکن نے نظر ثانی کی - اس طرح اصل کتاب کی چھ جلدیں تیار ہوئیں اور انتخاب کی چھان بین ہوئی ' ان جلدوں کے علاوہ ایک جلد بسیط مقدمہ پر شامل ہے جس میں تمام اصناف سخن پر بحث کی گئی ہے -

دکنی شعرا کے کلام کے انتخاب میں جو غیر معمولی دقتیں پیش آئیں ان میں سب سے زیادہ یہ ہے کہ ان کے کلام کے جتنے انتخاب اب تک شائع ہوئے ہیں ان میں بیشتر ایسے ہیں جن میں دکنی الفاظ کے صحت اور سقم کی چنداں پروا

ہے ہر ایسا شاعر جس کو صاحب طرز کہہ سکتے ہیں اس میں
شامل کیا گیا ہے -

اردو شاعری کے ابتدا سے آج تک متعدد دور قائم کئے گئے
ہیں ، ہر دور ایک خاص زمانے تک محدود ہے ' جو شاعر اس
زمانے میں ہوے ' یا جو کلام حیطۂ تحریر میں آئے ' تاریخ
کی تہود کے مطابق اس دور کے تحت میں جمع کر دئے گئے :
آخری دور کے متعلق یہ تحریر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے
کہ جو شعرا بہ قید حیات ہیں ان کو اس انتخاب میں جگہہ
نہیں دی گئی کیونکہ ان کے کارناموں کے متعلق خامہ فرسائی
قبل از وقت معلوم ہوتی ہے -

انتخاب سخن کے علاوہ ' شاعروں کے حالات اختصار کے ساتھہ
درج کئے گئے ہیں اور ہر شاعر کے کلام پر بہت مختصر نقد و
تبصرہ بھی کر دیا گیا ہے - ہر جلد میں انتخاب سے پہلے
خلاصہ دور کی صورت میں ' دور کی شعری خصوصیات پر روشنی
ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے ' مقصد یہ ہے کہ ناظرین کو
" جواہر سخن " کے ذریعہ سے اردو شاعری سے مجملاً واقفیت اور
اردو کے ان کارناموں سے تعارف ہو جاے جن پر اردو ادب کی
عظمت کا انحصار ہے -

اکیڈیمی کی مجلس انتظامیہ نے یہ کام مولوی محمد مبین
کیفی چریا کوٹی اردو اسکالر کے سپرد کیا انہوں نے اردو کے
کثیر دواوین ' کلیات ' انتخابات ' تذکرے اور سوانح سامنے رکھہ کر
یہ انتخاب تیار کیا ' چونکہ شعر کا انتخاب زیادہ تر ذاتی
رجحانات کے زیر اثر ہوتا ہے لیکن اکیڈیمی کو یہ منظور تھا

تمہید

اُردو زبان کی ابتدا کس زمانے میں ہوئی؟ ایسا سوال ہے جس کا جواب تحقیقات کا محتاج ہے -

اس میں شبہ نہیں کہ غزنوی حملہ‌آوروں کے وقت سے فارسی بولنےوالے ترک خراسانی اور وسط ایشیا کے رہنےوالوں اور شمالی مغربی ہند کے آریائی زبانیں بولنےوالے باشندوں میں ربط ضبط پیدا ہوا -

جب محمود نے پنجاب پر قبضہ کیا ' اور اس کے جانشینوں نے لاہور کو اپنا پایۂتخت بنایا تو معاشرتی اور مذہبی ضروریات کے سلسلے میں وہ زبانیں بننے لگیں جن میں پنجابی اور ہندی ترکیبوں کے ساتھ فارسی اور عربی تصرفات پائے جاتے ہیں -

غزنوی حکمران ابتدا ہی سے ہندوؤں کے ساتھ میل‌جول رکھتے تھے ' محمود اور مسعود کی فوجوں میں ہندو سپاہی اور افسر ملازم تھے ' غالباً انہیں تعلقات کی وجہ سے درباری اور فوجی زبانوں میں تغیر کی ابتدا ہوئی - مشائخ اور صوفیہ ان حملہ‌آوروں سے پہلے ہی یہاں آکر بس چکے تھے ' اور مذہبی تعلیم اور تلقین میں مشغول ہو چکے تھے ' قیاس کہتا ہے کہ ان کو اور ان کی طرح علما کو بھی یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسی زبان میں ہندوستانی باشندوں سے بات چیت کریں جس

نہیں کی گئی ہے، اس لیے ان سے نقل اور اخذ کے سلسلے میں اہتمام صحت میں بہت دشواریاں پیش آتیں، اگر جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی ایم۔اے، پی ایچ ڈی پروفیسر عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی کی اعانت شامل نہ ہوتی۔

تارا چند

جنرل سکریٹری

۲۳ اگست سنہ ۱۹۳۳ء

نوسپهر میں خود لکھتے ھیں کہ مجھے سنسکرت زبان کا علم تھا ۔ اوحدی کے قول کے مطابق برج بھاشا میں ان کے کئی ضخیم دیوان تھے ۔

چودھویں صدي میں گجرات اور دکن ' سلطنت دھلي کے زیر اثر آگئے اور ملک کے ان حصوں میں شاھي فوجیں انتظام کے سلسلے میں سکونت‌پذیر ھوئیں ' ان کے ساتھہ ساتھہ اصحاب علم اور ارباب دین و مذھب بھي یہاں پہونچ گئے ' یہ لوگ زیادہ تر پنجاب اور دھلي سے گجرات اور دکن میں وارد ھوئے اور یہاں کے باشندوں سے میل‌جول پیدا کیا ' اس وجہ سے ان کي بولي بازاروں اور خانقاھوں کي زبان بن گئی ۔ چودھویں صدي کے اختتام سے پہلے دھلي کی سلطنت کا شیرازہ درھم برھم ھو گیا لیکن گجرات اور دکن کي سلطنتیں قائم رھیں ' یہاں علم اور ادب کا چرچا بڑھتا گیا ' دکن نے اِس میں سبقت اور فضیلت حاصل کي ' بہمني سلطنت کے زیرسایہ ' بادشاھوں کي سرپرستي اور فقیروں کے فیض سے اس نئي زبان نے ادبي حیثیت حاصل کر لي ' کسي نے اس زبان کو گجراتي کسي نے دکني کے نام سے پکارا ' اِسي زبان میں نظم‌نویسي اور نثرنگاری کا آغاز ھوا ' نثر ان لوگوں کے پیش نظر تھي جو عوام کو دیني مسائل سمجھانا چاھتے تھے ' اغلب ھے کہ نظم کي ابتدا کا سبب بھي اسی حلقہ کي یہی ضرورتیں رھي ھونگي ۔

نثر کا انحصار عقلي کارروائیوں پر ھے ' نظم کا تعلق ھمارے فطري جذبات سے ھے ۔ انسان فطرتاً حسن و جمال کا شیفتہ ھے توازن اور موسیقیت اس کي طبیعت اور اس کی سرشت میں

کو وہ سمجھہ سکیں ' کاروبار اور معاملت نے اس تحریک کو اور قوت پہونچا دی ' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان ابراھیم کے زمانے میں مسعود سعد سلمان اور ابو عبدؔاللہ الدعتی جو فارسی کے شاعر تھے ھندی میں شعر کہنے لگے - کہا جاتا ہے کہ اس زبان میں ان کے دیوان بھی مرتب ہوے ' گو ان کے کلام کا نمونہ نایاب ہے ' یہ امر متحقق معلوم ہوتا ہے کہ بارھویں صدی عیسوی میں اس نئی زبان ھندی میں شاعری کی ابتدا ہوئی -

تیرھویں صدی میں ترکوں کا تسلط شمالی ھندوستان پر ہوا اور دھلی پایہ‌تخت قرار پایا ' اس دور میں مشاھیر علم و ادب مشائخ اور صوفیہ ھندوستان میں چاروں طرف پھیل گئے ' ھندوستانیوں اور پردیسیوں میں گہرے تعلقات قائم ہو گئے ' دونوں ایک دوسرے کے خیالات سے متاثر ہوے اور اس طرح معاشرت اور زبان میں روز بروز تبدیلیاں ہونے لگیں -

انقلاب کے ان نئے مظاھروں کی دلچسپ تاریخ ابھی ھماری آنکھوں سے اوجھل سی ہے ' لیکن اس دھندھلکے میں ایک ھستی بہت نمایاں اور روشن ہے وہ ھستی حضرت امیر خسرو دھلوی کی ہے ' امیر خسرو ۱۲۵۴ع میں پیدا ہوئے اور علائی زمانے میں اپنے غیر معمولی ادبی کارناموں کی وجہ سے مشہور ہوئے ان کے نام کی طرف ھندی کی بہت سی پہیلیاں کہہ مکرنیاں اور نظمیں منسوب ھیں اگرچہ اس قول کی تصدیق کسی مستند ذریعہ سے قطعی نہیں ہوتی لیکن قیاس اور بعض روایتیں کہتی ھیں کہ انہوں نے ھندی میں طبع‌آزمائی ضرور کی - ان کی قابلیت کا جامع ہونا اور زبانوں پر قدرت اس دعوے کے شواھد ہو سکتے ھیں -

نظموں کو هاتهوں هاتهه لیا ، اس کی شاعری کو پسندیدگی کی
نظر سے دیکھا بلکه بقول بعض ، انھیں نظموں کی وجه سے فارسی
کو چھوڑکر اِن لوگوں نے بول چال کی زبان کو شاعری کا ذریعه
بنایا - جب ادب کے نکھار سے دهلی کی زبان سنورنی شروع هوئی
تو قدرتی طور پر بول چال کی زبان مین تبدیلی شروع هوئی
وہ الفاظ ، جن میں هندی کے خاص حروف شامل تھے اور فارسی
لفظوں میں استعمال نہیں هوتے تھے ، جن کو فارسی‌داں اپنی
زبان سے بآسانی ادا نه کرسکتے تھے ادب سے خارج هونے لگے ، اس
کے علاوہ ، وہ الفاظ بھی جو عوام کی زبانوں پر چڑھے هوئے تھے اور
خواص ان کو بازاری قرار دیتے تھے ، متروک هونے لگے ، اِس طرح
کٹ چھٹ کر دهلی کی ٹکسالی اردو زبان تیار هوئی ، اور اُس
کی گود میں اردو ادب کی پرورش هونے لگی - محمد شاہ کے عهد
سے اس کی مستقل تاریخ شروع هوتی هے ، تقریباً دو سو برس کے
اندر یهه زبان ترقی کے ابتدائی مدارج طے کرتی هوئی آج اس
درجه پر پهونچی هے که اعلی سے اعلی تعلیم کا ذریعه قرار پائی -

اِس زبان میں علوم و فنون کی کتابوں کا آئے دن اِضافه هو رها
هے اور اس کا خزانه هر صنف کے کارناموں سے روز بروز مالامال
هوتا جاتا هے -

وہ زمانه آگیا هے که ادبی ضروریات کا مطالبه هو که اردو کے
شعبۂ نظم کا ایک ایسا مجموعه تیار کیا جائے جس سے اس کی
تدریجی ترقی کا حال ظاهر هو ، اور جس کے ذریعه سے هر دور
کے شاهکار ایک ساتهه شائقین اُردو کے سامنے پیش کئے جا سکیں -
یهه انتخاب جس کا نام "جواهر سخن" هے اِن ضرورتوں کو پورا

داخل ھیں - وہ لکھنا پڑھنا پیچھے سیکھتا ہے اور گانا پہلے ' اسي لئے اردو زبان کیا بلکہ ھر زبان کي تاریخ نظم سے شروع ھوتي ہے -

پندرھویں اور سولھویں صدي میں دکن کے اندر جو زبان ادبي تالیفات اور تصنیفات کا ذریعہ بني اس کو اردو کہنا نامناسب نہ ھوگا گو اس کو زمانہ حال کی اردو سے زیادہ مشابہت نہ ھو - اس زبان کي ساخت موجودہ اردو کي طرح آریائي ہے لیکن اس میں ھندي کا عنصر بہت زیادہ ہے اور غیر ملک کا کم ' دکني نظم کا سرمایہ یہی ملکي زبان تھي لیکن جن سانچوں میں نظم تھلي ہے وہ فارس کے تھے -

فارسي اوزان ' فارسي بحریں ' فارسي عروض ' اور فارسی اصناف سخن نظم کی تشکیل کا ذریعہ بنیں اسي وجہ سے ھندی اور دوسرے ھندوستاني ادبیات سے اردو شاعری میں بین فرق پیدا ھو گیا - دکن کے شاعروں نے اس زبان میں مثنویاں ' قصیدے غزلیں ' مرثیے کہے اور اس طرح شاعري کو اوج کمال پر پہونچا دیا ' ان متقدمین کي شاعری آورد اور تصنع سے پاک ' سادگی اور بے تکلفي کي بے ساختہ تصویر ہے -

اٹھارھویں صدي کے اوائل میں ولی اورنگ‌آبادي دکن سے دھلي آیا - اس وقت دولت مغلیہ کي شوکت اور دبدبے کا آفتاب نصف‌النہار سے ڈھل چکا تھا ' لیکن دھلي کا دربار ابھي ان امیروں اور رئیسوں کا مرکز تھا جو زیادہ‌تر ایرانی ' تورانی نژاد تھے ' جن کي مادری زبان فارسي تھي ' دربار کے لواحقین اور شہر کے اھل علم فارسیت میں ڈوبے ھوے تھے ' ان لوگوں نے ولي کا خیر مقدم کیا اور اس کي

خصوصیات

دور اول

حصہ اول

(شعرائے دکن)

اس دور میں قریب قریب تمام اصناف سخن موجود ھیں ' مسلسل نظمیں ' اخلاقي اشعار ' مناظر قدرت ' مستقل عنوانوں کے تحت میں مستقل نظمیں بھي ھیں -

ریختي کي ابتدا بھی اسي دور میں ھوئي ' مذاقیہ نظمیں جعفر زٹلی نے لکھیں ' لیکن ان پر بیان کی سادگي ' ایر پھیر سے اجتناب غالب ھے ؟ جو مضمون بیان کیا جاتا ھے بیساختگي سے ' جابجا تناسب لفظي بھي ھے لیکن اس کي صورت اتني ناگوار نہیں کہ اس کے احساس اور ادراک سے نفرت پیدا ھو یا سلسلۂ بیان سے کوئي شے الگ تھلگ معلوم ھو -

دکني شاعري کي لفظي خصوصیات میں یہ امر نمایاں ھے کہ اس نے اپنے فاتحوں کا اثر قبول نہیں کیا ' اس سے جہانتک ھو سکا اپنی ھي زبان کا آئینہ بنی رھي اگرچہ اس تعصب اور سختگیري نے اس کو محدود دائرے سے آگے بڑھنے نہیں دیا ' جہاں سے اس میں وسعت شروع ھوئي ھے وھیں سے فارسي زبان کا اثر معلوم ھوتا ھے -

کرنے کی غرض سے تیار کیا گیا ہے ۔ مکمل انتخاب چھہ جلدوں اور چھہ دوروں میں ختم ہوا ہے - پہلی جلد اور پہلے دور کے دو حصے ہیں - پہلے حصے میں شعرائے دکن کے کلام کا نمونہ اور ان کے مختصر حالات ہیں ' دوسرے حصے میں شعراے دہلی کے کلام کا نمونہ اور ان کے مختصر حالات اور خصوصیات درج ہیں ۔

تھا ' اس لئے شاعری کا اس رنگ سے متاثر ہونا ضروری تھا - چنانچہ اس دور کی شاعری میں جو چیز بقدر مشترک موجود ہے وہ مختلف رنگوں اور اصناف میں خدا پرستی ' مذہبی رنگ کا غلو ' تصوف ' تعلیم اخلاق ' وغیرہ کا نمایاں ہونا ہے ' عشق مجازی کی جگہ ' عشق حقیقی کے جذبات جلوہ‌گر ہیں -

چونکہ تصوف کا شمار آل رسول کے ساتھہ محبت اور عقیدت بھی ہے اور ساتھہ ہی بیجاپور و دکن میں جو اسلامی سلطنتیں اس وقت قائم تھیں ' ان کے فرمانروا اکثر شیعہ تھے ' اس لئے اس دور میں مراثی کی فراوانی کے ذریعہ سے حضرت علی اور حسنین علیہم‌السلام کے ساتھہ جوش عقیدت اور ان کے دشمنوں کے ساتھہ نفرت اس دور کا نمایاں رنگ ہے -

توحید و رسالت ' محاورات و مصطلحات تصوف ' جام ' ساغر ' ساقی میخانہ ' میکشی ' شراب عرفان کے مضامین اکثر مسلسل نظموں اور غزلوں کا موضوع خصوصی ہیں - شعراے دکن نے ان تمام خیالات اور مصطلحات سے اپنی شاعری کو متاثر کیا ہے -

ہندی زبان کا اثر

دکنی زبان اور بالخصوص دکنی شاعری جو اس دور میں نمونہ پیش کرتی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندی کا اثر دکنی اردو پر پہلے ہی سے وسیع حد میں موجود تھا ' بیک نظر معلوم ہوتا ہے کہ ہندی زبان کے خصوصیات لفظی و معنوی ' ترکیب ' طرز ادا ' جذبات ' تخیل ' تشبیہ و استعارے سب کچھہ دکنی شاعری میں موجود ہیں -

مصنف گل رعنا نے اُردو پر فارسي اثرات کے متعلق یہ الفاظ لکھے ھیں :-

"چونکہ اُردو شاعري کي ابتدا فارسي کي انتہا سے جا ملي ھے لہذا بہت سے خیالات جو خاص ملک فارس سے علاقہ رکھتے ھیں اس میں خودبخود آگئے ' ان خیالوں نے اُردو شاعری کو سنگلاخ بنا دیا ۔"

ایک طرف اگر یہ تسلیم کر لیا جاے کہ فارسی خیالات کے تتبع نے اُردو کو سنگلاخ بناکر اُس کی اصلي بہار کھو دي یعني جو بات اُس کو ھندوستان کي محسوس اور مرئي اشیا کو پیش نظر رکھنے سے حاصل ھوتي وہ فارس کي غیرمرئي ' اور غیر محسوس اشیا کے پیش نظر رکھنے سے حاصل نہیں ھوئي ' وھیں یہ بھي ماننا پڑیگا کہ فارسي کي طرز ادا اور انداز بیان کي تقلید نے اُردو شاعری کو بہت کچھہ آگے بھی بڑھا دیا ' لیکن باوجود اس کے اس دور کا یہ امتیاز نمایاں ھے کہ اس نے فارسي کا اثر بہت کم قبول کیا ھے ' جو کچھہ ھے وہ براے نام ھے اور اس کا پیوند نمایاں معلوم ھوتا ھے ۔

یہ بیان ظاھری اور لفظي گلکاریوں کے متعلق تھا ' اس کے علاوہ معنوي خصوصیات اور اثرات نے بھي شاعري کو متاثر کیا ھے ۔

اس کي وجہ یہ ھے کہ دکن جس طرح اس وقت ادبی ذوق کا مرکز تھا ' اُسي طرح فقرا کے تبلیغ و اشاعت کے اثر سے بھی مالامال تھا ۔

بہاءالدین باجن ' شاہ علي گام ' شیخ خوب محمد ' امین‌الدین گنج علم ' خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے ایسے بزرگوں کي تبلیغ و اشاعت اور تصوف کا نغمہ تمام دکن میں گونج رہا

جب سے یہ آنکھیں لگیں (محبت ہوئی) ۔ آنکھ لگنے کے دو معنے ہیں ۔

دکنی شاعری میں اس کا چربہ بھی اتارا گیا ہے ' ولی کے کلام میں جا بجا اس کی مثال ملےگی مثلاً اس کا ایک شعر اس طرح ہے :-

کہا سہم ہے آفات قیامت سمی اس کوں
کھایا جو گئی تیر بھوہ ابرو کی کماں کا

" سہم " کے معنے ڈر اور تیر دونوں کے ہیں ' یہاں یہ لفظ دونوں معنے ادا کر رہا ہے ۔

ہندی میں عشق کا اظہار عورت کی زبان سے ہوتا ہے ' دکنی اردوے قدیم میں اس کا نمونہ بھی ہے مثلاً ہاشمی کاشعر ہے :-

سجن آویں تو پردے کے نکل کر بھار بیٹھونگی
بہانہ کر کے موتین کا پروتی ہار بیٹھونگی

فارسی زبان کا اثر

یہ عجیب بات ہے کہ دکنی زبان جس قدر آگے بڑھتی گئی ہے اس پر فارسی خیالات ' جذبات ' طرز ادا ' ترکیب ' تشبیہیں اور استعارے قابو پاتے گئے ہیں ' چنانچہ ولی کی شاعری کے بعض حصے دکنی سے بالکل علیحدہ معلوم ہوتے ہیں ۔

گل و بلبل ' سرو ' قمری ' شمع و پروانہ ' تغزل کے اجزا بن گئے اور یہ چیزیں بیشتر اظہار عشق کا ذریعہ بن گئیں ' اس کی وجہ یہ ہے کہ فارسی کی شاعری تغزل سے زیادہ تصوف لیکر آئی اور اس کو فضا نے قبول کر لیا ۔

ترکیب اور تشبیہ کی مثال ایک ساتھ یہ ہے :-

یوں سہلی ہت راکھی ہے آپ کمر
سورج چاند نمن جھمکے دوزر کمر

شعر کی ترکیب ہندی ہے ' ہندی میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان کا لفظ اضافت (کا ' کی ' کے) محذوف ہوتا ہے ' مثلاً '' نیدن نیر '' آنکھوں کے آنسو ' کبھی آنکھوں میں آنسو کے معنی میں بھی آتا ہے - یہ صورت دکنی شاعری میں کثرت سے ہے -

تشبیہ بھی چاند سورج سے اکثر دی جاتی ہے ' تخئیل اور طرز ادا بھی اس شعر کی ہندی ہے -

ہندی شاعری کی یہ خصوصیت اُردو کے لئے قابل رشک ہے کہ اس میں اظہار جذبات اکثر سادہ انداز میں کیا جاتا ہے ' یہی وجہ ہے کہ اس کی دلنشینی میں شبہہ نہیں رہتا ' دکنی اردو شعرا نے اس رنگ کو بھی اُڑایا ہے ' ہندی شعرا مشکل اور ناآشنا الفاظ استعمال کرنے سے پرہیز کرتے ہیں ' دکنی شعرا نے اپنی شاعری میں اس کو بھی پیش نظر رکھا ہے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ دکنی اردو شاعری میں جہاں تک اس کا اہتمام ہے شاعری دلچسپ اور اثرانداز ہو گئی ہے -

ہندی میں لفظ ذو معنیین کا استعمال بھی جائز ہے ' مثلاً :-

کنور پیا انکھیو نیدن لاگی
جب سے لگے یہ نیہن

'' پیارے کنور! میری آنکھ نہیں لگی (نیند نہیں آئی)

تھا ' اس کے اشعار میں نسبتاً روانی زیادہ ہے - اس کی غزلیں ' مثنویاں ' نظمیں ' خاص رنگ رکھتی ھیں ' علی نامہ اس کا مشہور کارنامہ ہے ' گلشن عشق اور گلدستہ عشق بھی اسی کی تصنیفوں میں سے مشہور ھیں - وجہی کی مثنوی قطب مشتری مشہور ہے ' اس کی رباعیاں بھی خاص درجہ رکھتی ھیں -

غواصی کی ھجو ' بدصورت شہزادی کے علوان سے قابل ذکر ہے ' اس نے ملا ضیاءالدین نخشبی کے طوطی نامہ کا اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے -

قطبی کے مضامین پند و نصائح نظم میں پر اثر جذبات کا مرقع ھیں -

نشاطی کی مثنوی پھول بن اس دور کی مشہور مثنویوں میں سے ہے - اس کی زبان سادہ اور طرز بیان دلکش ہے -

جعفر زٹلی کا تمسخر اور مذاق اس دور کا خاص انداز ہے -

ھاشمی کی ریختی اولیت کے اعتبار سے قابل ذکر ہے -

قاضی محمود بحری نے اپنی نظموں میں رموز تصوف بیان کئے ھیں - ان کی مثنوی " من لگن " مشہور ہے -

ھاشم علی نے بہتر مرثیے لکھے -

ولی اس دور کا سب سے بڑا اور مستند شاعر ہے جس نے حقیقتاً اردو شاعری کی بنیاد رکھی -

خسرو، حافظ، سعدي، جامی، مولانائے روم، صوفی بھي تھے اور شاعر بھي، اس لئے ان کا رنگ غالب رہا، دکن کے صوفیوں نے اس کے لئے زمین پہلے ھي طیار کرلی تھي اس لئے یہ شاعري یہاں آکر پھولی پھلي ۔

دکنی شاعري کي ابتدا میں عروض، بحر و وزن کي بھي شدید پابندي معلوم نہیں ھوتي، لیکن فطرت سلیم حتي‌الوسع اس راہ سے بھٹکتي ھوئي کم دکھائي دیتي ھے ۔ اس کي وجہ یھي ھے کہ دکني شاعري میں اکثر ھندي بحریں رائج تھیں، فارسي کے تدریجي اثر نے اپني مروجہ بحریں پیش کرا دیں، اس لئے حتي‌الوسع پابندي کے ساتھہ وھی رائج ھو گئیں، پہلے کھینچ تان، تخفیف اور اضافے بالکل کم ھوتے ھوتے معدوم ھو گئے ۔

اس حصہ کے صاحبان طرز میں قطب شاہ دکن کا سب سے پہلا یا دوسرا شاعر کہا جاتا ھے ۔ اس کا دیوان تمام اصناف سخن پر حاوی ھے ۔ بقول مولوي عبدالحق صاحب، دیوان کی ضخامت کا یہ حال ھے کہ بادشاہ تو بادشاہ اس دور کا کوئي پیشہ‌ور شاعر بھي مقابلہ نہیں کر سکتا ۔

اس نے مثنویاں، قصائد، مراثي، غزلیں، مستقل نظمیں، اور اصناف اس طرح پیش کي ھیں کہ ھر صنف کو دوسري صنف سے اپني خصوصیات کے ساتھہ علیحدہ اور نمایاں دکھایا ھے ۔ مثنویوں میں اپنے زمانہ کے پھولوں، میووں، ترکاریوں، پرندوں، اور رسم اور رواجوں کو بیان کیا ھے ۔

نصرتي بھي اس دور اور اس حصہ کا بہت قادرالکلام شاعر

۲ - عبدالقادر، بیدل

مت پوچھہ دل کي باتیں یہ دل کہاں ہے ہم ہیں
اس جلس بےنشاں کا حاصل کہاں ہے ہم ہیں
جب دل کے آستاں پر عشق اُن کو پکارا
پردے سے یار بولا بیدل کہاں ہے ہم ہیں

۳ - قبول

بعض تذکرہ‌نویسوں نے قبول کا نام عبدالغني لکھا ہے، مولف "تاریخ ادب اُردو" نے بھي یہي نام لکھا ہے، لیکن میر حسن اپنے تذکرے میں اِن کا نام غني بیگ لکھتے ہیں :-

حاضري بن مخدل نہیں کھاتا
بےکسي ہے پلیر منعم کا

۴ - سراج الدین علي خاں، آرزو

وعدے تھے سب خلاف جو اُس لب سے ہم سنے
یہ لعل قیمتي دیکھو جھوٹا نکل گیا

مرے شوخ خراباتي کي کیفیت نہ کچھہ پوچھو
بہار حسن کو دي آب جب اُن نے چرس کھینچا

میخانہ بیچ جاکر شیشے تمام توڑے
زاھد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

حصہ دوم

(شعرائے دہلی)

جو زمانہ دکن میں دکنی اُردو کی ترقی اور بتدریج غلبۂ فارسیت کا تھا وہی دہلی میں شاعری کے آغاز کا تھا -

دکن کے خاتم الشعراء ولی جب دہلی آئے تو اُن کے معاصرین حسب ذیل شعراء کا نام اہل تذکرہ لیتے ہیں -

قزلباش خاں امید - سلیمان قلی خاں وداد - علی قلی خاں ندیم - شیخ سعداللہ گلشن - مرتضیٰ قلی خاں فراق - میر شمس‌الدین فقیر - مرزا عبدالقادر بیدل - سراج الدین علی خاں آرزو -

اِن اساتین شاعری میں سعد اللہ گلشن وہ بزرگ ہیں جن کے فیض صحبت نے ولی کو اُردو کا شاعر بنایا ' سراج الدین علی خاں آرزو وہ شخص ہیں جن کے آغوش تربیت و تعلیم نے میر کے ایسا استاد شعراء طیار کیا -

دہلی کی اُردو شاعری پر ابتدا سے فارسی کا غلبہ ہے ' اس کی وجہ تذکرہ نویسوں نے یہ بتائی ہے کہ فارسی‌گو شعرا اس طرف متوجہ ہوے اور ان کی توجہ نے اردو شاعری کو سند قبول عطا کیا --

ان کے کلام کا نمونہ اُردو ٹکسالی کا قدیم‌ترین نمونہ کہا جائےگا - چنانچہ اِن کے بعض نمونے یہ ہیں :-

۱ - موسوی خاں ' فطرت

از زلف سیاہ تو بدل دھوم پڑی ہے

در گلشن آئینہ گھٹا جھوم پڑی ہے

خال تھری بھاش گردن پر
نقطۂ انتخاب ہے گویا [۱]

ان مختصر نمونوں پر نظر کرنے سے حسب ذیل خصوصیات معلوم ہوتے ہیں :-

۱ ۔ زبان ' ترکیب ' محاورات خیالات ' اصطلاحات کے اعتبار سے اُردو کی ٹکسالی شاعری نمایاں طور سے فارسی کی پیدا وار ہے ۔

۲ ۔ جابجا الفاظ پر زیادہ زور دیا گیا ہے ' آرزو کے اشعار میں رعایت لفظی بھی پائی جاتی ہے ' مثلاً " فقیر " کے شعر میں گل کی رعایت سے گلے کا ہار ' اس کے علاوہ تجنیس خطی و لفظی کی بھی جھلک ہے ۔

۳ ۔ اس زمانے کے لوگوں کو ایہام کا کچھ ایسا شوق تھا کہ اُس کے آگے مضمون ' لطف بیان ' سلاست زبان ' کسی چیز کی پروا نہ کرتے تھے ۔

۴ ۔ مضامین کے اعتبار سے خیالات اور جذبات بالکل فارسی کے ہیں ' ان میں تصوف ' اخلاق ' خمریات و رندی ' واردات عشق کے سلسلے میں گل و بلبل ' ہمہ اوست ' وحدت وجود ' موجود ہے ۔

یہ ظاہر ہے کہ ان پیشرو شعرا نے جو نئی راہ نکالی وہ مقلدین کے لیے سند تقلید بن گئی ۔ شاعری جس قدر آگے

---

[۱] تذکرۂ میر حسن ۔ گلشن ہند ۔ مخزن نکات ۔ گلرعنا ۔

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے
چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

دریا عرق میں ڈوبا تجھہ سیمتن کے آگے
موتی نے کان پکڑا تیرے سخن کے آگے

تیرے دھن کے آگے دم مارنا غلط ہے
غنچے نے گانٹھہ باندھا سن کر سخن ہمارا

---

۵ - مراد علی قلی ' ندیم

جدائی میں تری ہم کیا کہیں کس طرح جلتے ہیں
بجائے مو ' بدن سے شعلۂ آتش نکلتے ہیں

بے قرار عشق کو ہے زندگی نقص کمال
مر چکے سیماب تب کہتے ہیں یہ اکسیر ہے

---

۶ - شمس الدین ' فقیر

ترا مکھہ دیکھہ بلبل گل ستی بیزار ہو جاے
اگر گل تجھہ تلک پہونچے ' گلے کا ہار ہو جاے

زندگی موج آب ہے گویا
دم کا آنا حباب ہے گویا

دور اول کے دوسرے حصے میں آرزو و حاتم اور مظہر کے علاوہ آبرو ، حسرت ، یقین ، تاباں ، مضمون ، بھی مشہور صاحبان طرز ہیں - کلیم وہ شخص ہیں جن کی تعریف میر نے اپنے تذکرے میں مبالغے کے ساتھ کی ہے -

اِس دور میں عموماً تمام اصناف پر طبع‌آزمائی کی گئی ہے لیکن زیادہ زور غزل پر دیا گیا ہے - تغزل کے ساتھ زبان میں بھی اس طرح ترقی ہوئی ہے کہ فارسی پر اُردو کا غلبہ نظر آتا ہے ، محاورات کی طرف بھی توجہ کی گئی ہے ، مظہر نے ٹھیٹھ محاورے بھی استعمال کیے ہیں - مثلاً —

خدا کے واسطے اُس کو نہ ٹوکو
یہی اِک شہر میں قاتل رہا ہے

صحت الفاظ کی طرف حاتم نے توجہ کی اور صحت کا معیار وہی قائم کیا جو فارسی میں ہے لیکن " بھوۂ پان " کی ترکیب سے بھی اس دور میں دریغ نہیں کیا جاتا - اِس نوع کی ترکیبیں سودا اور میر کے زمانے تک برابر رایج رہیں -

آخر میں یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے ترتیب دور میں زیادہ‌تر زبان کی تدریجی ترقی کا خیال رکھا ہے - اگرچہ ترتیب سال و سن سے بھی اعراض نہیں کیا گیا ہے لیکن جہاں کہیں اِن دونوں میں تصادم ہوا ہے ہم نے پہلی شکل کو ترجیح دی ہے -

دور اول حصہ اول میں ترتیب کا تقریباً وہی لحاظ ہے جو عام طور پر رایج ہے - حصہ دوم میں بعض شعرا کی ترتیب نام و سن میں زبان اور شاعری کے لحاظ سے کچھ تقدیم و تاخیر

بڑھتی گئی معنویت غالب آتی گئی ، چنانچہ مظہر جان جاناں
کا کلام اِس نظر سے دیکھنے پر اس راے کی تصدیق ہوتی ہے ۔
معنوی ترقیات میں جذبات تصوفؔ کے ساتھ جذبات تغزل
کی ابتدا بھی اِسی دور میں ہو چکی تھی ، فارسی کے وسیع
اثر میں کمی اور اُردو میں ترقی کی طرف قدم اِسی دور سے
بڑھنے لگا ۔ مظہر کا کلام اِن خصوصیات کا آئینہ ہے ۔ لفظی اہتمام
بھی اِس دور میں کم ہے ، مظہر نے خلوص جذبات عشق و تصوف
کے ساتھ بیان کی سادگی اور زبان کی بے ساختگی کا بہت خیال
کیا ہے ، مظہر ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے کلام میں درد کی
چاشنی پیدا کی ۔ اُن کے خصوصیات کی پیروی اُن کے اکثر
شاگردوں نے کی ہے ۔

قواعد عروض ، ردیف اور قافیے کی صحت کا بھی چنداں خیال
نہ تھا ، بلکہ بالکل معمولی ہوتی تھی ۔ یہ چیزیں قریب قریب
اِس دور کے دونوں حصوں میں مشترک ہیں ۔

البتہ شاہ حاتم نے اصلاح زبان کی طرف توجہ کی اور اکثر
ناپسندیدہ الفاظ خارج کر دیے ۔

بھاشا کے اثر سے زبان کو خالص کرنا بھی اِس دور کے اِسی
حصے سے شروع ہوا ، اور دکنی الفاظ بھی اکثر بالالتزام ترک
کیے گئے ۔

اِس دور کے صاحبان طرز میں مظہر اور حاتم بہت مشہور
ہیں ۔ تمام اصناف سخن پر غزل گوئی غالب ہے ۔ اُس کے مقابلے
میں دوسرے اصناف بالکل ضمنی معلوم ہوتے ہیں ۔

انتخاب

حصہ اول - دور اول

وجہي [۱]

وجہي تخلص (نام کا پتا نہیں چلتا غالباً تخلص ھی نام بن گیا تھا) گولکنڈے کا رھنےوالا ' ابراھیم قطب شاہ کا درباري شاعر تھا -

کلام میں مضمون‌آفریني ' طرز ادا ' گداز ' سب کچھ ھے ' زبان ٹھیٹھ دکني قدرے فارسی‌آمیز ھے ' مذھب اور ضروریات مذھب کا غلو معلوم ھوتا ھے -

' قطب مشتري ' اور ' سب رس ' اس کی تصنیفیں ھیں -

قطب مشتري

نہ بھئیں پر دسے وہ نہ اسمان میں
رھیا شہ اُسی نار کے دھیان میں

[۱] وجہی ' بقول مصنف اُردو شہ‌پارے ابراھیم قطب یعنی محمد قطب شاہ کے باپ کا درباري شاعر تھا -

بعض واقعات اور قرائن بتاتے ھیں کہ وجہي محمد قلی قطب شاہ کي ولیعھدي یا شہزادگی کے زمانے سے پہلے کہنہ مشق پختہ‌کار عمر رسیدہ شاعر ھو چکا تھا اس لئے اس کا نام محمد قلي قطب شاہ سے پہلے آنا چاھئے - تفصیل کے لئے دیکھئے اُردو شہ پارے - مرتب -

کي گئي هے - لیکن وه کل شعرا آ گئے هیں جن کا تعلق اس دور سے زبان اور شاعري کے اعتبار سے هے -

پہلي جلد کے انتخاب میں کوشش کي گئی هے که اشعار کی تعداد کے لحاظ سے مختصر نمونے یکجا هو جائیں اس لئے که اس دور کے شاعروں میں سے کمتر ایسے هیں جن کے دیوان شایع هوئے هیں -

کھانا برہ کھتی ہوں میں پانی انجھوں پیتی ہوں مہں
تجہ تے بچھڑ جیتی ہوں مہں کیا سخت ہے دل رے پیا
ہر دم توں یاد آتا ملجھے اب عیش نیں بھاتا ملجھے
برہا یو ستاتا ملجھے تجہ باج تل تل رے پیا

جو مطرب وو صحرا میں اس دھات گائے
تو پھر اُن کوں اِس شوق تے حال آئے
جو گاوں وو شہ کوں کماتے اتھے
سو راگاں یہ راگاں جماتے اتھے
ندیماں لطافت میں جو چکہ آئیں
تو روتیاں کوخوش کر گھڑی میں ھنسائیں
شراب ھور صراحي نقل ھور جام
ھوئے مست مجلس کے لوگاں تمام
جو ھوئی رات آدھي بچھي دو پہر
خبردار یاراں ھوئے بے خبر
بسر گئے ندیماں طرز بات کا
گنوائے خبر مطرباں ذات کا

غزلیں

(۱)

پیو اپنے کوں تک آج میں نس سپنے دیکھي سوےکر
جب پیو چلیا ست سیج ملنج نت سوتے اتھي روے کر
ھاتھ اپنا سارنے ملنج چل چل لائیا مارنے
نا جاؤں سائیں کارنے بھی اجنوں کہا کہا ھوےکر
کیوں ٹالوں برھا جھال سکي نہن سکتی ھوں سنبھال سکي
اب کیونکر پاؤں لال سکي جو بیٹھی ھت تے کھوےکر

(۲)

طاقت نہیں دوري کي اب توں بیگی آ مل رے پیا
تج بن ملنجے جیلنا بہوت ھوتا ھے مشکل رے پیا

بھے دم عیسوی دایم چمن میں گل لگانے تیں
هرے نہالاں کے جلوے تھیں مصاطا ہو پون سارا
چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا
سہانا تھا محمد پھل نمن ان (کا) نہن سارا
اناراں میں سہے دانے سو جوں یاقوت تبلیاں میں
ہر ایک پھل اس انارن پر سہے سکے نمن سارا
کھجوراں کے دسین چھونکے کہ جوں مرجان کے پلجے
سپاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہو رین سارا
دسین جاموں کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم
نظر لاگے تیوں میویاں کوں را کھیا ہے جتن سارا
چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپیں ہیں
سوتس آواز سوں موراں کریں!! رقصاں اپن سارا [۱]

(نٹھی سانولی)

نٹھی سانولی پر کیا ہوں نظر
خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر
ترا قد سرو نکلے جب چھند سون
دسن جوت ملنچ کون دسن جھون قمر
تو دوری ڈروائے منجے دور تھے
وو کیا بوجھے مو دل میں ہے تونگر

[۱] رسالۂ اُردو ج ۲ اورنگ آباد —

محمد قلي قطب شاہ

محمد قلي قطب نام - قطب شاہ فارسي اور معاني أردو ميں تخلص ، قطب شاهي خاندان كا فرد محمد ابراهيم قطب شاہ كا بڑا بھتا گولکنڈہ (دكن) ، كا رهنے والا اور بادشاہ تھا - اديب ، علم دوست ، زبردست شاعر تھا -

پيچيدگي سے پاک ، صنائع بدائع سے اكثر معرا ، سليس اور آسان كلام ھوتا ھے ، تمام اصناف ميں يهى خصوصيات مشترك هيں -

تلمذ كا پتا نهيں چلتا -

قياس ھے كه اس كے جانشين سلطان محمد قطب شاہ نے مشورہ سخن كيا هو كيونكه اس كے كلام ميں وهي رنگ موجود ھے -

ضخيم ديوان - تمام اصناف سخن سے مملو كتب خانه آصفيه حيدرآباد دكن ميں موجود ھے -

سنه ٩٧٧ھ ميں پيدا هوا اور سنه ١٠٢٠ھ ميں وفات پائي

(باغ محمد شاهي)

محمد نانوں تھے بستا محمد كا اے بن سارا

سو طوبان سوں سہاتا ھے جلت نسنے چمن سارا

غزل - ۲

پیا باج پیالا پیا جائے نا
پیا باج یکتل جیا جائے نا
کہے تھے پیا بن صبوری کروں
کہیا جاے اما کیا جائے نا
نہیں عشق جس وہ بڑا کور ہے
کدھیں اوس سے مل بیسیا جائے نا
" قطب شہ " نہ دے مج دوانے کو پند
دوانے کو کچ پند دیا جائے نا

غزل - ۳

اب مست اچھے دایم ھمیں مست اچھنے کا ھنگام ہے
ساقي صراحي نقل ہور پیالے سو ھمنا کام ہے
عاشق اول تھے ھیں ھمیں سر مست ازل تھے ھیں ھمیں
نا آج کل تھے ھیں ھمیں زاھد کونیں یہ فام ہے
ملنگتا ہے مد مستاں کنے مد باج نیں سکتا رھنے
میخانے کے کوچے ملے تو متقي بدنام ہے
ساقي پیالا ملنج پلا پیالے پینے ھو تا دلا
اُس پیو کون تولیا کر ملا جس پیو تے مج آرام ہے
" قطبا " نبي کے آدھار تھے رحمت ہے نت کر تار تھے
تو تج علي کے پیار تھے تلتل نوا انعام ہے [۱]

[۱] رسالۂ اُردو ۴ ۲ اورنگ‌آباد -

"معانی" کے باتاں تے جھوتا نمک
چے چاکھے کھے ہے نمک سوں شکر [ا]

(تین غزلیں)

(ا)

گرجا ہے میگھ سر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
اے خوش خبر صبا توں لے جا جو ان قداں کن
چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں
او نو نہال پھولاں ہے جام خوئے سوبا دہ
نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں
مکھ نور پر دسے یو مج خط عنبریں او
جوں سوراپر ہے بادل ریحان سوں گلستاں
بے ہوش مجھے دل کوں متے ادھر چلائے
گلزار ۔ عجب او دو لعل شکرستاں
منج عشق کے گدا کوں اورنگ شاہی دیتا
سب عاشقاں منج انگے ہیں طفل جوں دبستاں
روزی ہوا '' قطب شہ '' تج عشق کا پیالہ
بھولے ہیں ہر طرف توں جم شوق کے خمستاں

[ا] تذکرۂ محبوب الزمن ص ۷۵۹ -

نکو پلا مجھے ساقی پیالہ بھر بھر
که پھتے ہیں ہمیں دائم پیالہ اُس کے دست

نکو کرو پلکھی تم بال و پر سوں مغروری
که یے پلکھاں سھکی تم مہں ہوا ہوں مست الست

سدا تو مدح نبی و علی کی کہتا ہے
''معانی'' شعر تیرا تو لکھے ہیں دست بدست

مکھ تیرے کوں دیکھ کر ہوں آج مست
تیرے مکھ کے تیں ہوا ہوں بت پرست

مکھ عرق مہں زور مستی ہے عجب
میری زردی مہں رنگ لعل لب است

خال ہلدو کا بھلا کر ملبج کیا ہے بت پرست
ب خیالاں اپے پست کرتا ہے میرا خیال دست

خورشید مکھ اُوپر دسے ابرو ہلال عید
اِس ابرواں کو سجدہ کیا ہے وصال عید

کرے کن دلیل و دلائل سوں عشق
دلیلاں میں ملچے ہیں عالم ہزار

میزبانی عید کر جگ میں گلاوو عیش سوں
مطرباں لیا کر گواوو راگ، ہور لو عبیر

اختیار مہرا تج ہات ہے پھارا
جس حال سوں دُکھکا ہےرا خوش حال ہمارا
نیناں آنجھوں سوں دھوؤں پگ اب پلک سوں جھاڑوں
جی کو خبر سو لیاوے مکھ پھول کا تمہارا
تج خیال کی ہوس تھی ہے جیو ہمن سو زندہ
او خیال کد نہ جاوے ہم سر تھی تک بہارا

(اپنی سالگرہ کے موقع پر لکھا ہے)

نبی کی دعا تھے برس گانٹھ بایا
خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا
پیا ہوں میں حضرت کے ہت آب کوثر
تو شاہاں اوپر مجھ کلس کر بلایا
سورج چند اپے تال ہوکر بجیں تب
مادل ہو فلک تمایاں بجایا
کرے مشتری رقص مجھ بزم میں نت
برس گانٹھ میں زہرہ کلیان گایا
مہرا گلستان تازہ اس تھے ہوا ہے
مجھ اُس باغ میوہ دمبدم کھلایا
خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا
سہس شکر کر توں برس گانٹھ پایا
دعائے اماماں تھے مجھ راج قایم
خدا زندگانی کا پانی پلایا

ہماری آہ کے شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی
آساساں تھے میری یودود اُپر چھایا ہے ملظر کر

کھیا عرضہ سمو میں ناز سوں کبھی کام ہے ملنج کوں
فروری آہ کرتے ہیں کتاب اب حسن کي زر کی

کری ایراں زمیں پر بادشاہي تج نہیں ہے غم
مدن کا نیاں پہ سوتا ہوں پھا توں دنگھ سر پر کر

سو اس رنجیر زلفاں سوں کیتاں کرں تو کرتا ہے بلند
مسا داغ غلامي دے ملنجے مجمر میں عنبر کر

خدایا لطف کا باران بھیج اس شعلہ کے اوپر
کہ جیوں نمرود کي آتش میں ابراھیم سرور کر

رقیباں کھلیاں سن کر ہماري ہوتے ہیں حیراں
"معاني" آپنے دل میں علي کا مہر مظہر کر

دنیا کا پھول اُپجتا ہے جفا سوں
پتہ میں رکھ خدایا ملنج آس آزار

محبت مي دسے اُس مکھہ صفا میں
ہمن پیالے میں مے بھر ساقي گلنار

دیا اوستاد ملنج تعلیم کچھ ہور
ہمن کچھ دیکھ کر باندھے ہیں زنار

درد جانے حکیم خوب دانا
ہمارا درد کہا بوجھیں گے افہار

"معاني" پر نظر اُس یار کا ہے
سدا اُس نین سوں بیدار دیلدار

کر دعا توں بھیج صلوٰتاں محمد پر سدا
اس دعا صلوٰۃ تے ہوئیگا تجھے فتح کبیر
ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
میں سو عاجز داس تیرا یا علی ملج دستگیر

هاتف ندا کرے کرو اے زمزم صبوح
میرے دلم میانہ رمز نہانہ کر

قصا ہے جگ میں لیلی مجنوں ہور فرہاد کا
اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے تیرے پیغام پر
گالیاں سیکی او نازنیں مجھ یاد کرتا کر سنیا
اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر
ہم بت پرستی چھوڑ کر زاہد نہ کہہ پوجو صمد
ہم کام میں تجھ کیا غرض رہ دھیان لا اب کام پر
دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں
گو وترنا عیش کا نس دن پیا کے نام پر
شعر ''معانی'' آن بلدھے موتی ہیں جگ میں حسن کے
بھردی صدف موتی جمیا اب وار ایزد نام پر

اندھارے شہر پر خورشید تاباں تک منور کر
آبہالی آہ کے داتے میں ملج سہنے ملے در کر
تمہارے عکس تے روشن ہوا ہے چاند سب جگ میں
وگر نہ زنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک سر پر کر

مانجے آگ کوئلیاں کی کرتی زر تاثیر
تیرے عشق کی آگ کا ہوں سمندر

عشق نے منارے اوپر جیو دل سوں
"معانی" کہے بانگ اللہ اکبر

کہاں کیخسرو و دارا و سکندر و جمشید
دل پیالی میں بھریں ساقی شراب لبریز

شعر تیرا در وگوہر ہے "معانی" سب میں
شعر حافظ کے سر اوپر آہے تاج پرویز

دیکھا ہوں سپھنا کہ میخانہ کا ہووے در باز
کروں گا شکر گزاروں کا سو دگانہ نماز

ہمن سو عجز کریں او کرے برائی کی بات
سوال نادنی سگ کرتا ہوں او در پر نماز

تمہارے مکھ کے کعبے کوں جن طواف کرے
نہیں ہے حاجت اسے جاؤ نے کوں تا بغداز

پیا مکھ نور تے جاوداں ہم عید و ہم نوروز
سورج آوو حمل یا نہ، عیاں ہم عید و ہم نوروز

شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم عشرت کا
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید و ہم نوروز

سو نظر سامنے نہیں ہے پیار
نہیں پانی میں تیرتا دلدار
سامری سحر میں جتا کئی کروں
باطل السحر ہے بچن درکار
دارو کرتے ہزار وضع طبیب
توں دکھا غمزہ تاز سوں یکبار
بارڈے میرے جھاڑ کوں یا رب
پھول پھل ہووے تا سبھی گلزار

شکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور
ہمن شاخ میں پانی ہوتا ہے سرور
ہندو ریت کوں دیتے ہیں تم رواجاں
کہ بت خانہ تم نے ہے توڑے ہمن سر
بلائے ملنج وو نازنیں مست ہوکر
سدا راکھ یارب وو مستی کا شکر
صفا مکھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی
تو دندیاں سوں لوتا ہے مریخ اختر

تھرے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے روز
نہ دستا کہاں پیوں اللہ اکبر
ترے عشق کے تیر تھے میں ہوں زندہ
ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقدر

سلطان محمد قطب شاہ

محمد قطب (شاہ) نام ' ظل‌اللہ تخلص فارسی کلام میں '
اور قطب شاہ اردو میں ہے - محمد قلی قطب شاہ کا بھتیجا '
شاعر اور عالم تھا -

اس کے کلام میں محمد قلی قطب شاہ کی سی پختگی
نہیں لیکن سلاست اور سادگی میں اس سے کم نہیں -

تلمذ کے متعلق کوئی متحقق بات نہیں کہی جاسکتی
لیکن محمد قلی قطب شاہ سے تلمذ کا قیاس غالب ہے - [۱]

اس کے شاگردوں میں عبداللہ قطب کے علاوہ اور کسی پر
قیاس نہیں ہوتا -

اس کی تصانیف کے سلسلے میں بعض کتابوں پر تعلیقوں
اور اردو فارسی کلام کے مجموعہ کا نام لیا جاتا ہے - [۲]

سنہ ۱۰۰۰ ھ [۳] میں پیدائش اور سنہ ۱۰۳۵ ھ میں
وفات ہوئی -

[۱] اردو شہ‌پارے میں بھی اس طرف خفیف اشارہ موجود ہے -

[۲] اردو شہ‌پارے -

[۳] تاریخ ادب اردوئے قدیم - محبوب‌الزمن -

حمار کا خم خانہ رہے تھانوں مہرا
هر مد کا سو بلد نگوں سلیمانی ملنچ

نوحہ

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاري واے واے
رتن اول کي لکڑیاں جال کر کرتی ھیں خم
یک پوت کو دیکتے رہو یک پوت پر کویلچ خنجر
کافر کئے کیسے قہر یو زخم کاري واے واے [۱]

[۱] تاریخ زبان اُردو - شمس اللہ قادری م تاج پریس حیدرآباد دکن
اُردو شہ پارے - محي الدین زور مکتبہ ابراھیمیہ حیدرآباد دکن -
محبوب الزمن عبدالجبار ملکاپوري - مطبع رحماني حیدرآباد دکن -
گل رعنا - رسالہ اُردو ج ۲ (اورنگ آباد) -

پیا نور بستا ہے ملبج قل جھمک میں
کہ جس نور ہے سورج آشکار
نبی صدقے "قطبا" کا من تجھ سوں لا گیا
کہ آپ جیو میں تمرا کیتا ہے تہارا

خداداد محل

خداداد محل کوں محمد سنوارے
تو اس میں جلت کے نگاراں نگارے
بلندی محل کا ہے آسماں
سورج چاند تارے سوں اس تھے سنگارے
نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں
مگر دھرت پر قدسیاں لیما کے تہارے [۱]

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام ان کو ہور کرتے ہیں عنایت
انجانے میں جوانی گیا پلد نا سنا
قرآن اور حدیث سوں ترکیب کر کلام
بکرید عید آیا صلوات بر محمد
آنند علم رچایا صلوات بر

[۱] اردو شہ پارے — محبوب الزمن - گل رعنا - رسالہ اردو -

ساجن کي یاد

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا
کہ اس بن نین ہمن یک تل قرارا
صبوري کو نہیں ہے ٹہار دل میں
صبوري کیوں کرے سو کو تہارا
مہا کرنا کرے معشوق اپے ہو
کہونا کیا کرے عاشق بچارا

تہلق کالا

ہوا آئي ہے لیکے بہي تہلق کالا
پیا بن سلتا تہا مدن بالی بالا
سجن مکھ شمے باج اجالا نہ بہاوے
بہلایا ہے ملنج جیو کوں او اجالا
جو رات آوے چلدني کي مدنج کوں ستاوے
کہ چلدنا ماجے نیں نین سوز لالا
نبی صدقے "قطبا" انلدان سوں مل کر
اپس سائیں سوں پیوے جم ۰د پیالا

غزل

چلے چلدنی میں جب لتک پیو ہمارا
اونن عکس دیہے چلدر تہے اپارا
جگوئی مانے ہے سائیں کے حسن چھب تہے
اسے مانیں نہ پلتھ میں جگ [یو] سارا

عبداللہ قطب شاہ

عبداللہ قطب (شاہ) نام ، عبداللہ تخلص ، سلطان محمد قطب کا بیٹا اور جانشین تھا -

ادب‌نواز علم‌دوست ، عالم اور شاعر تھا ، دکنی اردو نے اس کے عہد میں بہت ترقی کي -

اس کی زبان میں صفائي اور خلوص نسبتاً زیادہ ہے غالباً محمد قطب شاہ (اپنے والد) کا شاگرد رہا ہوگا -

اس کے شاگردوں کے سلسلے میں کسي کا نام معلوم نہیں ہوتا - فارسی اور اردو اشعار کا مجموعہ (دیوان کي صورت میں) اس کي تصنیف ہے -

سنہ ۱۰۳۵ھ میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۰۸۳ھ میں وفات پائي [۱] -

(نمونہ کلام)

اے پري پیکر ترا مکھ آفتاب
دیکھتا ہوں تو رہے نا مجھ میں تاب
قند ہور نابات گلتا ہے اچھوں
دے نہ سک تري مٹھي لب کا جواب

[۱] تاریخ اردوے قدیم - گل رعنا - اردو شہ پارے - محبوب‌الزمن -

پیا سانولا من ہمارا بھولایا
نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

ساقیا آ شراب ناب کہاں
چندر کی پیالے میں آفتاب کہاں
رہن با سکے من پیا باج دیکھے
ہوے تن کوں سکھہ جب ملے پیو بالا

میرا دل ہے زر الفت کا کارخانہ
نہیں ملجکوں بازار واں کا حاجت

——

عشق کی پتلی ہے گوری رنگیلی
چتر ناریاں میں دسکی ہے چھند

سنو لوگ میرے پرم کی کہانی
کہ پیلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی

مثنوی بدیع الجمال

(کشت و خون)

ہوے جمع جلگی ہزبران تمام
تھی ہور خونخوار امہواں تمام
یک یک جان یک کوہ یا برج جیوں
لے ہاتاں میں قتلے بھرے گرز جیوں
غضبناک ہو جیوں انگے دل ہوے
کلوجے پہاڑاں کے پھوٹ جل ہوے
سلح پوش پولاد کے کوٹ جیوں
پرآشوب سمدور کی لوٹ جیوں
اوتالے ہو آفت بھرے عزم سوں
کھڑے آکے میدان میں رزم سوں

(ایک بدصورت شہزادی)

وہ تھوبڑ تھا اس کا سو جیوں فیل کا
سر اس کا سو کالا رنجی نیل کا
انکھیاں ڈونگھیاں ، ڈوکھڑے غار کے
دو دیدے بھکر جیوں تھہر گار کے
نکل پٹ انگے ٹہک آ جیوں گھڑا
اپے پیٹ تے سنٹ پھوڑو بڑا
ہوبلی کھول جاری کی جیوں اوکھلی
مسل ہو کے ڈوری تھی رومالی

راز کیا باتاں نبی کے صدقے پوچھےگا اگر
شاہ عبداللہ کو پوچھہ آکر کہ ہے حاضر جواب

آب حیات تھی ہے زیادہ کہ لب ترا
کرتے ہیں منجھہ سوں خضر علیہ‌السلام بحث

ملا غواصی

نام کا پتا نہیں چلتا ، تخلص غواصی ، گولکنڈے کا رہنے والا
اور شہنشاہ جہانگیر کا ہم عصر تھا -

کلام میں روانی اور اهتمام زیادہ ہے - مثنوی ان کا میدان
معلوم ہوتا ہے ، تلمذ کا پتا نہیں چلتا ، اس کے کسی شاگرد کا
ذکر تذکرہ‌نویسوں نے نہیں کیا ہے -

اس کی دو تصنیفیں مشہور ہیں ۱ - فسانہ سیف‌الملوک
و بدیع‌الجمال ۲ طوطی نامہ

پہلی کتاب ، الف‌لیلہ فارسی کے ایک قصے کا مثنوی (اُردو)
میں ترجمہ ہے - یہ مثنوی ۱۰۳۵ ھ میں ختم ہوئی - دوسری
تصنیف بھی مثنوی ہے ملا ضیاءالدین نخشبی کی فارسی
طوطی نامہ کا اُردو میں ترجمہ ہے - جو سنہ ۱۰۴۹ھ میں تمام
ہوئی ہے -

سنہ ۱۰۱۴ھ میں پیدا ہوا سن وفات متحقق نہیں [۱] -

[۱] تاریخ زبان اردو - اردو شہ پارے - تذکرہ میر حسن - تاریخ زبان اردو -

ھما کر ملنچے بات کے اوج کا
شہنشاہ کر گھان کی فوج کا
مسیحا کا دے ملنچکوں آثار جم
مری جھب کوں کر شکر بار جم

جو توفیق پاکر یو بولیا تمام
مبارک گھڑی میں کیا میں تمام
مبارک گھڑي میں کیا میں تمام
محمد نبي پر ھزاراں سلام

ملا قطبي

نام کا پتا نہیں چلتا ، قطبی تخلص ، گولکنڈے کا رھنےوالا تھا ، عبداللہ قطب شاہ کے ساتھہ شاید اس نے اپنے تخلص میں نسبت رکھی ھے -

اس کے کلام میں سلاست کي کمي ، ھندي ترکیبوں کی زیادتي ھے -

سنہ ۱۰۴۶ھ میں تحفۃالنصائح کا اُردو نظم میں ترجمہ کیا ھے -

بولوں صفت میں بے گنت
اس خالق جن و بشر
نردھار کر اسماں رکھیا
سورج ستارے ھور چندر

لٹکتی جو چتراں پہ چوتی دسے
سو جیوں جھار کی پھز موتی دسے
سرے خوبی بغلاں میں تھے یوں جھڑے
گندا نہر مہوریاں میں تھے جیوں پڑے
پون سار اس کے جو ٹک پاس جائے
تو لیا حلق میں انتریاں نہاس جائے
اگر لائیں جس تھار مشعل ھزار
ان آدے تو بسترے پسرے آنہ کار

الہی جگت کا الہی سو توں
کرنہار جم بادشاہی سو توں
ترے حکم تل نوکر آسمان کے
رعیت ملک تیرے فرمان کے

مناجات

عطا کر منجے کچھہ ترے ناؤں سوں
دے پرواز منجکوں بلند دھاوں سوں
جلادے مری جیو کی آنکھہ کوں
دے ٹک باس مجھہ دل کے پھول باگ کوں
سدا کسب میرا تو اخلاص کر
ترے خاص بندیاں میں منج خاص کر
جگا جوت تجھہ دھیان کیرا رتن
مرے من کے صندوق میں رکھہ جتن

جلیدی

شیخ احمد نام ، جلیدی تخلص ہے ، عبداللہ قطب شاہ کا معاصر تھا ، سنہ ۱۰۶۴ھ میں مثنوی ماہ‌پیکر لکھی :—

نبی کی سو ھجرت کا یو تھا قرار
چھار سال تین بیس بھی ایک ہزار

یہ شعر میں اس طرح پڑھا جائے گا :—

نبی کی سو ھجرت کا یو تھا قرار
چَہَر سال تین بیس بھی اک ہزار

اس شعر سے تصنیف کا سنہ بھی معلوم ہوتا ہے ۔

طبعی

نام معلوم نہ ہو سکا ، طبعی تخلص ، گولکنڈہ کا رہنےوالا اور عبداللہ قطب شاہ کا ہم‌عصر بلکہ درباری شاعر تھا ۔

کلام میں گداز کے ساتھہ روانی اور لطف زبان دونوں ہیں ۔ اس نے ۱۰۸۱ھ میں نظم گل اندام و بہرام ، ہفت پیکر ہاتفی کی روش پر لکھی ہے ، بعض اخلاقی نظموں کا بھی پتا چلتا ہے ۔

سوال و جواب

بہرام و گل اندام

بہرام کا سوال

ہوا منجلوں برہ تے سدھہ گنوا میں
اتھا دانا سو دیوانہ ہوا میں

جوں بزرگی دی عرش کوں
پلکھے اڑے ریکھ پانگی
جوں بچ برساں چار سو
انہوے ہواں پائے دگر

بعہاں ستر چھ سات سو
اس وضع سوں میں جو کہا
باباں ہے چالیس پانچ جو
اسکوں یقیں کر تو شمر
چار بیس پندرہ سات سو
ہجرت سوں تھی اس مصطفیٰ
دسویں ربیع آخر جو تھا
ہور صبح صادق دن قمر

تاژھی جہاں میں میں کیتا
کیتا برائی کے جو بھی
قطبی دھریا اسہد ہو
لایا ہوں سب صاحب نظر [۱]

[۱] تاریخ زبان اُردو -

آپس کون دیکھے کھول کر جوں انکھیاں
دیوے خاک تن کا وطن کا نشاں

شور و مشورہ

توں اندیشہ پر کام میں بہوت کر
کہ اندیشہ ہے بہوت عالی گہر
نکر کام ہرگز توں اندیشہ باج
کہ اندیشہ ہے کام کے سر پو تاج
کر اندیشہ ہر کام میں بے حساب
کہ اندیشہ بن کام ہوتا خراب [۱]

ابن نشاطي

نام کا پتا نہیں ، ابن نشاطي تخلص یا کلھت سے مشہور ہے ، گولکنڈے کا رھنےوالا عبداللہ قطب شاہ کا درباری شاعر تھا زبان زیادہ صاف اور خالص ہے -

اور حال معلوم نہ ہو سکا -

اس کي تصانیف میں ۱ - پھول بن ۲ - طوطي نامہ دو مثنویاں ہیں - اول الذکر کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ اور آخرالذکر کا بقول مہجر استوارٹ سنہ ۱۰۶۴ھ ہے - [۲]

[۱] أردو شہ پارے -
[۲] تاریخ زبان أردو - دکن میں أردو از ہاشمی -
نوٹ - مرتب أردو شہ پارے کي راے ہے کہ طوطي نامہ ابن نشاطي کی تصنیف نہیں -

تجھے دل میں چھپایا ہوں اپس کے
خرابے میں لگایا، ہوں دیوا میں
رچایا ہوں ترے غم کے پہاڑاں
عجب ہے نیں سینا پھٹکر موا میں
صلم تھرے بدل ہوکر برھمن
گلے میں اپنے بھایا جانوا میں
منجے کیا دیکھتی از ماں گل اندام
پرانا ہوں نہیں عاشق نوا میں

گل اندام کا جواب

تجے حاصل نہیں ہے مجھ تے بن غم
نکو کر غم میں اپنا پا نو محکم
ترا دل ہو گیا پھوڑا دکھوں تے
نہیں اس زخم کا مجھ پاس مرہم
کدھاں تک غم توں کھا گا بول بارے
منجے توں چھوڑ دے آج بہوت خرم
پنا کا اس چمن میں تے توں میو
ہوا کوتہ سخن واللہ اعلم

حب وطن

جکوئي یاد کرتا نیں اپنا وطن
او مردا ہے پہرن ہے اصل کا کفن
اگر کوئي غربت میں شاھي کرے
اگر مال ہور ملکاں اورد لاکھاں دھرے

سعادت كي نين كا نور هے توں
شجاعت كى گگن كا سور هے توں

(آغاز كلام)

جكو نئى هے باغباں اس پهول بن كا
چمن لاتا هے يوں تازي سخن كا
كتے ايك شهر مشرق كى كدهن تها
جو اس كا نانوں سو كلچن پٹن تها
حصار اس كا تها دريا كے كنارے
دسے خندق هور دريا تس بندارے

(ابتداے افسانه)

كتے كوئي بادشاه يك اس كدهن تها
حكومت ميں سليماں كے نمن تها
تهے اس كے زير ديواں جگ كي سارے
پرياں اس حكم تهے نهيں نهيال كنارے
بلكي آدم جيوں خدمت ميں يكسر
هوئے تهے و حش و طير اس كے مسخر
نه تها بيٹا سو كوئي اس شاه كے گهر
هوا تها راج بهتي پر مقرر

اخر ميں لكهتے هيں :—

مسلماناں سو هے اميدواري
خداناں سو هے اميدواري

نمونہ پھول بن

(حمد)

اول میں حمد رب‌العالمیں کا
دل و جاں سوں کہوں جاں آفریں کا
خداوندا تجی ہے جم خدائی
ہمیشہ تجکوں سا جی کبر پائی
ازل سوں نہیں سمجے تیرا ہدایت
ابد کو فہم نہں تیرا نہایت

(نعت)

کروں میں لی ہات ابتدا نعت
سچیں حق کی پیمبر کا ادا نعت
محمد پیشوا ہے سروراں کی
الہی سر خیل سب پیغمبراں کی

(منقبت حضرت علی)

زباں کوں میں ادب کے ساتھہ کھولوں
نبی کی جانشیں کا مدح بولوں
علی ساری نہاں میں ہے سپہدار
علی ساری ولیاں کا ہے سردار

(مدح عبداللہ قطب شاہ)

شہاں کا شاہ عبداللہ غازی
خدائی ہے تری جم پیش بازی

اتھا جس وقت سال ھجرت ھزار
اس اوپر نود اس کے اوپر چھار
ھوا قصہ رضوان شاہ کا تمام
نبي ھور ولي پر ھزاروں سلام

قصہ کا آغاز اس طرح کرتے ھیں :-

چڑھیا باپ کے تخت رضوان شاہ
جمع ھور وزیراں بھي ساري سپاہ
کھٹک کو دے انعام کیتا نہال
کسے مال دیتا کسے گوشمال
قدیمی وزیراں کو عزت دیا
انوجیوں نصیحت کئي یوں کہا

قصہ کا درمیاني حصہ :-

و ساعت بہوت سعد تھي ظاھرہ
کرے کر شفقت یو او ساحرہ

سنے جب منوچھر کي سب خبر
سو شیشے کو لے سات آئی اتر

شاھی

نام شاہ قلي خاں ' حیدرآباد کا باشندہ ' قطب شاہ کے لشکر میں سپاھی تھا غالباً اسي نسبت سے اپنا تخلص شاھي اختیار کیا -

کرینگے تو میرا یہ یو پھول بن لہر
کہوں یکبارگي جو عاقبت خہر

نوري

شجاع الدین نام ، نوري تخلص ، گجرات کا رھنے والا تانا شاہ کے وزیر (سید مظفر) کے لڑکوں کا معلم تھا - کلام میں طرز ادا کي سادگي کے ساتھہ لطف زبان بھي ھے -

نوري ایس کے دل کي کسي سے نہ کہہ بتھا
حاصل بھلا اب اس سے دوانے جو تھا سو تھا [۱]

فائز

نام کا پتا نہیں ، فائز تخلص (ھي سے مشہور) ھے ، گولکنڈے کا رھنے والا تانا شاہ کے زمانے میں موجود تھا -

کلام میں عربي اور فارسي الفاظ اور ترکیبوں کي آمیزش ھے - صاف اور ستھرا پرسوز کلام ھوتا ھے -

قصہ رضوان شاہ و روح افزا کو سنہ ۱۰۹۴ھ میں نظم کیا ھے [۲] -

اول نام حق کا لے بولوں سخن
بلندوں اس کي توحید کھولوں دھن

[۱] تاریخ ادب قدیم - تذکرہ میر حسن

[۲] اردو شہ پارے - دکن میں اردو -

شعرائے بیجاپور

نصرتي

نصرت نام ، نصرتی تخلص ، وطن بیجاپور - ان کے آبا و اجداد فوج میں ملازم ، قوم کے شیخ اور علی عادل شاہ کے درباري شاعر تھے ، ملک الشعرا کا خطاب حاصل کیا تھا -

پرگوئي اور کثرت مشق کے باوجود کلام میں رواني کم ہے مذہب کا عنصر غالب ہے -

تین مثنویاں (علی نامہ - گلشن عشق - گلدستہ عشق) مجموعہ قصائد ، دیوان غزلیات ، ان کي تصنیف ہیں -

سنہ پیدایش ۱۰۳۷ھ سے پہلے قیاس کیا جاسکتا ہے سن وفات ۱۰۹۵ھ ہے -

نمونہ علي نامہ

حمد

سرانا سري اس سکت دار کوں
کہ آدھار ہے ان نرادھار کوں
دیا دور رستم کے پلچے میں زور
پڑیا قدرتي جس دل میں در یار شور

—

کلام میں صفائی زیادہ ہے بلندش بھی بہتر ہوتی ہے -

ملنا تمن کا غیر سے کوئی جھوٹ کُو سچ مجھ کہے
کس کس کا ملہہ موندوں سجن کوئی کچھہ کہے کوئی کچھہ کہے

مرزا [١]

نام ابوالقاسم، حیدرآباد کے باشندے تانا شاہ کے مصاحب
خاص تھے اور حالات معلوم نہ ہو سکے -
کلام میں صفائی اور روانی کے ساتھہ گداز کافی ہے -

عارض نہیں چندر کا ترے گال سوں اچھا
سمجھیں ہمن کلف کر نہ تجھہ خال سوں اچھا
مرزا وہ نونہال کدھر مت گئے چمن
لگتا تھا جن کے ہاتھہ یہ گُل ڈال سوں اچھا

(مرثیہ)

الودا الودا اے شاہ شہیداں الودا
الودا ابن علی دو جگ کے سلطاں الودا
اس جفا کے تہر بیٹھے ہیں گگن کے تن اوپر
نہیں ستارے پھر یو سب دستے ہیں پیکاں الودا
شہہ کا ماتم سن دریا کے موج نت نعرا کرے
غرق ہیں اس غم سوں سب لو لوے مرجاں الودا [٢]

---

[١] عالمگیر نے جب اورنگ‌آباد فتح کیا اس وقت وہ موجود تھے - ان کو اتنا صدمہ ہوا کہ وہ گوشہ‌نشین ہو کر تھوڑے دنوں کے اندر انتقال کر گئے - تذکرہ میر حسن -

[٢] اردو شہ پارے -

نظارے میں عارف نظر بار کوں
دسیں ہر طرف قدرت کا موں

اس زمانے کے معتبر ہنر مندوں نے نصرتي کي زبان پر اعتراض کیا
تھا اس کا جواب علي نامہ میں اس طرح دیتے ہیں :—

خریدار کو خوب سودے سے کام
نہ دکان کا دیکھنا سقف و بام
معانی میں سوں جابجا بات بول
دکھایا سکت فیض کا حق کے کھول
یک یک فن میں کي سحر کي بہت چھند
خبیثاں کي جیباں کو کیتا ہوں بند
کیا ہوں سخن مختصر بے گماں
کہ ہو شاہنامہ دکن کا تو جان
کہ ہر اک زبان حضرت فہم داں
سکھایا سب آدم کو سو تھے نہاں
ہوئی پستہ جو نسل آدم کي اصل
چکا ناں انہیں کے ہوے فصل فصل
انو میں جو تھے شہر کے اوستاد
گیا رہ زمانہ رہے شعر یاد
سخن بن نزاکت کے نا دیکھ بھول
کہ خوش باس سوں قدر پاتا ہے پھول
نہ کہتا ہوں میں بے وقوفوں کي بات
نہ کم بھول مثالوں تو حاسد نے مات

(منقبت شہر خدا)

زہے پہشت و مکاں کا دلبر
علی ولی او خدا کا شہر
تو ایک کوٹ ہے برج جس کے تمام
او بارا اماماں علیہ السلام

مدح بادشاہ

قلم آج جو مجھہ جہانگیر ہے
صفت شہ کي لکھنے کی تاثیر ہے
زہے شاہ عادل سمي ولي
علی ابن سلطان محمد بلي

(مذمت طمع)

طمع اہل عزت کو کرتی ہے خوار
کرے جگ میں بے قول و بے اختیار
طمع نام و ناموس کا کال ہے
طمع جیوں کو سکہ کے بھونچال ہے

(مدح خواجہ گیسو دراز)

جسے ناؤں عالم میں بندہ نواز
محمد حسیني ہے گیسو دراز

توں دانش سوں سب کھول نہ محفوظ اچھے
ترا مدرسہ لوح محفوظ اچھے

(تعریف عقل و عشق)

اچھي عقل یک دولت ناپدید
اچھي عقل مشکل کے جال کي کلید
اچھي عشق خلقت کے جگ کا سبب
اچھي عشق کنجھلۂ راز رب

(آغاز داستان)

کہتا ریوں قصۂ دلپذیر
کبھي کھول کر بات یوں بے نظیر
کہ یک روز وہ خسرو نیک فن
سخاوت تھي بھرا کہ در عالم نمن
سو مکھہ ہات دھونے نے فارغ ھو سب
کیا اپنے رانی تی پوچھوں طلب
دنب تار کوں دن کي جھوکي یہ لال
دھری عشرت کا دن بھوجن کا تھال
سنبھا ہات جیوں شاہ نعمت کی دھیر
پکاریا جھمن نل تلک اک فقیر

(خاتمہ)

ہر اک داستاں بولتا دل کي نین
ہر یک بیت ہر یک محل جانشین

وے جو سخنداں ہیں صاحب تمیز
کہ ریجھہ اس ہنر کو دکھیں نت عزیز

گلشن عشق

(مدح)

عنایت کا تجھہ ہت ہے عالم نواز
کوئی ذرہ خورشید تھی سرفراز
وہ عالم کوں سو چانوں لک بات میں
دیکھنا چھپاتا ہی تجھہ ہات میں
دیا ہے توں خاکی کو ایسا شرف
جو تس سجدہ توری کبھی صف بہ صف

(نعت)

یو نعت سرور عالم محمد مصطفے کا ہے
کھلایا گلشن ہستی اول جس نور کا پانی

(مدح بادشاہ)

خصوصاً شہنشاہ عادل علی
ترا نانوں کا ری جو ہے رت بلی
فضیلت میں تجھہ آج ہے بے خطا
کے علم لدنی تجھے ہے عطا

غزل ریختی

اگر کوئی آکے دیکھےگا تو دل میں کیا کہےگا
مجھے بدنام کیا کرتے کہیں میں جاؤنگی چھوڑ
رضا گر مجھے کر دیتے ہی کرونگی گھر میں میں دو
اگر مجھہ ہوویگی مومرت صبح پر آؤنگی چھوڑ

عاجز

عارف‌الدین خاں نام ' عاجز تخلص ' دکن کے باشندے تھے ' اورنگ‌زیب کي فتوحات دکن کے وقت موجود تھے - کلام کے اندر گداز ' کہنہ‌مشقي اور طرز ادا کي خوبي موجود ہے - قصہ فیروزشاہ ' قصہ ملکہ مصر ' قصہ لال و گوہر ' مجموعہ اشعار اُردو (دیوان) ان کي تصانیف ہیں -

نہیں چھوڑا انہوں کا نام مجھہ دل میں ترے غم نے
نہیں باور تو ظالم چوک مت جـز دے کنار اپنا
نہ جاوں کیوں کہ پھر پھر کے ظالم کوہ و صحرا میں
وھـاں فـرھـاد اپنا مـونس اور مجنوں ہے یار اپنا

بـڑا پگڑ بڑا شملہ بڑا کلہ بڑا دھاڑا
بڑھایا ہے بڑي مصلحت سے زاھد نے وقار اپنا

شوخ مسجد کو چلا شوخ شتابي چھپ جـا
دیکھہ ہووےگی ترے دیں کي خرابي چھپ جا

ہاشمی

سید میراں نام، ہاشمی تخلص، بیجا پور کے رہنے والے سید شاہ ہاشم اس دور کے مشہور بزرگ کے مرید تھے، پیر کے نام کی نسبت سے اپنا تخلص ہاشمی اختیار کیا - اپنے پیر کی فرمایش سے یوسف زلیخا کو سنہ ۱۰۹۹ھ میں دکھنی زبان کی مثنوی میں ڈھالا ہے -

کلام میں آورد کا اہتمام زیادہ ہے -

سن پیدائش نا معلوم، وفات سنہ ۱۱۰۹ھ ہے -

(حمد)

ثنا حمد اس کو سزاوار ہے
سکل خلق جس کا یو ستار ہے

(مناجات)

سکت کسی میں ہے جو کرے سر بسر
ابتا "ہاشمی" تو مناجات کر

مرے شعر کرے بادشاہاں پسند
پسند کر کرورا کہیں جو سب ہوشمند

مرے شعر میں دے شجاعت کا بل
جو خوش ہوے سنکر دلیراں سکل

نوٹ - ہاشمی مادرزاد اندھے تھے، ہاشمی مولف "دکن میں اردو" کی رائے ہے کہ ہاشمی ریختی کے موجد ہیں - مرتب -

جب بحر اشک مہرا کرتا ہے جوش طوفاں
ساتوں فلک کی چادر تر کر کھنگالتا ہوں

کیونکر آویں شہر کے نزدیک ' صحرا کے غزال
ہے انہوں کی چوکڑی میں رم ہماری آہ سے
شمع کے شعلہ کو کیا طاقت جو تھامے اس کا زور
برق کے اعضا میں ہے گا خم ہماری آہ سے

دل تیری نگاہوں کے ' تیغوں کی نگاہوں میں
کچھہ وار نظر آویں ' کچھہ یار نظر آویں
ہم آنکھیں تری دیکھیں ' اور تری بھویں دیکھیں
خوںریز نظر آویں ' ناروار نظر آویں

لکھوں جب اپنی آہ داغ دل کے شور کر " عاجز "
قلم توپ اور سیاھی بس بھری باروت بن جاوے

کیفی نگاہ بن دل رنجور ہو رہا ہے
یہ شیشہ مے کی خاطر سب چور ہو رہا ہے

خیال اس شوخ کا کب مجھہ دل بیتاب میں ٹھہرے
کہاں بجلی کا سایہ چشمۂ سیماب میں ٹھہرے

جہاں آباد سے گرمی میں کوئی ظالم نہیں ملتا
سمندر درد کا ہے تو وطن کو آگ دے "عاجز"

کیا کانٹوں کو یوں پامال میں پھر پھر کے صحرا میں
کہ مجنوں آہ کر میرا قدم پکڑا کہا بس بس

—

محتسب کے ہوش کو دارو سے دیتے ہیں اڑا
قلعۂ مینا کو جب مستی سے ہلاتے ہیں ہم

مسجد میں اذاں و بتکدے میں ناقوس
وصف اس کے کمال کا کہاں ہے کہ نہیں

—

لالے کی فصل شاید آئی ہے گلشنوں میں
سب گلرخوں نے لب پر مسی جمائیاں ہیں

مت ستا محتسب اب ہم کو کہ بے جام و شراب
ہم تو اس نرگس مخمور کے متوالے ہیں
اس کے ہم دام محبت میں پھنسے ہیں "عاجز"
بال جس شوخ ستمگر کے گھنگروالے ہیں

وہ دوانا ہوں کہ اب شہر کو صحرا سمجھوں
چتر شاہي کو بگولے کا چھلاوا سمجھوں
یار کے گل و رخسار میں ایسا ہوں دنگ
کہ اندھیرے کو نہ جانوں نہ اجالا سمجھوں

اگر اس شعلہ‌خو کي بزم میں جوں شمع جل سکتے
پتنگے کي طرح جی سے فدا ہونے کو جل سکتے

عجب شور جنوں ہے ان دنوں میرے خیالوں میں
کہو مجنوں کو دو دن چپ رہے مجہول بن جاوے
اڑا لوں جب چمن کی خاک سر پر اس رنگیلے بن
سروں پر بلبلوں کے نکہت گل دھول بن جاوے

دوانو کوہ و صحرا پر جنوں میرا ہوا حاکم
کوئي جاکر کہو فرہاد و مجنوں کا وکیل آوے

مجھسے بیدل کي اگر تصویر کھینچا چاہیے
اے مصور صورت دل‌گیر کھینچا چاہیے

دیکھہ دامنگیر محشر میں ترے ہوئیں‌گے ہم
خوں ہمارا اپنے دامن سے نہ اے قاتل چھڑا

محبت کے چمن کا گل جو بویا ہے یہی دل ہے
بہار عشق کا بلبل جو گویا ہے یہی دل ہے

جدائی کے سخن کو جب گریباں پھاڑ لکھتا ہوں
قلم فی الفور قیلچی ہوکے کاغذ کو کترتا ہے

سنگ طفلاں سے گیا شہر سے ڈر کر مجنوں
ہم رہے ہم کو کہاں آتی یہ دانائی ہے

زردپوش تم ہو اگر شاخ زعفران
"عاجز" بھی باغ عشق کا رنگیں پلنگ ہے

تری برگشتہ مژگاں کا خیال آتا ہے یوں دل میں
دکن کی فوج جوں بھالے پکڑ جلگاہ پر آوے
تری بانکی گلی میں ہم گذر کر سر سے بیٹھے ہیں
خدا وہ دن کرے قاتل کہ تو اس راہ پر آوے

جلجال زندگی سے ' کیا ہو گیا جو چھوٹے
"عاجز" ابھی پڑا ہے ملک عدم کا جھگڑا

خوش نگہ کي ياد ميں ساغر کو جب گرداں کروں
بے تکلف گردن مينا کو نرگس واں کروں
اس حنائي هاتھ کي تعريف خون دل سے لکھ
ريشۂ نخل قلم کو پنجۂ مژگاں کروں

چمن ميں جاکے وہ رنگيں ادا . . مسکراتا هے
گلوں سے رنگ اڑ کر لال سا جلگل کو جاتا هے
همارا اشک خونيں ياد ميں گل رو کے بہ بہ کر
نگہ کو رشتۂ تسبيح يا قوتي بناتا هے [۱]

مثنوي کا نمونه

جلوں کے دشت کا بن کر بگولا
خرد کي راہ کو وحشت سے بھولا
سحر سے شام تک مانند خورشيد
طلب کے فرق پر رکھہ پائے ماليد
غزالوں سرگرم دم تھا
بيابان اس کو گلزار ارم تھا
برس دو لگ چلا جب راہ ميں آہ
نظر ميں اس کے آيا دشت جانکاہ

[۱] چمنستان شعرا - رائے لچھمن نرائن ' شفيق ' اورنگ‌آباد - م انجمن ترقي اردو اورنگ‌آباد - تاريخ زبان اردو - دکن ميں اردو -

"عاجز" ہوں شاہ، ملک جنوں میرے واسطے
سورج کلاہ و چتر فلک ہے زمین تخت

ہے ہمارے بت کا دل پتھر کے چیرے کی طرح
کیا کروں اس کی صفت ہے سخت ہیرے کی طرح

ہر سحر کیا دیکھتے ہو آرسی اے سادہ رو
ہے تمہارے حسن کے دفتر کی دونوں صاف فرد

جب سے اے رنگیں ادا تیرا ہے رنگ گل میں نقش
تب سے میری آہ کا ہے سینۂ بلبل میں نقش

"عاجز" بھی آہ شمع جلاتا ہے باغ میں
روشن اگر گلوں سے ہوا ہے چراغ باغ

باغ میں اس لالہ رو کے آہ جب جاتے ہیں ہم
دل کے داغوں کو گلوں کے تازہ کر آتے ہیں ہم

عشق سے خوش قامتوں کے سبزپوشی کر پسند
سرو کے بوٹے قبا پر اپنے چھپواتے ہیں ہم

بلچھی

حکیم‌الدین نام ' بلچھی تخلص ' بلگرام کے رہنےوالے تھے - حیدرآباد میں قیام کر لیا تھا -

پہلے اپنا تخلص عاجز کہا لیکن عارف‌الدین خاں "عاجز" کا شہرہ ہوا تو بلچھی رکھ لیا - اس سے زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے - غزل میں گداز اور طبیعت میں فطرت‌نگاری ہے - [۱]

صنم بنا تو خدائی کا تجھکو کیا نہ ہوا
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

قیامت ہے تر گھونگٹ کے اوٹوں میں لٹک جانا
ملا انکھیاں سوں انکھیاں مسکرا ہلسکر مٹک جانا
نہیں تم سے چلی ہے ناز کی یہ طرح دنیا میں
کہ دکھلا دور سے جھلکی نہ ملنا اور ٹھٹک جانا

[۱] عارف‌الدین خاں عاجز کے معاصر تھے ' بعض تذکرہ‌نویسوں نے ان کا زمانہ سنہ ۱۰۹۹ھ لکھا ہے - مرتب -

کروں اس دشت کی کیونکر صفت کو
زباں پر کس طرح ڈالوں لغت کو

وہاں ہرگز نہ تھا پانی کا آثار
اجل کا کھیت تھا وہ دشت خونخوار

بیاباں عدم کے تھا برابر
وہاں تھا جہاں عزرائیل کو ڈر

وہاں کی ریت ہیرے کی کنی تھی
وہاں کے کانٹے بھالوں کی انی تھی

وہاں کی گرد تھی پاؤں کی دارو
وہاں کی خاک تھی دوزخ کی بالو

سخن کے درکا مجھکو جوہری کر
سخن سنجوں کو میرا مشتری کر

سخن کا لال دے میری زباں کو
دو ملمع ہے بھر میرے بیاں کو

کلام میں تصوف کا عنصر غالب ہے ، زبان بھی بہتر ہے ، ہر صنف میں سوز و گداز ہے ، سب کے آخیر میں مثنوی "من لگن" لکھی ہے جو نکات تصوف پر مشتمل ہے -

(حمد)

اے روپ ترا رتی رتي ہے　　پربت پربت پتی پتی ہے

(نعت)

اوت اے قلم اس گھڑي نہ گھر جائیں
تک نعت‌نگر کي سیر کر آئیں
ہے نانوں احد نشان احمد
سرخي سواحد ہے پان احمد

(مدح پیر)

مولا کے محب نبي کے نائب
مانس نہیں مظہر العجائب
ساگر ہیں سپور معرفت کے
بل عین ہیں نور معرفت کے

(مدح عالمگیر)

اب بول توں مدح بادشہ کا
ہور اس کي کمالیت کلہ کا
جس کي یو دوبال پن کي عادت
عالمگیری ہے اور عبادت

اس قدر ناداں نہیں ہوں میں کہ دل باتوں میں دوں
عمر گذری اے سجن تم رہی سے عیاروں کے بیچ

کفر و اسلام کی کچھہ بات نہ پوچھو ہم سے
بت عیار کو ہم اپنا خدا کہتے ہیں
در بدر نالہ و فریاد کیا ہم ہر چند
پر کنھوں نے نہیں پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں

شاید کہ آج آوے "پلچھی" ترا تماشا
پھڑ کے ہے آنکھہ ہر دم ' دل کو لگے ہیں دھڑکے

بہ تنگ آیا ہے ایسی قید کے جینے سے جی میرا
قفس میں کب تلک قسمت ہماری ہے خدا جانے [۱]

بحری

قاضی محمود نام ' ان کے والد بحرالدین قاضی دریا کے لقب سے مشہور تھے - قصبہ گوگی کے رہنےوالے تھے - دکنی زبان میں ان کے تمام اصناف سخن کا کافی ذخیرہ تھا جو برباد ہو گیا -

[۱] چمنستان شعرا -

جو درگاہ اس کی اہے بےنیاز
اپس سول اپس ہے وہ بےنیاز
نہ قادر ہے قدرت میں اس سار کا
نہ پیدا کیا ہے اپس سار کا

(آغاز مثنوی)

زباں اور نظر دونوں مل یار ہو
چلے ہیں تماشے کو اک ٹھار ہو
چلے جب تماشے کو مل کے ملوک
تو دیکھتے تمیز کر کو کرتے سلوک
سلوک سوں ہر ایک ملک کالے خبر
تو واقف ہو پھرتے تھے کرتے نظر
کتے ہیں ولایت کو اے دونوں
عجائب شہر ایک پائے دونوں

(تاریخ ف)

یو بارویں صدی میں پھر یو قصہ تمام
جو چودا برس نہیں ہوئے تھے تمام

(نام)

اس عاجز کا ناؤں شاہ بیر اللہ فقیر
جو سید میراں اس کا ہے دستگیر [۱]

[۱] دکن میں اردو -

۱۱

ھوئے جو بہ‌ز دونوں مل مقابل
پڑیا لرزا زمیں لسمان کے دل

(نمونۂ غزل)

ھے سروقد سکے کا جوں پھول ڈال نازک
مکھ پھول پھل رھیا ھے جیسا گلال نازک
مکھ پھول نار کی سوں ڈالی پھول پھل رھیا ھے
پلکویاں سو پھول کیا ھوں دستیں میں گال نازک
بن کیا کہ ناز کی سوں لٹکی سکی اگن میں
گویا دیاں شفق میں دستے حلال نازک [۱]

مجرمی

شاہ بیراللہ نام، بیجاپور کے رھنےوالے تھے؛ کلام میں روانی کا عنصر کم ھے، لیکن قدرت کا پتا چلتا ھے [۲] ان کی تصنیف مثنوی "گلشن حسن دل" ھے جو سنہ ۱۱۰۴ھ میں لکھی گئی، نمونہ یہ ھے:-

(حمد)

جتا حمد ھے سو خدا کونج ھے
ثنا ھور صفت بھی اسی کونج ھے

[۱] دکن میں اُردو -

[۲] دکن میں اُردو -

ان کی تصنیف ذیل کی دو مثنویاں هیں -

[۱] رتن پدم -
[۲] روضة الشهداء -

ریاست خاں ، رئیس ساتگڑھ نے ان کی بہت قدردانی کی تھی ، کچھ دنوں ان کے دربار میں رھے ، اس کے بعد نواب عبدالمجید ساکن کڑپا کے پاس آئے ، نواب نے ان کو سدھوٹ کے قلعے میں ایک عہدے پر مامور کر دیا -

" رتن پدم " میں ولی نے اپنے ان واقعات کا اس طرح ذکر کیا ھے :—

ریاست خاں امیر ایک نامور تھا
سکونت گاہ اس کو ساتگڑھ تھا
اتھا او اهل درد و نیک اعمال
رفاقت میں اتھا میں اس کی خوشحال
قضاراں واں سوں ھو قسمت نے برخاست
سو آیا میں طرف کڑپا کے دھرخواست
نواب عبدالمجید ، ابن الحمید ایک
اتھا واں نامور ، صوبہ سعید ایک
سو او بعد سر شجا پروانہ لکھ کر
بہ سلک نوکراں مجھ منسلک کر
تعین کر مجکوں سدھوٹ کو روانہ
کیا او صاحب شهرین زمانہ
سو حسب الحکم میں سدھوٹ کو آیا
رنگارنگ واں تماشے میں نے پایا

نتھر اولیا

تھر عالم نام، ایک مثنوی ان کی تصنیف ہے اس کا نمونہ یہ ہے اور حالات معلوم نہ ہو سکے [۱] - کلام میں روانی ہے -

---

عجب میں جو زاھد جھٹک آستیں
تما شبکوں جو جوڑی نظر پاک بیں
ایسے دھات شو گشب میں تھار تھار
جہاں شو کھڑا ہے نہیں واں نہار

بچھایاں مرصع کے کرسی اُدھر
بندیا درمیاں پردہ ، باریک تر

ولی دکھنی [۲]

محمد فیاض نام، قوم سید ، وطن ویلور (احاطہ مدارس) ہے - عالمگیر کے معاصر تھے -

کلام میں ، اُردو زبان پر ھندی عناصر کا غلبہ ہے ، روانی اور سلاست کافی ہے -

[۱] دکن میں اُردو -

[۲] - یہ مشہور شاعر ولی اورنگ آبادی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ، بلکہ بالکل دوسرے شخص ھیں - مرتب -

صبائی

احمداباد کے رہنے والے ' ولی کے معاصر تھے [۱] - بالکل عامیانہ مذاق میں کہتے تھے :-

زر سے ہے آشنائی' زر سے ملے ہے بھائی
زر نہیں تو ہے جدائی ' دنیا میں جو ہے زر ہے

احمد

احمد نام اور تخلص ' گجرات وطن ہے ' زیادہ حالات معلوم نہیں - عربی فارسی کے علاوہ سنسکرت اور بھاشا زبانوں کے بھی عالم تھے ' ولی کے معاصر تھے - نمونہ کلام :-

احمد بتائیں کیا کریں اب راہ عشق میں
سر پر تو سانجھ [۲] پڑگئی اور پاؤں تھک گئے

آگاہ [۳]

محمد باقر نام تھا - ذی علم شخص تھے ' تصانیف کثیرہ ان کی طرف منسوب ہیں ' زیادہ تر نظم ہی ان کا میدان

[۱] دکن میں اردو -

[۲] لفظ " سانجھ " بجائے " شام " استعمال کیا ' اس سے ان کے صحت مذاق کا پتا چلتا ہے کیونکہ " تو " اور " پڑگئی " کے درمیان " سانجھ " مناسب اور موزوں ہے - مرتب -

[۳] دکن میں اردو

"ولي" تھرے کرم کي ہے مجھے آس
نہ کر، اُس آس سوں ہرگز تو تھراس

"ولي" ہے یو سبب خالي بہانا
اسي کا کام ہے دینا دلانا [۱]

"روضۃالشہدا" میں ولي نے واقعات کربلا نظم کئے ھیں اس کے علاوہ انہوں نے ایک مناجات بھي لکھي ہے جس کا نمونہ یہ ہے :—

(مناجات)

یا الٰھي زھد و تقویٰ نہں ھوا مجھ ھات سوں
کچھ عبادت ھور ریاضت نہں ھوا مجھ ذات سوں
سر بسر ھوں منفعل اس کام ھور اس بات سوں
یا غفورالذنبوں مجھ حال پر احساں کرو

محمود

محمود بیگ نام، محمود تخلص تھا - بیجاپور کے رھنے والے، ولي کے شاگرد فخري کے معاصر تھے - [۲]

نمونۂ کلام یہ ہے :-

لوگاں کہیں پتھر سوں کچھ سخت نہیں و لیکن
جو کوئي پیا سوں بچھڑا وہ سخت ہے پتھر سے

---

[۱] تاریخ زبان اردو -

[۲] تذکرۂ میر حسن - چمنستان شعرا -

جب اِس سے حسن مطلق ہے نمودار
هوا یہ نام اس کے تئیں سزاوار

نمونہ هشت بہشت :—

سال نہم میں وفود آے بہت
ایمان اس شاہ اُپر لاے بہت
نام اس سال کا ہے سال وفود
معنی اس کے ہے جماعت سن زود
جو وفود آے هیں نزد سالار
ساتھ سے کچھ هیں زیادہ اے یار
هور اس سال میں ہے جنگ تبوک
جس کی سختی میں نہیں ہے کچھ چوک
اس سبب سے بکلام علم
اس کے تئیں " ساعت عسرت " ہے نام

(آغاز سیرت)

شروع حسن سیرت کو کرتا ہوں اب
بیاں مختصر اس کا کرتا ہوں اب
تھے اخلاق سب شاہ کے باکمال
نہ تھا اول ملے کوئی اس کی مثال
کہا عائشہ پاس آ ایک جوان
" کہ اے مادر مہرباں کر بیاں
شہنشاہ کے اخلاق تھے کس وضا
مجھے یک بھک اس کے تئیں سب سنا "

رہا ہے - "آگاہ" پہلے شخص ہیں جنہوں نے اُردو نظم میں سیرت کی مکمل اور صحیح روایات پر مبنی کتاب لکھی ہے، عروض کی پابندیوں کے ساتھ ادبی وادی میں رواں ہیں، ان کی تصنیف میں " ۱- ہشت بہشت " " ۲- من درپن " دو کتابیں ہیں -

پہلی کتاب سیرت میں ہے اور دوسری میں معجزات نبی بیان کئے ہیں - سنہ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی [۱] -

"نمونہ من درپن"

(آغاز)

بحول و قوت پروردگار اب
میں لکھتا ہوں اسے با اختصار اب
بہ ترتیب لطیف و حسن اسلوب
کہ جو دیکھے سو بولے ہے بہت خوب
اگرچہ ، معجزوں کے ذکر اندر
ہیں نسخے بہوت دکھتی اے برادر
ولے اکثر غلط اس کا بیاں ہے
محدث پاس جھوٹ اس کا عیاں ہے
حدیثوں میں نہ ہو جس کوں ٹھکانا
حرام اس کا ہے پڑنا ہور پڑانا
میں "من درپن" رکھا ہوں نام اس کا
جلا دینا ہے دل کو کام اس کا

[۱] محبوب الزمن -

شراب عشق سوں ، کر دل کو سر مست
پکڑلے نیستی نا ہوئے گا ۔ست
مرادِ دل سمجھ لے ، نا مرادی
کہ غم سوں پائیگا توں راہ شادی
بہشتی حور طوبےٰ قد ، پری رخ
مبارک شکل چہرا فال فرخ

پری صورت ہے توں ، لیکن پری نیں
کہ انساں بن یو حسن دلبری نیں
کہ اے روشن گہر ، ماہ جہاں تاب
سوا تج کوں جوانی کا اچھو لاب
فلک اک گوشۂ ایوان ، اس کا
زحل سو کمتریں ، دربان اس کا
کرے مریخ وہاں ، خنجر گذاری
اتی خورشید کوں ، چوکی کی باری
مقابل مطرباں کا راگ ، ہور رنگ
بجی طنبور سر منڈل دف و چنگ
عجب دلکش ہے بزم مے پرستاں
خصوصاً ہوے جب ، ہاے ہوے مستاں

کریگا کون ، میری کارسازی
دوستی ہوئیگی ، عاشق نوازی

کہی عائشہ اسکوں اے ہوشیار
ہے تفصیل اس کی، نہایت سی بہار
و لیکن میں کہتی ہوں اب مختصر
کہ خُلق اس کا قرآں تھا سر بسر

وجدی

وجیہ‌الدین نام، قوم شیخ، کرنول کے باشندے تھے، کلام میں سلاست زبان کا لطف غالب ہے طرز ادا میں بے ساختگی ہے - دکنی اُردو میں ان کی حسب ذیل مثنویاں ہیں -

۱ - باغ جانفزا ضخیم مثنوی ہے - سنہ ۱۱۴۵ ھ میں تصنیف ہوئی چنانچہ باغ جانفزا تاریخی نام ہے -

۲ - پنچھی باچھا، شیخ فریدالدین عطار کی مشہور مثنوی منطق‌الطیر کا ترجمہ ہے - سنہ ۱۱۴۹ ھ میں تمام ہوئی -

۳ - تحفۂ عاشقاں، یہ بھی شیخ فریدالدین عطار کی مثنوی ''گل و ہرمز'' کا ترجمہ ہے - سنہ ۱۱۵۲ ھ میں ختم ہوئی -

نمونہ باغ جاں فزا

دنیا میں رہ کے دنیا سوں جدا اچھ
جدا ہو کر، طلبگار خدا اچھ
قلندر ہو کے ست دے خود پرستی
دیوانا ہو کے دکھلا جوش مستی

اے پنچھی پیارے ، سخن آغاز کر
حمد سوں ، حق کے ، بلند آواز کر
شوق سوں ، ایسا روچایا یک چھچا
جو رہے تر لوگ کا ، عالم لوبھا
گلشن وحدت ، ہے تمرا آشیاں
احدیت کا راز ، سب تجھ پر عیاں
سر کشی سب چھوڑ دے ، ہو سر نگوں
درد سوں کر ، دل کوں اپنے غرق خوں
گر تجھی ہے ، ہمت معلے بلند
دل نکو بردار و تباں سات بند
جانے کا دونوں جہاں سو کر گذر
بیٹھ ذوالقرنین کی ، جاہات پر

ایک دن ، سب جگ کی پنچھی جانوو
مل کر بیٹھے ، جمع ہو یک ٹھار پر
ہے ہر یک فرقہ ، میں یک بادشا
نہیں ہمن کوں بادشاہ ، سو کیا کیا

خاتمہ کی تاریخ لکھتے ہیں :—
جب کیا تارخ کا ، دل میں حساب
تب ہوا میزان کیا خاصا کتاب
سنہ ۱۱۳۶ھ

۱ - باغ جانفزا کي تاريخ اس طرح نکالي هے :—

يو هے بيان خاتمه جي شکر سوں بولتا هوں ميں
تـاريخ جس کے ختـم کا ، آيـا هے بـاغ جاں فزا

——

۲ - پلچهي نامه يا پلچهي باچها :—

اصل ميں يو تها ، کلام فارسي
اهل معنے کـو ، مثـال آرسـي
خوشترين تصنيف شيخ نامدار
پـيـشـواے عـارفـان روز کار
شيخ صـاحبدل ، فـريد نـامور
خاص جن کا هے لقب عطار کر

——

تها ولے جوں ، فـارسي ميں ، يو کلام
کم سمجهه سکتے تهے اس کو، خاص و عام
گرچه ميں بهي کچهه نهيں، معنے شناس
کاں مجهے ، اس کے سمجهنے کا قياس
ليکن اس کو ديکهه کر ، دلچسپ بول
يک بهک يوں دل ملے ، آيا کلول
جـو موافق فهـم اپنـي کے ضعيف
اس کـتـاب خـاص کا ، نظم شريف
قصد کر ، دکهني زباں ميں لیکے آوں
تـار هے دنيا ملے ميـرا بهي ناؤں

خاکي

سید محمد جمال‌الدین نام ، قادري لقب ، خاکي تخلص تھا ، قریب قریب ہر صنف میں شعر کہے ہیں ، ان سب میں خوبي زبان ، طرز ادا اور مضامین تصوف کا غلبہ ہے - سنہ ۱۱۲۱ھ میں مثنوی " فیض عام " لکھي -

جائز نہیں تہیں ، ھجر کي شب کی ، شکایتیں
مجکوں خصوص تو روز وصال تھا

اپنے معشوق سنگ ھو رھنا
ایک دل ایک رنگ ھو رھنا
حال واصل کا ، ہے یہي " خاکي "
دیکھہ دلبر کوں دنگ ھو رھنا

حمد ، اگر ظہور نہ ہوتے جہان میں
پائے خدا کي ذات کوں ، کس کا مجال تھا

صدق ، میں صدیق اکبر ، کبریا
زھد اور تقوی سنگي او ہے رہا

۳ - تحفۂ عاشقاں :—

(آغاز) ر ؟

کروں پاک دل ، هور زباں پاک سوں
ثنا پاک ، اس عاشق پاک سوں

قضارا دسیا مجکوں ، یک بار کا
گل و هرمز ، اس شیخ عطار کا
هوا شوق پیدا ، ملنجھے بعد ازاں
کہ دکنی زباں سو ، کروں ترجماں

قافیہ کے لئے ترجمہ کو ترجمان کہا ہے -

سال تصنیف میں لکھتے ہیں :—

دسے اس کی تاریخ مجکوں عیاں
پچھا نو اسے تحفۂ عاشقاں [۱]

سنہ ۱۱۵۳ھ

[۱] دکن میں اردو -
تاریخ اردوے قدیم -

صنم کا ناز ' عاشق کی نیازی
نزاکت ہے ' نزاکت ہے ' نزاکت

ہوا ' جب کعبۂ مقصود مشہور
زیارت ہے ' زیارت ہے ' زیارت

ہوش کھو ' محو ہو رہا ہوں
دیکھہ کر ' میں ترا ادا ' اے شوخ

پیو ' کل میں محیط ہو بالا
ہے او ظاہر ' نہان ' کچھ کا کچھ

——

ھشیار اے ، او ' بے خبر ' ہے جسم میں ترے ' یزید
یا مار کر غازی ہو توں ' یا مر کہ ہو اس سوں شہید

——

ہوں میں کل قید غیریت سوں ' خلاص
بلکہ دایم ہوں عینیت سوں خلاص
پیو سوں ' نا جدا ہوں ' نا شامل
ہو رہا ہوں میں عبدیت ' سوں خلاص

اب تلک ' منتظر ہیں ہم ' پیو کے
پیو نہ آیا نظر ' خدا حافظ

ھیں عمر ، دائم عدل سوں بے بدل
اس صفت سوں ، اُن کوں حق نازل کیا
ھے حیا کے سنگ نت ایماں قرار
صاحب ایمان عثماں با حیا
ھے ولایت اور شجاعت جس پہ یار
او علی مھلی ھمیں ابلہا
یو خلیفے چار ، برحق جان توں
بے شبہ ، حق مرتبہ ان کوں دیا

مست ھوکے خیال میں رھنا
گم اُسی کے جمال میں رھنا
ناقصوں کا ھے کام اے '' خاکی ''
اپنے فخر و کمال میں رھنا

بلبل کوں ، گل سے مطلب ، خاروں کی کب ھے پروا
جو عشق میں دیا سر ، ماروں کی کب ھے پروا

حق کے مخفی راز کا ، سن لے بھاں
پوچھہ مت ھم ، سن تو اخبار بہشت

تاب کاں ، ھم میں ، جو تصویر صنم کی دیکھیں
نقش ھوجائیں ، کھو دیکھہ اسے دیوار کے سات

ہوش دیکر ، کبھي کریں بےھوش
پھر کبھي ، ھوشیار کرتے ھیں

بندگی کون تو چھوڑ بیٹھا ھوں
موں ، خدائي سوں موڑ بیٹھا ھوں

دلوں پہ نقش ھوا ھیگا ، یار کے ھاتھوں
بنی ھے صورت زیبا ، نگار کے ھاتوں

' خاکی '' سخن کہا ھے ، تصوف کے باب میں
کر غور ، اس کے شعر سوں ، انکار مت کرو

اصل تیرا ھے نام ، بسم اللہ
ورد کر ، صبح و شام بسم اللہ

کون ھے تجھ بنا مرا والي
جو کروں اس سوں داد و فریادی

جسکے بر میں روز و شب دل دار ھے
بت پرستی سوں ، اُسے در کار ھے

ہے نگھہ بان ' در پہ ' مہوش کے
سگ دربان سوں ' تروں کب لگ

——

نہیں ہے مجکوں خوف کچھ ' روز جزا
یا محمد ' توں ہوا ہے جب کفیل

——

کیوں کروں ' میں غیر کے اوپر نگاہ
نہیں جدا ' میری نظر سوں ' او صنم

نور سوں رب کے ' محمد ہے عیاں
ہے عیاں نور نبی سوں ' کل جہاں

——

ہمارے سرکا چھتر ہے ' " جمال " اے " خاکی "
دئے ہیں ' دست کوں ہم ' سایہ دار کے ہاتھوں

——

ارے دل کی ہے روشنی ' جاگنے میں
کہ ہوتا ہے مفلس غنی ' جاگنے میں

——

تری آنکھوں کی کیا کروں ' تعریف
حوض کوثر کے ' خاص کاسے ہیں

'' شاہ گلشن '' مشہور فقیر اور شاعر سے ' ملاقات کی اور اپنے اشعار سنائے ' انہوں نے صلاح دی کہ

'' ایں ہمہ مضامین فارسی کہ بے کار افتادہ اند
در ریختہ بکار ببر از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت

(تذکرۃالشعرا - مہر)

ولی کے کلام میں سلاست اور روانی اِس قدر ہے کہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس دور کے '' داغ '' ہیں - زبان کو خالص اردو بنانے کی پوری کوشش کرتے ہیں ' اپنا مطلب اس طرح ادا کرتے ہیں کہ سننے والا متاثر ہو جاتا ہے غزلوں میں سوز و گداز ' مثنوی میں روانی ' قصائد میں شکوہ ' رباعیوں کے اختصار میں تفصیل مسائل دور سے نمایاں ہیں -

کلیات ولی - نورالمعرفت (تصوف میں) ان کی تصانیف ہیں - بہ‌قول '' آزاد '' ولی سعداللہ گلشن کے شاگرد تھے - ولی کے شاگردوں میں بعض تذکرہ نویسوں نے مرزا '' داؤد '' کا نام لیا ہے جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں :—

کہتے ہیں سب اہل سخن ' اِس شعر کو سن کر
تجھ طبع میں ' '' داؤد '' '' ولی '' کا اثر آیا

سنہ ۱۰۷۹ھ میں بمقام اورنگ‌آباد پیدا ہوئے اور سنہ ۱۱۵۵ھ میں احمدآباد (گجرات) میں وفات پائی -

کہتا ہوں ' ترے نانوں کوں ' میں ورد زباں کا
کہتا ہوں ' ترے شکر کوں ' عنوان بیاں کا

عشق بازی میں کرے عاشق غرور
کم نگاہی کیہ؟ سزا درکار ہے [۱]

آزاد [۲]

فقیراللہ نام ، وطن حیدآباد تھا ، اُن کی غزل پر ولی نے غزلیں لکھی ہیں -

(نمونۂ کلام)

" آزاد " سے لیتا ہوں ، یہ مصرعۂ مناسب
جس سے کہ یار ملتا ، ایسا ہنر نہ آیا

سب صنعتیں جہاں کی ، " آزاد " ہمکو آئین
پر جس سے یار ملتا ، ایسا ہنر نہ آیا

شعرائے اورنگ آباد

۲۰ — ولی اورنگ آبادی

محمد ولی نام ، اورنگ آباد کے رہنے والے تھے -

ولی دہلی بہی گئے تھے ، بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ وہاں اُن کی بہت قدر ہوئی -

[۱] سالنامۂ اخبار رہبر دکن - (حیدرآباد دکن) -
[۲] دکن میں اُردو - چمنستان شعرا -

تجھ تل سے ، اے آفتاب طلعت
ممنون ہوں ، ذرہ پروری کا

صحبت یار بےپروا کی ، دیکھے موں ہے ، رات ہور دن
یہی مطلب ہے ، رات ہور دن نمازی ، ہور نیازی کا

شغل بہتر ہے ، عشق بازی کا
کیا حقیقی و کیا مجازی کا
ج تیری نگہ نے ، مسجد میں
ہوش کھویا ہے ، ہر نمازی کا

چاھتا ہے اس جہاں میں گر ، بہشت
جا تماشا دیکھ ، اس رخسار کا
آرزوئے چشمۂ کوثر ، نہیں
تشنۂ لب ہوں ، شربتِ دیدار کا

کیا کرے تعریف دل ، ہے بےنظیر
حرف حرف ، اس مخزنِ اسرار کا
گر ہوا ہے ، طالب آزاد گی
بند مت ہو ، سبحہ و زنّار کا

هر ذرۂ عالم میں هے ' خورشید حقیقی
یو بوجھ کے ' بلبل هوں ڈ ُهراک غنچه دهاں کا
جاري هوئے آنجھو مرے ' یو سبزۂ خط دیکھ
اے خضر قدم ! سیر کر اِس آب رواں کا

کتابت بھیجنی هے ' شمع بزم دل کوں اے کاتب
پر پروانه اوپر لکھه ' سخن مجھه جانفشانی کا
عزیزان بعد مرنے کے نه بوجھو تم ' که تنها هوں
لکھا هوں ' پردۂ دل پر ' خیال اس یار جانی کا
شراب جلوۂ ساقي اُسوں ' مت کر منع ' اے زاهد
یهي هے مقتضا ' عالم میں ' هنگامِ جواني کا

کیا مدهوش مجھه دل کو ' انیندي نین ساقی نے
عجب رکھتا هے کیفیت زمانه نیم خوابی کا

هوئي هے آرسي جوگن ' ترے مکھه کے تصور میں
بھبھوتی مکھه په لیا ' دم مارتي هے خاکساري کا

طالب نهیں ' ماه و مشتری کا
دیوانه هوا ' جو تجھه پری کا

اے "ولي" ' درد سر کي دارو هے
مجکوں ' اس صندلي قبا کی ادا

دل عشاق کیوں نہ ہو ' روشن
جب خیال صنم ' چراغ هوا

جو "ولي" هے ' مرجع هر جز و کل
وہ مرا مقصودِ جان و تن هوا

سینۂ بلبل و قمری کو کیا ' مدشر درد
جبکہ اس سرو نے ' سیر گل و شمشاد کیا

تب سے هوا هے ' محمل لیلی کي شکل دل
جب سوں ' ترے خیال نے ' دل میں گزر کیا

خدا دیا ہے مجھے ' سو هزار عجز و نیاز
جو سر سے پاؤں تلک ' تجھکوں شکل ناز کیا

صنم گلشن میں جب' خرام کیا
سرو آزاد کو ' غلام کیا

-ہوں لالہ ، بجز آتش خاموش لب یار
مرہم نہیں عالم میں ، "ہوگی" داغ جگر کا

روح بخشے ہے کام ، تجھ لب کا
دم عیسیٰ ہے نام ، تجھ لب کا

آئینہ تجھ سے ہو کے ، ہم زانو
حیرت افزا ہوا ہے ، گلشن کا

اس قد سے ، جس چمن میں ، وہ نو نہال ہوگا
کیا سرو ، کیا صنوبر ، ہر اک نہال ہوگا

یاد آتا ہے مجھے جب ، وہ گلِ باغِ وفا
اشک کرتے ہیں مکاں ، گوشۂ داماں میں آ
حسن تھا پردۂ تجرید میں ، سب سوں آزاد
طالب عشق ہوا ، صورت انسان میں آ
درد مندوں کو بجز درد نہیں صیدِ مراد
اے شہِ ملکِ جلوں ، غم کے بیابان میں آ

نقش دیوار کیوں نہ ہو ، عاشق
حیرت افزا ہے ، بیوفا کی ادا

کیمیا عاشق کے حق میں ہے، نگاہ گل رخاں
گل رخاں سوں جگ کے، پایا ہوں ''ولی'' یہ کیمیا

(نعتیہ)

لا مکاں پر بلا احمد ، جو بلا بٹھلایا
تب ملائک نے وہیں ، صلوا علیکم گایا
حور و غلماں نے ، ترانے سوں ، وہ نغمے بولے
قاب قوسین کا نوشہ ، تو ہے سب کو بھایا
تھے براتی وہاں ، آدم سوں لگا ، تا عیسی
اور جبرئیل امیں ، گوندھ کے سہرا لایا
حق نے ، لولاک لما حق میں محمد کے، کہا
ان سوا ، کون سے مرسل نے ، یہ رتبہ پایا

— —

کیوں ہو سکے ، جہاں میں ، ترا ہمسر ، آفتاب
تجھ حسن کی اگن کا ہے ، یک اخگر آفتاب
دیکھا جو تجھکوں ، آپ سے روشن جہان میں
سر سوں لیا ، نقاب زریں مکھ پر آفتاب

— —

ترے جلوے سوں ، اے ماہ جہاں تاب
ہوا دل سر بسر ، دریاے سیماب

غمزۂ شوخ نے ، بہ نیم نگاہ
کام عشاق کا ، تمام کیا

ہے قد ترا سراپا ، معشوقی ناز گویا
پوشیدہ میرے دل میں ، آتا ہے راز گویا
ہر یک نگہ میں تیرے ، ہے نغمۂ محبت
ہر تار تجھ نگہ کا ، ہے تار ساز گویا
ہے قبلہ رو ہمیشہ ، محراب میں بھواں کے
کرتی ہیں تیری پلکاں ، مل کر نماز گویا

پی کے ہوتے ، نہ کر تو مہ کی ثنا
معتبر نیں ہے ، حسن دور نما
باعث نشۂ دوبالا ، ہے
حسن صورت کے ساتھ ، حسن ادا
اے گل باغ حسن ، مکھ سوں ترے
جلوہ پیرا ہے ، رنگ و بوے حیا

کم نما ہے نو جواں میرا ، برنگ ماہ نو
ماہ نو ہوتا ہے دائم ، اے عزیزاں کم نما
مدعائے عاشقاں ہر آن ہے ، دیدار یار
یار کے دیدار بن ، دوجا عبث ہے مدعا

لب ترے پر ' کہ روح کا ہے قوت
کاتب ناز نے ' لکھا ہے سکوت

جو موا داغ عشق میں ' اس کوں
تختۂ لالہ سوں ' کرو تابوت

اے '' ولی '' سبزۂ لب دلبر
خوشنمائی میں ہے ' لب یاقوت

روایت خضر سے ' پہونچی ہے ' مجھہ کو
کہ اس کا خط ہے ' موج آب یاقوت

شوخ میرا ' بے مہا ہے ' الغیاث
صاحب جور و جفا ہے ' الغیاث

وہ صنوبر قامت گل‌زار حسن
محشر ناز و ادا ہے ' الغیاث

اس کماں ابرو کا ' ہر تیر بلا
جیوں خدنگ بے خطا ہے ' الغیاث

پائمال قاتل رنگیں ادا
خون عاشق ' جیوں حنا ہے الغیاث

بلبل باغ وفا ہوں ' میں '' ولی ''
وہ سراپا بے وفا ہے ' الغیاث

انکھوں کو تیرے دیکھہ کے ' گلشن میں گلبدن
نرگس ہوا ہے شوق سوں بیمار ' الغیاث

ملیا وہ گلبدن جس کوں ' اسے گلشن سوں ' کہا مطلب
جو پایا وصل یوسف ' اس کو پیراہن سوں ' کہا مطلب
سخن ' صاحب سخن کا ' سن کے ملنے کی ہوس مت کر
جواہر جب ہوے حاصل تو پھر معدن سوں ' کہا مطلب

ترے مکھ پر ' اے نازنیں ' یو نقاب
جھلکتا ہے ' جیوں مطلع آفتاب
ادا فہم کی ' دل کی تسخیر کوں
ترا قد ہے ' جیوں مصرعۂ انتخاب

مدت کے بعد ' آج کیا جو ادا سوں بات
کھلنے سے اس لباں کے ' ہوئی حل مشکلات
دیکھے سوں مجھکوں آج شب و روز نیک ہے
وہ زلف و رخ ' کہ جن سوں عبارت ہے دن و رات

زبان حال سوں کہتا ہے یو شمشاد ' ہر ساعت
پڑیں گے قید میں ' اس قد کوں دیکھ ' آزاد ہر ساعت
بچے گا کب تلک ' اے طائر دل ' زور وحشت سوں
نگہ کا دام ' لے آتا ہے وہ صیاد ' ہر ساعت

ہر درد پہ کر صبر ' " ولی " عشق کی رہ میں
عاشق کو نہ لازم ہے ' کرے دکھ سوں شکایت

اگر اشارت ابرو ، کرے وہ ماہ تمام
ھلال بزم میں ، ھو چرخ زن ، بجائے قدح

کیا ہے دفع ، مرے درد سر کوں ، رونے نے
ہوا ہے حق میں مرے خون دیدہ ، صندل سرخ

همیشه ہے ، بہار سرو آزاد
نہ جائے ، دولت حسن خدا داد
خلاصی کیونکہ پائے ، بلبل دل
نگاہ مہرباں ہے ، دام صیاد

گر آرزو ہے تجھکوں ، مقصد کے گل کا کھلنا
تک بند کر زباں کو ، مکھہ میں ، کلی کے مانا

کُھلا ہے ، عقدۂ دل ، تجھہ پلک کی سوزن سوں
ترے ذہن کا ، اشارہ ہے ، قفل دل کی کلید

اے ''ولی'' ترک علائق ، دل کو ، لذت بخش ہے
جیوں ہے ، دنیا دار کو ، فکر سروساماں ، لذیذ

ہے جلوہ گر صنم میں ' بہار عتاب آج
لیتا ہے ' اس کے ناز و ادا کا حساب ' آج
عالم کا ہوش کھونکہ رہے گا ' عجب ہوں میں
چوتا ہے اس کے نین سوں ' رنگ شراب آج
کیا ناز ' کیا غرور ہے اس نوبہار میں
دیتا نہیں ' سلام کا میرے جواب ' آج

جولاں گری میں ' گرم ہے وہ شہسوار آج
سینے سے عاشقوں کے ' اُٹھے ہے غبار آج
بے شک کریگا ' خاطر عشاق باغ باغ
آیا ہے التفات پہ ' وہ نوبہار آج

آخر کو رفتہ رفتہ ' دل خاکسار نے
تیری گلی میں ' آ کے کیا ہے مکان ' آج
شعلے کوں ' دل کے ہچ ہے - جانا فلک اُپر
برپا کیا ہوں ' آہ سوں میں ' نردبان آج

بے تاب آفتاب ہے ' تب سوں جہان میں
دیکھا ہے تجکوں ' جب سکی ' اے رشک نور صبح

زہے طرب ' کہ ہوا بزم عیش میں دم ساز
صنم کے لعل سوں ' یاقوت بے بہاے قدح

رحم بھجا ' ستم برابر ہے
تو رقیباں اُپر ' کرم مت کر

کیا درد کہے ' کون کہے درد مرا ' جا
اے آہ ' مرے درد کی ' تو جا کے خبر کر

اے '' ولی '' آیا ہے ' وہ مقصود دل
خانۂ دل ' خوں سوں ' رنگ آمیز کر

ظلمت کے مصور نے ' صباحت کے صفحے پر
تصویر بنائی ہے تری ' نور کو حل کر

میں ' تجھے آیا ہوں ایماں بوجھ کر
باعث جمعیت جان ' بوجھ کر
رحم کر ' اس پر کہ آیا ہے '' ولی ''
درد دل کا تجھکوں ' درماں جان کر

جلوۂ عشق ہوا ' اس قدر زمیں کو محیط
کہ پارسا کو ہوئی ' موج بوریا زنجیر
زبان قال نہیں ' طفل اشک کوں ' لیکن
زبان حال ' سوں کرتے ہیں عشق کی تقریر

یاد ، تجھہ خط سبز کي ، اے شوخ
زخم دل پر ہے بہ مرہم زنگار
بسکہ پایا ہے ، تجھہ جفا سوں شکست
خانۂ دل ، ہوا ہے ، آئینہ وار

تشبیہہ ، جو تجھہ خط کو دیا ، مشک ختن ، سوں
عالم کوں ، وہ آگاہ کیا ، اپني خطا پر

مت تغافل کو راہ دے ، اے شوخ
جگ ہنسائي نہ کر ، خدا سوں ڈر
ہے جدائی میں ، زندگي ، مشکل
آ جدائي نہ کر خدا سوں ڈر
عاشقاں کوں ، شہید کرکے ، صنم
کف ، حنائی نہ کر ، خدا سوں ڈر
آرسی دیکھہ کر ، نہ ہو مغرور
خود نمائی نہ کر ، خدا سوں ڈر
اس سوں ، جو آشنائے درد نہیں
آشنائی نہ کر ، خدا سوں ڈر
اے "ولي" غیر آستانۂ یار
جبہ سائي نہ کر ، خدا سوں ڈر

اے " ولی " اس کا زہر ' نیوں اترے

جن نے کھایا ہے ' نیرے عشق کا نیش

——

ذوق دیدار یار ہے ' جس کو

طلب عشق میں سدا ہے ' حریص

——

جیوں گل ' شگفتہ رو ہیں ' سخن کے چمن میں ہم

جیوں شمع ' سر بلند ہیں ' ہر انجمن میں ہم

شراب شوق سے ' سرشار ' ہیں ہم

کبھو بے خود ' کبھو ہشیار ہیں ' ہم

دو رنگي سے تري ' اے سرو رعنا

کبھو راضی ' کبھو بیزار ہیں ' ہم

اے آفتاب طلعت ' دل پر مرے نظر کر

تا یک پلک میں ' آوے تجھہ پاس مثل شبنم

صنم کے لعل پر ' وقت تکلم

رگ یاقوت ہے موج تبسم

سختی کے بعد ' عیش کا اُمید وار رہ

آخر ہے روزہ وار کوں ' اک روز عید یہاں

ان نے ، پایا ہے منزل مقصود
عشق جس کا ہے ، ہادی و رہبر
ترک لذت کی ، جس کوں ہے لذت
شکر اس کو ہے زہر ، زہر شکر
آشنایاں کوں ، موج آب وفا
ہے محبت کي تیغ کا ، جوہر

ہوا نہیں ، وہ صنم صاحب اختیار ، ہنوز
بجائے خود ہے ، رقیباں کا اعتبار ہنوز
" ولی " جہاں کے گلستاں میں ، ہر طرف ہے خزاں
ولے بحال ہے ، وہ سرو گلعذار ہنوز

آزاد ، اپنے عشق سوں مت کر ، " ولی " کے تئیں
تیرا غلام ، جگ میں کہایا نہیں ، ہنوز

خواب میں دیکھا تھا ، تیري زلف کوں
دل میں ہے ، باقي پریشاني ، ہنوز

تشنۂ ، آب زندگاني ہوں
بوسہ دیکر بجھا ، تو میري پیاس

پروانہ وار عشق میں تھرے ' جو جھو دیا
اس کا کفن ہے ' رشتۂ شمع نگاہ سوں

سیہ روئی نہ لے جا ' حشر میں دنیاے فانی سوں
سیہ نامے کو ' دھو اے بےخبر ' انجھووں کی پانی سوں

میری طرف سوں ' جا کہو اس ماہ عالم تاب کوں
یک رات ' فرش خواب کر ' مجھ دیدۂ کم خواب کوں
گر عشق میں آیا ہے توں ' اے دل ! گریباں پارہ کر
لیتے ہیں ' اس بازار میں ' بےتابئی سیماب کوں

خدا یا : ملا صاحب درد ' کون
کہ میرا کہے درد ' بے درد کوں

اس کے قدم کی خاک میں ہے ' حشر کی نجات
عشاق کے کفن میں رکھو ' اس عبیر سوں

بخشی ہے ترے نین نے ' کیفیت مستی
تجھ مکھ نے ' خبردار کیا ' بےخبری کوں

دل ہوا ہے مرا ، خراب سخن
دیکھ کر ، حسن بے حجاب سخن
راہ مضمون تازہ ، بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے ، باب سخن

گریۂ عشاق سوں ، خنداں ہے ، باغ بزم حسن
مغز پروانہ سوں ، روشن ہے ، چراغ بزم حسن

خوبئ اعجاز حسن یار ، اگر انشا کروں
بے تکلف ، صفحۂ کاغذ ، ید بیضا کروں
ہندوئے زلف پری رو ہے ، پریشانی فروش
بیچ دیوے مجھکوں ، سودے موں اگر سودا کروں
رات کو آؤں ، اگر ، تیری گلی میں ، اے حبیب
زیور لب ، ذکر '' سبحان الذی اسریٰ '' کروں

میری طرف سے ، جا کے کہو ، اس حبیب سوں
گر مجھ کوں چاہتا ہے تو ، مت مل رقیب سوں
اس بیوفا کی طرز سوں ، شکوہ نہیں '' ولی ''
ہے جنگ ، رات دن مجھے اپنے نصیب سوں

تمھ خیال آنے کی ' پاؤں اگر خبر
سھلے کوں ' داغ عشق سوں گلزار کر رکھوں

اگر وہ شوخ ستمگر ' عتاب میں
جرات جواب کي ' نہ رھے آفتاب میں
تمھری نگاہ مست ' کہ ھے جامِ بےخودي
رکھتی ھے کیفیت ' کہ نہیں ھے شراب میں

عیاں ھے رنگ کي شوخي سوں ' اے شوخ
بدن تمھرا ' قبائے صندلي میں

دل نے تسخیر کیا ' شوخ کوں ' حیرانی میں
آرسی ' شہرۂ عالم ھے ' پري خوانی میں
دل بیتاب ' کہ اک آن نہیں اس کوں قرار
زلف دلدار سے ھمسر ھے ' پریشاني میں

کیونکہ سیری ھو ' حسن سے تیرے
دھوپ کھانے سے ' پیٹ بھرتا نہیں

اے نور جان دیدہ ' ترے انتظار میں
مدت ھوي پلک سوں پلک ' آشنا نہیں

کرے فردوس ' استقبال اس کا
تصور جو کرے ' تجھ گلی کوں

فدائے دلبرِ رنگیں ادا ' ہوں
شہید شاہد گلگوں قبا ' ہوں
کیا ہوں ' ترک نرگس کا تماشا
طلبگار نگاہ با حیا ' ہوں
رکھتا ہوں شوق ' اس کے سخن کا
تشنۂ آب بقا ہوں
قدم اس کے پہ رکھتا ہوں سدا سر
" ولی " ہم مشرب رنگ حنا ' ہوں

میں عاشقی میں تب سوں ' افسانہ ہو رہا ہوں
تیری نگہ کا سوں ' دیوانہ ہو رہا ہوں
شاید وہ گنج خوبی ' آوے کسو طرف سوں
اس واسطے ' سراپا ویرانہ ' رہا ہوں

میں ' یو تجھ لب کوں ' قند بولا سوں
لب کوں ترے ' قند بولا ہوں
قد کو تیری ' کہا ہوں سرو سہی
بات یو ' میں بلند ' بولا ہوں

کیونکہ نکلے ' برہ کے کوچے سوں
زلف تیری نے ' مارڈالے ھیں

صدق ھے ' آب و رنگ گلشن دیں
پاک بازي ھے ' شمع راہ یقیں
جبکہ رویا ھوں ' یاد کرکے تجھے
چشم میري ھے ' دامن گلچیں

——

زلف تری برھمن ' مکھہ ھے ترا آفتاب
مکھہ ھے ترا آفتاب ' زلف تري برھمن

ھے قصۂ دراز کے ' سلکے کی آرزو
اُس زلف تابدار کي ' تعریف سر کرو

مت تمھیں ' انتظار ماہ کرو
ماہ رو کو ' چراغ راہ کرو
سفر عشق کا اگر ھے ' خیال
سمت دل کو ' زاد راہ کرو
سرخ روئي ھے ' عاشقاں کی تمام
گر رقیبوں کو ' روسیاہ کرو

مجھ ' گلشن طرف جانا روا نہیں
اگر گلشن میں ' وہ رنگینی نبا نہیں

مجھ کوں ' تجھ بن کسو سے کام نہیں
فکر ناموس و ننگ و نام نہیں
صف عشاق کو ' بہ کعبہ قسم
بجز آوارگی ' امام نہیں

زندگی ' جام عیش ہے لیکن
فائدہ کیا ' اگر مدام نہیں

خوش قداں ' دل کو ' بلند کرتے ہیں
نام اپنا ' بلند کرتے ہیں

خوبرو ' خوب کام کرتے ہیں
ایک نگہ میں ' غلام کرتے ہیں
کم نگاہی سے ' دیکھتے ہیں وہ
کام اپنا ' تمام کرتے ہیں

گل مقصد کا ' ہار ڈالے ہیں
نقد ہستی ' جو ہار ڈالے ہیں

مبادا محتسب ، سرمست ، سن کر تان مهں آوے
طنبورا آہ کا ، اے دل بجا آهسته آهسته

وفاداري نے دلبر کي ، بجهایا آتش غم کوں
کہ گرمی ، دفع کرتا ہے ، گلاب آهسته آهسته
" ولي " مجهه دل میں آتا ہے ، خیال یار بے‌پروا
کہ جیوں انکهیاں منیں آتا ہے ، خواب آهسته آهسته

ہوا ظاہر ، خط روئے نگار ، آهسته آهسته
کہ جیوں گلشن میں آتي ہے ، بہار آهسته آهسته

گریاں ہے ابر ، چشم مري اشکبار دیکهه
ہے برق بیقرار ، مجهے بیقرار دیکهه
اے شہسوار تو جو چلا ہے رقیب پاس
سینے میں عاشقوں کے ، اُٹها ہے غبار دیکهه

مجهکوں لگتا ہے ، اے پری پیکر
آج تیرا جمال ، کچهه کا کچهه
اثـــر بـــادۂ جـــوانـــی ہے
کر گیا ہوں ، سوال کچهه کا کچهه

اپنی خوبی کے ' اگر طالب ہو
اپنے طالب کو ' جلایا نہ کرو
پاکبازوں میں '' ولی '' ہے مشہور
اس سوں ' چہرے کوں چھپایا نہ کرو

غفلت میں ' وقت اپنا نہ کھو ہشیار ہوشیار ہو
کب لگ رہے گا ' خواب میں بیدار ہو بیدار ہو
وہ نو بہار عاشقی ' ہے جیوں سحر جگ میں عیاں
اے دیدہ ! وقت خواب نیں ' بیدار ہو بیدار ہو

موری طرف ' ساغر بکف آیا ہے ' وہ مست حیا
اے دل ! تکلف بر طرف ' مستانہ ہو مستانہ ہو
مج کوں ' خمار ہجر سوں ' پیدا ہوا ہے درد
اے گردش چشم پری ' پیمانہ ہو پیمانہ ہو
اے عقل کب لگ وہم سوں ' یکجا کریگی خار و خس
آیا ہے سیل عاشقی ' ویرانہ ہو ویرانہ ہو

ترے حسن کو ' جس نے دیکھا نہیں
نصیبوں میں اس کے ' ندامت اچھو

مہں اپنی آنکھوں کو ، واللہ فرش راہ کروں
گزر جو مہری طرف کوں ، وہ شہسوار کرے

مست ہونا عشق مہں تیرے ، صنم
ناکسی ہے ، ناکسی ہے ، ناکسی
باعث رسوائی عالم ، " ولی "
مفلسی ہے ، مفلسی ہے ، مفلسی

اشک خوں آلود ہے ، سامان طغرائے نیاز
مہر فرمان وفاداری ہے ، داغ عاشقی
گر طلب ہے تجھکوں ، راز خانۂ دل ہو عیاں
آہ کی آتش سوں ، روشن کر چراغ عاشقی

دیکھا ہوں جب سوں ، خواب مہں وہ چشم نیم‌خواب
صورت خیال و خواب ہوئی مجھکوں ، خواب کی

زلف نہیں ، تجھہ مکھہ پر ، اے دریائے حسن
موج ہے یہ ، چشمۂ خورشید کی
تجھہ دہن کو دیکھہ کر ، بولا " ولی "
یہ کلی ہے ، گلشن امید کی

اے " ولی " دل کوں آج کرتی ہے
بوے باغ وصال ' کچھ کچھ

حشر کا خوف " ولی " کو تو نہیں ہے واللہ
ہے شفاعت جو وہاں ' احمد مختار کے ہاتھ
ہوا ہے جب سوں ' وہ نور نظر انکھاں سوں جدا
نہیں نظر میں مری ' تب سوں فہر بے خوابی

اس سجن سوں آشنا ہے درد مند
درد دوری ہے وبال دوستی
اے " ولی " ہرآن کر عشق وفا
ہے وفاداری ' کمال دوستی

طریقہ عشق بازاں کا ' عجب نادر طریقہ ہے
جو کئی عاشق نہیں ' اس کوں مسلماں کر نہیں گنتے
گریباں جو ہوا نہیں چاک ' بے تابی کے ہاتھوں سے
گلے کا دام ہے ' اُس کوں گریباں کر نہیں گنتے

وہ راحت دل و جاں ' جب وہاں مقام کیا
ہوا ہے مرہ ' دل و جان بے قرار کرے

غنیمت بوجھہ ملنے کوں ' " ولی " کے
نگاہ پاکبازاں کیمیا ہے

گر تجھکو ہے ' عزم سیر گلشن
دروازۂ آرسی کھلا ہے
یک دل نہیں آرزو سے خالی
برجا ہے ' مثال اگر خلا ہے
تسخیر کیا ہے گوش گل کوں
بلبل کا ' " ولی " عجب نلا ہے

عدم ہے ' تجھہ دھن کا جگ میں ثانی ' اے پری پیکر
اگر " بالفرض والتقدیر " ثانی ہے ' تو ملتا ہے

قد ترا ' رشک سرو رعنا ہے
معنی نازکی سراپا ہے
ساقی و مطرب ' آج ہیں ہم رنگ
نشۂ بے خودی ' دوبالا ہے
اس کے پیچوں کا ' کچھہ شمار نہیں
زلف ہے ' یا یہ موج دریا ہے
سبب دل ربائی عاشق
مہر ہے ' لطف ہے ' دلاسا ہے

ہے عزیزاں ، سہر گلشن ہے گل داغ الم
جلت احباب ہے ، معلی میں باغ زندگی
کیوں نہ ہووے اے "ولی" ، روشن شب قدر حیات
ہے نگاہ گرم گل رویاں ، چراغ زندگی

جسے عشق کا تیر کاری لگے
اُسے زندگی کیوں نہ بھاری لگے
نہ ہووے اُسے جگ میں ہرگز قرار
جسے عشق کی بے قراری لگے

تعریف اُس پری کی ، جسے تم سناؤگے
تا حشر ، اُس کے ہوش کوں ، اُس میں نہ پاؤگے

نہ جاوے تجھکو چھوڑ ، اے گلشن ناز
مرا دل بلبل باغ وفا ہے
مرا دل کیوں نہ جاوے ، اس گلی میں
گلی ، اس دل ربا کی دل کشا ہے
سجن کے حسن کوں ، ٹک غور سے دیکھ
کہ یہ آئینہ " معنی نما " ہے
نہیں وان آب ، غیر از آب خنجر
شہادت گاہ عاشق ، کربلا ہے

لخت دل پر ، خط لکھا ہوں یار کو
داغ دل ، مہر سر مکتوب ہے

ولی " ! جو عشق بازی میں ، حقیقت سوں نہیں واقف
سخن اُس کا قیامت میں ، گل باغ ندامت ہے

غم نہیں ، مجنوں کو ، ہرگز اے " ولی "
خانۂ زنجیر ، اگر آباد ہے

کیوں نہ ہو ، فوارۂ خوں ، جوش زن رگ رگ ستی
ہر نگاہ تیز خوباں ، نشتر فصاد ہے
آسماں اوپر ، نہ بوجھو چادر ابر سفید
جا نماز زاہد عزلت نشیں ، برباد ہے
سرو کی وارستگی اوپر نظر کر ، اے " ولی "
باوجود خود نمائی ، کس قدر آزاد ہے

عشق میں صبر و رضا درکار ہے
فکر اسباب وفا درکار ہے
چاک کرنے جامۂ صبر و قرار
دلبر رنگیں قبا درکار ہے
زلف کو وا کر ، کہ شاہ حسن کوں
سایۂ بال ہما درکار ہے

آ شتابی ، نہیں تو جاتا ہوں
کیا کروں ، دل اُداس ہوتا ہے
تجھ جدائی میں ، نہیں اکیلا میں
درد و غم ، آس پاس ہوتا ہے

مرا دل ، مجھ سے کرکے بے وفائی
پسند خاطر خوباں ہوا ہے
نہ جانوں ! کیا ہے پروانے کے دل میں ؟
کہ جی دینا اسے ، آساں ہوا ہے
برنگ گل ، فراق گل رخاں میں
گریباں چاک ، تا داماں ہوا ہے

دیکھ ! اُس کی کلاہ بارانی
چاند پر ، آج ابر آیا ہے

ظاہر ہوا ہے مجھ پہ ، ترے ناز سوں صنم
رنگیں بہار حسن ، بہار عتاب ہے
پوشیدہ حال عشق رہے کیونکر ، اے "ولی"
غماز تار زلف ، خم پیچ و تاب ہے

عاشق بے تاب سوں ، طرز وفا
جیوں ادا محبوب کی ، محبوب ہے

چھوڑ اے شوخ ! طرز خود کامي
مت هو ' هر ديده باز کا ' دامي
اے " ولي " ! غير عشق ' حرف دگر
پخته مغزوں کے نزد هے خامی

سجن ! تيري غلامي ميں ' کيا هوں سلطنت حاصل
مجھے ' تيری گلی کي خاک هے ' تخت سليمانی
'' ولي '' کوں ' گر ترے نزديک گئي ديکھے ' تو يوں بوجھے
لگي هے صفحهٔ هستي اُپر ' تصوير حيراني

آغوش ميں آنے کی کہاں تاب هے ' اس کوں
کرتي هے نگهه ' جس قد نازک پر گرانی
ت دور هو' اک آن ' ''ولی'' پاس سوں هرگز
اے باعث جمعيتِ ايامِ جوانی

جو ميرے حال کي گردش کوں ' ديکھے
اسے گرداب گرداں ' ياد آوے
' ولی " ! ميرا جنوں جو گئي که ' ديکھے
اسے کوه و بيابان ' ياد آوے

اُس وقت ' مجھے دعوئے تسخير ' بجا هے
جس وقت ' مرے حکم ميں ' وه مشوه گر آوے

عزم اس کے وصل کا ہے ' اے "ولی" !
لیکن امداد خدا درکار ہے

مت نصیحت کر '' ولی '' کو ' اے سخن ناآشنا
ترک کرنا عشق کا ' دشوار ہے ' دشوار ہے

نہ سمجھو خود بخود دل بے خبر ہے
نگہہ میں ' اس پری رو کے ' اثر ہے
مروت ترک مت کر ' اے پری رو
محبت میں مروت معتبر ہے
ترے قد کے تماشے کا ' ہوں طالب
کہ راہ راست بازی ' بے خطر ہے

اگر پوچھے ' وہ بے پروا مرا ناؤں
کہوں '' مشتاق رند لا اُبالی ''

نثار اس کے قدم اوپر ' کروں انجھواں کے گوہر
اگر کرنے کوں دلجوئی ' وہ سرو خوش ادا نکلے

ہر اک نقش قدم سوں ' دستۂ گل جلوہ پیرا ہو
اگر سیر گلستاں کوں ' وہ رشک صد چمن نکلے

انجھوں کي ' اگر مدد نہ ہووے
مجھ دل کا غبار ' کیونکہ جاوے

کہاں ہے آج یارب ! جلوۂ مستانہ ساقي
کہ دل سوں تاب' جي سوں صبر' سر سوں ہوش' لے جاوے

چمن میں جلوہ گر ' جب وہ گل رنگیں ادا ' ہو وے
خزانِ خاطرِ عاشق ' بہار مدعا ہووے

آلودہ کیوں نہ ہووے دامان پاک زاہد
جب دست نازنیں میں ' جام شراب ہووے
تیرے لباں کے آگے بےجا ہے ' اے پری رو
گر آب زندگاني ' موج سراب ہووے
کیوں بے خودي نہ آوے' اس وقت' اے "ولي" مجھ
وہ سرو نازپیکر ' جب مست خواب ہووے

تجھ رخ سے جب کنارے صبح نقاب ہووے
عالم تمام روشن ' جیوں آفتاب ' ہووے

وہ ' مصحف میں تری ' ثاني ہوئے
روز و شب ' جو محو حیراني ہوئے

جاسے ملیں ' غنچے کی نمن ' رہ نہ سکوں میں
گر پی کی خبر لے کے ' نسیم سحر آوے

سرود عیش گاویں ہم ' اگر وہ عشوہ ساز آوے
بجاویں طبل شادی کے ' اگر وہ دل نواز آوے
جنوں عشق میں ' مجھکوں نہیں زنجیر کی حاجت
اگر میری خبر لینے کو ' وہ زلف دراز آوے
" ولی " ! اس گوہر کان حیا کی ' کیا کہوں خوبی
مرے گھر اس طرح آتا ہے ' جیوں سینے میں راز آوے

عالم میں ' ترے ہوش کی تعریف کیا ہوں
ایسا تو نہ کر کام ' کہ مجھ پر سخن آوے

مستی نے تجھ نین کی ' بے خود کیا " ولی " کوں
آوے جو بزم سے میں ' کیوں ہوشیار جاوے

دل چھوڑ کے ' یار کیونکہ جاوے
زخمی ہے شکار ' کیونکہ جاوے
جب لگ نہ ملے ' شراب دیدار
انکھیاں کا خمار ' کیونکہ جاوے
ہے حسن ترا ' ہمیشہ یکساں
گلشن سوں بہار ' کیونکہ جاوے

زندۂ جاوید ، ھہوا کیوں نہ ہوں
موجۂ آب بقا ، شمشیر ہے
کیوں نہ ہوے ، آپ سر سوں ، تا قدم
جوہر کان حیا شمشیر ہے
کعبۂ فتح و ظفر میں ، اے "ولی"
شکل محراب دعا شمشیر ہے

کیا کہے حیراں تیری تعریف ، اے آئینہ رو
مو بمو تیرا سراپا ، ناز کی تصویر ہے

قہر حیرت ہے ، خبر اس آئینہ رو کی کسے
راز کے پردے میں ، جس کی خامشی آواز ہے
رو برو ہونے میں اس کے ، حال دل ظاہر ہوا
جلوۂ آئینہ رویاں ، کاشف ہر راز ہے
درد مندوں کی نظر سوں ، اس کا کرنا ہے بجا
جو برنگ طفل اشک عاشقاں ، غماز ہے

کرنے کو ، سیر راہ حجاز و عراق عشق
عشاق پاس ، ساز و نوا سب نیاز ہے

ہے گل رعنا ، بہار حسن کا
ناز تیرا ، جو نیاز آمیز ہے

عشق میں، اُس رشک لیلیٰ کے "ولی"
مثل مجنوں کے ' بیابانی ہوئے

عشاق کی تسخیر کوں ' بالا یہ بلا ہے
یا ناز مجسم ہے ' کہ تصویر ادا ہے
یا لفظ ہے رنگین ' ہم‌آغوش معانی
یا بر میں ' گل اندام کے ' گلرنگ ' قبا ہے
جانا نہیں گلشن کی طرف ' صبح وہ گلرو
بوجھا ہے کہ ' وہاں آہ میری باد صبا ہے
بیماریٔ عاشق ہے ' تجھ انکھیاں ستی لیکن
صد شکر کہ تجھ لب ملیں ' ہر دکھ کی دوا ہے

تری تعریف کرتے ہیں ملائک
ثنا تیری ' کہاں حد بشر ہے ؟

رگ جاں سوں ' ہوا ہے خوں جاری
یاد تیری پلک کی ' نشتر ہے
مکھ ترا ' بحر حسن ہے جاناں ؟
زلف پر پیچ ' موج عنبر ہے
تجھ بن ' اے نور بخش محفل دل
جال مجلس ' تمام ابتر ہے

کہا تری زلف ، کہا ترے ابرو

هر طرف سوں ، مجھے کشا کش ہے

تجھ بن ، اے داغ بخش سینہ و دل

چمن لالہ ، دشت آتش ہے

مست جام عشق کوں ، کچھ غم نہیں

خاطر ناصح ، اگر ناصاف ہے

جب سوں ، وہ آتا ہے ہمراہ رقیب

درد منداں کا سخن ، اسراف ہے

اے '' ولی '' ! تعریف اس کی ، کیا کروں ؟

هر طرح ، مستغنی از اوصاف ہے

اے دوست ! تیری یاد میں ، دل کو کمال ہے

نقش مراد آئینہ ، تیرا خیال ہے

آ اے مہ دو ہفتہ ، مرے پاس ایک روز

هر آن ، تجھ فراق کے سینے پہ سال ہے

روے زمیں کا ، خال ہے زینت میں اے صنم

تیرا ، جو مثل نقش قدم پائمال ہے

عشق کے راہ کے مسافر کوں

هر قدم ، تجھ گلی میں منزل ہے

شوق کے مرکب کوں ، راہ عشق میں
اے سجن ! تری نگہ ، مہمیز ہے
تجھہ تغافل سوں ، ہوا ہے رو نما
گریۂ عاشق ، کہ خوں آمیز ہے

آج گلگشت چمن کا ، وقت ہے اے نوبہار
بادۂ گل رنگ سوں ، ہر جام گل لبریز ہے

ہم کوں شفیع محشر ، وہ دیں پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری ، عذر گناہ بس ہے
دل لے گیا ہمارا ، جادو سوں وہ پری رو
دیوانگی ہماری ، اس پر گواہ بس ہے

اے صنم ! تیرے دہن کے شوق سوں
ہر کلی میں ، نغمۂ ناقوس ہے

دیکھنا تجھہ قد کا ، اے نازک کمر
باعث خمیازۂ آغوش ہے
کیوں نہ ہو امید کا ، روشن چراغ
شمع محفل سالیٔ مے نوش ہے

ولی "ایراں و توراں میں ہے" مشہور
اگرچہ ، شاعر ملک دکن ہے

عارفاں پر ، ہمیشہ روشن ہے
کہ فن عاشقی ، عجب فن ہے
دشمن دیں کا ، دین دشمن ہے
راہ زن کا چراغ روشن ہے
عشق میں ، شمع رو کے جلتا ہوں
حال میرا ، سبھوں پہ روشن ہے

کہو زاہد سے ، " جاے اس گلی میں "
اگر ، مشتاق فردوس بریں ہے

گلی میں ، اس ستمگر کے ، نہ جا اے دل نہ جا اے دل
کہ جاں بازی میں آفت ہے ، قیامت ہے ، خرابی ہے

مفلسی ، سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار ، کھوتی ہے
کیونکہ مقتضا صنم کا ، ترک کروں
طبیعی ، اختیار کھوتی ہے

اے "ولی" طرز عشق آساں نہیں
آزمایا ہوں، میں کہ مشکل ہے

نشۂ بخشِ عاشقاں، وہ ساقیِ گلفام ہے
جس کی انکھیاں کا تصور، بے خودی کا جام ہے
مت قدم رکھ اس طرف، اے زاہد خلوت نشیں
غمزۂ خوں خوار اس کا، دشمن اسلام ہے

تنہا، نہ بند عشق میں تیرے ہوا، "ولی"
یہ زلف حلقہ دار، دو عالم کا دام ہے

سراپا ناز ہے تو، اے پری رو
مجھے، تیرے سراپا کی قسم ہے

وفا کر، حسن پر مغرور مت ہو
وفاداری، بہار بے خزاں ہے
"ولی" اس کی جفا سوں خوف مت کر
جفا کرنا، وفا کا امتحاں ہے

تری یہ زلف، ہے شام غریباں
جبیں تیری، مجھے صبح وطن ہے

مضطرب عشق سوں ہوں ، مجھکو ملامت نہ کرو
تیغ دل نے کیا ، رشتۂ سیماب مجھے

کیونکر بیٹھوں گوشۂ آرام میں ؟
کھینچتا ہے ، وہ کماں ابرو مجھے

وفا دشمن نہ ہو ، اے آشنا رو
وفا پر ہے ، مدار آشنائي
مروت کے ہمیشہ ہاتھہ میں ہے
عنان اختیار آشنائي

بات رہ جائیگی قاصد ، وقت رہنے کا نہیں
دل تڑپتا ہے ، شتابي لا خبر دلدار کي
اے " ولی " ! اس بے وفا کي مہرباني پر ، نہ بھول
دل کا دشمن ہے ، مگر کرتا ہے باتیں پیار کي

مخمس

عشق کو ، اے دل ! سدا تجرید کي
عاشقي ہے ، ابتدا توحید کی
ترک مت کر ، گفتگو تفرید کی
جس کوں ، لذت ہے سجن کے دید کي
اس کوں ، خوش وقتي ہے صبح عید کي

اے "ولی" آب ' اس پری رو کی
میرے دل کا غبار ' کھوتی ہے

شب فرقت میں ' مونس و ہمدم
بے قراری و آہ و زاری ہے
اے عزیزاں ! مجھے نہیں برداشت
سنگ دل کا فراق بھاری ہے
اب "ولی" لے ' یہ تیری صورت حسن
صفحۂ دل اوپر ' اتاری ہے

عشق ' بے تاب جاں گدازی ہے
حسن ' مشتاق دل نوازی ہے
پاک بازوں سوں ' یہ ہوا معلوم
عشق ' مضمون پاک بازی ہے

تجھ سوں ' ہرگز جدا نہ ہوں اے جان
تلک ' مجھ میں زندگانی ہے

اے "ولی" ! رہنے کوں ' دنیا میں مقام عاشق
کوچۂ یار ہے ' یا کوشۂ تنہائی ہے

مدح شاہ وجیہ الدین

فکر تیری ہے ، آب دانش و ہوش
ہر گل عقل ، تجھ سے ہے سیراب
اے تو ، مجموعۂ فراست تمام
دل ترا ، مطلب ہزار کتاب

ہر سحر ، آفتاب کرتا ہے
تیرے روضے اُپر ، زر افشانی
زندگی بخش ہے ، خیال ترا
یاد تیری ہے ، آب حیوانی

کیا کہوں ؟ گنبد شریف کو میں
اوج میں ہے ، فلک سوں وہ ہمسر
تجھ سے خورشید کوں ، وہ پایا ہے
کیوں نہ ہووے ، فلک سے بالا تر

قصائد

حمد - نعت - منقبت

فکر اُس کا ، محیط اعظم ہے
وہ ہے ، سلطان بارگاہ ازل

عجب ہے تیری، نشۂ صہبائے حسن
رنگ ہے تیرا، چمن آرائے حسن
قد ہے تیرا، رحمت والائے حسن
زلف نہیں، تجھ مکھ پہ، اے دریائے حسن
موج ہے، یا چشمۂ خورشید کی

ترجیع بند

مرے دل میں، وہ سرو گلفام ہے
کہ جس شوخ کا، خوش ادا نام ہے
رخ روشن و زلف مشکین یار
مجھے یاد، ہر صبح و ہر شام ہے
خلاصی نہیں، تا دم زندگی
نکھہ شوخ کی، جیو کا دام ہے
برہ میں، طلب مت کرو صبر کوں
برہ، دشمن صبر و آرام ہے
جو دل، یار کی مجھکو دیوے خبر
نہیں دل، وہ جمشید کا جام ہے
سدا تجھ پری رو کی، خدمت ملیں
مجھے درد مندان کا، پیغام ہے
شتابی خبر لے، کہ بے تاب ہوں
تجھ عشق میں، بے نوا خواب ہوں

محمد وہ کہ جس کے حق میں '' لولاک ''
کہا ہے ' خالق اسلاک و افلاک
عجب گلزار ہے وہ مظہر کل
کہ ہے ' جس باغ کا ' خورشید اک گل
اسی کا ذکر ہے ' ایمان مومن
اسی کی یاد ' اطمینان مومن

ہوا جب چار باغ دین روشن
شریعت کا کھلا ' اس بیچ گلشن
سنواری ' گرد اس کے چار دیوار
حقیقت میں سمجھہ ' ہیں یار وہ چار

تعریف شہر سورت

عجب شہراں میں ہے ' پرنور یک شہر
بلا شک وہ ہے جگ میں مقصد دھر
اہے مشہور اس کا نام سورت
کہ جاوے ' جس کے دیکھے سے کدورت
چمکت کے آنکھہ کا گویا ہے یہ نور
اچھو اس نور سوں ' ہر چشم بد دور
عجب قلعہ ہے وہاں ' اک با قرینہ
انگوٹھی میں دنیا کے ' جیوں نگینہ

جس کی ہمت کی ہے ترازو میں
دو جہاں ' مثل دانۂ خردل
اس کی مجلس میں ' آ ہوا ہے کھڑا
صف آخر میں ' جو ہو اول
ہیں یہ چاروں ' ستون شرع متین
دیں کا ہے ' ان سوں مستقیم محل
مشرق و مغرب و جنوب و شمال
سب کوں ' ان چار ذات سوں ' ہے بل
چار عنصر ہیں ' دین کے تن کے
چار دیوار باغ شرع نبی
ہیں یہ ' اسلام کے صحیفے پر
چار اطراف صورت جدول
ہر دو ' سلطان کشور کونین
ہر دو ' مقبول شاہ روز ازل



عشق تیرا ہے ' موج طوفاں جوش
جس سوں ' ہے عقل کی بنا میں ' خلل
دل ' جو تجھ زلف بیچ ' بند ہوا
کون کھولے ' یہ عقدۂ لا حل



عاشقوں پر ' چلا ہے یہ غمزہ
ہاتھ میں ' لے کے تیغ تیز اجل

رباعیات

(١)

اے جیو دو عالم کا ، ترے مکھ پہ فدا
محتاج تري ذات سوں ، سب شاہ گدا
مجھ عاجز و بیکس پہ ، نظر رحم سوں کر
ہو ناظر و منظور

منقبت حضرت علي

ہر ایک رنگ میں جو دیکھا ہوں ، چرخ کے نیرنگ
ہوا ہوں ، غنچۂ صفت جگ کے باغ میں ، دل تنگ
جہاں کے گل بدناں ، جلوہ گر ہوے ہیں جہاں
اڑاے ان کي تجلي سوں ، عاشقاں کا رنگ
ہو دستگیر مجھے ، یا علي ولي اللہ
کہ اس فلک نے کیا ہے ، کمال مجھ کوں تنگ
وہ شہر حق ، کہ جہاں میں وہ ناصر دیں ہے
کہ جس صدا سوں ہیں ، وحشي جنگل کے مست و تنگ

مدح بیت الحرام

خلقت حق میں ، تو عرفاں کي نظر کھول کے دیکھ
ذرے کعبے کي پتھر ، یہاں ہے جدا اک عالم

فراق گجرات

گجرات کے فراق سوں ہے خار خارؔ دل
بیتاب ہے سینے منیں، آتش بہار دل
مرے سینے میں آکے چمن دیکھ عشق کا
ہے جوش خوں سوں، تن میں مرے لالہ زار دل

قطعات

(۱)

حسن دلبر کا، خواب میں دیکھا
نورِ حق تھا، حجاب میں دیکھا
خود فنا ہو کے، ذات میں ملنا
یہ تماشا، حباب میں دیکھا

(۲)

کلیج مقفلی کی نہیں کنجی ہے، بسم اللہ بن
قفل دل کھلتا نہیں ہمکا، ہمارا آہ بن
رود نیل انکھوں سوں جاری ہے، ندی نالے ہیں آب
باولی ہو گئی ہے یوسف کی زلیخا، چاہ بن

چمن میں شوق کے ، دل کھول ، جیوں گل
اسی گل کے اُپر ، کر دل کوں بلبل
یہ دل معمور کر ، جیوں شیشۂ دل
پریشانی نہ دے ، مانند سنبل
شتابی سوں ، دے اے ساقی مہرباں
برہ کا جام ، جیوں سورج درخشاں
کہ خورشید نبوت کے ، مدح میں
کنول کا دل کھلا ، سہلے کے دح میں
میخانۂ جگ کا ، جسے سر جوش کہا
اس ہاتھ سوں ، عالم نے قدح نوش کہا
اس سید عالم کوں ، جو دیکھا یکبار
یکبار گی عالم کوں ، فراموش کہا

رکھتا ہوں میں دل میں ، درد جانکاہ ہنوز
اے شوخ ! نہیں ہوا تو آگاہ ہنوز
تجھ غم سوں ہیں ، گرچہ چشم پر آب ، ولے
سینے میں بجا ہے ، آتش آہ ہنوز

کونین ، حسن حسین کا ، ممنوں ہے
اس یاد سوں ، عشرت کا سن محزون ہے
اینوں کے اُپر دوا رکھا داغ ، فلک
جس داغ سوں ، لالۂ جگر پر خوں ہے

اس کے مشتاق هیں ' سب اهل زمیں ' اهل سما
شوق کا جس کے لیا ' چرخ پہ؟ خورشید علم

مدح حضرت میراں محی‌الدین

ترے فراق نے ' عشاق کوں کہا امداد
فدائے خون جگر ' هور لباس عریانی
تجهہ اشتیاق کی آتش سوں ' سرفرازئی دل
کہ سر پہ آگ کا شعلہ هے ' تاب سلطانی
ترے چمن کی صبا ' گر کرے چراغ کوں گل
گل چراغ دسے ' جیوں گل گلستانی

مدح شاہ وجیہ‌الدین و روضہ

چراغ یہاں کے ' ستارہ نمن هیں ' گرداں نت
دئے هیں چرخ کوں ' تعلیم سبحہ گردانی
تری طبع کوں ' دیا حق نے ' فہم پر مقصد
تری زباں کوں ' سزاوار هے سخن دانی
هے ملک دیں میں ' تری ذات کو شہنشاهی
هے نقد علم ترا ' سکۂ مسلمانی

مثنویاں

الهی ! دل اُپر دے ' عشق کا داغ
یتھیں کے نہن کوسبق '' گہل ما زاغ ''

کہا کام اس کوں ' پھر کے شراب طہور سوں
پی ' جس نے تجھہ لباں سے ' شراب دو آتشہ

از بسکہ شکستہ دل ہوں ' غم سوں
لکھتا ہوں ' شکست خط سوں نامہ

اے کعبہ رو ' کھڑا تو ہوا ' جیوں ادا کے ساتھ
بولے اکابراں نے ' کہ " قدقامت الصلواۃ "

لام نستعلیق کا ہے ' اس بت خوش خط کی زلف
ہم تو کافر ہوں ' اگر بندے نہ ہوں ' اسلام کے

اس ملاحت کے نون کی ' لذت
جس کا دل ہو کباب ' سو جانے

جب کہ تو ' نین میں سماتا ہے
جیو میرا ' آنکھاں میں آتا ہے

مکھہ ترا ' بحر حسن و زلفاں موج
گردش چشم ' عین طوفاں ہے

فردیات

باج حق کے ، نہیں کوئی واقف ، ہماری آہ کا
مد ہے ، یہ دیوان بیتابی کی بسم‌اللہ کا

مذہب عشق میں ، تری صورت
دیکھنا ہم کوں ، فرض عین ہوا

میں نہ جانا تھا ، کہ تو نادان ہے
دل دیا تھا تجھکو ، دانا بوجھکر

اس نہانے کی ، سن خبر آیا
چشمۂ آفتاب گرم ، نکل

کیا غم ہے اس کوں ، گرمیٔ خورشید حشر سوں
بخت سیاہ ، جس کے سر اوپر ہے سائبان

گر تمنا ہے کہ ہوں روشن دلوں میں سر بلند
مجھ سوں پروانے اپر ہو ، موم دل اے شمع رو

آج کی رین ، مجکوں خواب نہ تھا
دونوں انکھیاں میں ، غیر آب نہ تھا
آہ پر آہ کھیلچتا تھا میں
آج کی رات ، کچھہ حساب نہ تھا

وہ ہلال ابرو ، برنگ ماہ نو
ان دنوں میں ، کم نما ہے ، الغیاث
پائمال قاتل رنگیں ادا
خون عاشق ، برملا ہے ، الغیاث

سجن کے غم سوں ، نکلتا ہے نالۂ بیتاب
ہر ایک رگ ستی ، تار رباب کے مانند

دیکھے ہے ترے داغ کے جلوے کوں ، جگر پر
کیا خوب ، اُتھا نقش ، عقیق جگری پر

غنیمت جان ، اس تن کے قفس میں ، مرغ دم اپنا
نہ پھونچیگا ، بغیر از شوق تا حب الوطن ہرگز

تجھہ طرف اکثر ہیں ، آہن دل رجوع
دل ترا ، کیا ؟ سنگ مقناطیس ہے

شعلہ خو ، جب سوں ، نظر آتا نہیں
تب سوں انگاروں پہ لوٹتے ہے " ولی "

میں ہوں ، تیرے فراق سوں ، اندھا
مردمک ہو کے ، مجھہ نین میں آ

سوز ، یار گداز ہے ، ہمدم
مونس جاں ہے ، آہ اور نالا

سبزۂ خط نے ، رخ یار کو ، بخشا ہے جلا
دیکھو یہ رنگ عجب ، آئینہ پرواز ہوا

بیداد ہے بیداد کہ وہ یار نہ آیا
فریاد ہے ، فریاد ، کہ غم خوار ، نہ آیا
میں جیو کوں ، رکھیا عشق کے بازار میں لیکن
ہیہات ، مرے جیو کا خریدار ، نہ آیا

سدا ہم کو ، خیال رنگ روے یار جانی ہے
ہمارے شیشۂ دل میں ، شراب ارغوانی ہے
تواضع کی توقع ، نونہالاں سوں ، نہ رکھہ اے دل
کہ بے باکی و شوخی لازم وقت جوانی ہے

چار در چار

صنم سات ، جب آکے یاری لگے
یو دکھہ ، درد ، آ عمر ساری لگے
جسے عشق کا ، تیر کاری لگے
اسے جھونا ، پھر کے بھاری لگے

مستزاد

دل چھوڑ کے ، یار کیونکہ جاوے کھٹا ہے میاں
زخمی ہے ، شکار کیونکہ جاوے بسمل ہے یہاں

جس گرد اپر ، پانوں رکھیں تیرے رسول اے یار خدایا
اس گرد کو ، میں کحل کروں ، دیدۂ جاں کا صدیق ہو من سوں

اُس مکاں سے ، تو بھاگ اے دانا
جس مکاں میں ، ہوے ہیں کاگاں جمع

زلف و رخ ہے ترا ، جو لیل و نہار
مجکوں '' واللیل والضحیٰ '' کي قسم
یک قدم ، چھوڑ کر نہ جاؤنگا
مجکوں ہے ، تیری خاک پا کي قسم

کم نگاہی سوں ، دیکھتے ہیں '' ولي ''
کام اپنا ، تمام کرتے ہیں

سوز سوں ، عشق یار کے ، یاراں !
جیوں شمع ، سر سوں گل کے ، جل جاناں

عاشق کوں ہے ، بے تابي و بے طاقتی دل
بن عشق ، جو عالم میں ، فراغت سوں جیا ہے

رہے کیوں ہوش عاشق کا سلامت ، دیکھ یو آفت
تبسم ہے ، نگہہ ہے ، زلف ہے ، چہرا گلابی ہے
ولي '' اُس بیوفا کے قول پر ، کیا اعتبار آوے
کہ ظالم ہے ، غرورگي ہے ، ستمگر ہے ، شرابی ہے

شاخ گل ہے ' یا نہال راز ہے
سرو قد ہے ' یا سراپا ناز ہے

دود آہ شوق مشتاقاں نہیں
خط نہیں یہ حسن کا اغاز ہے

نبض عاشق میں ' تان کا ہے جہو
تانت بجنے میں ' راگ بوجھا ہوں

تو ہے حق سے ' ہم زباں ' ہم کلام
ترا ' قاب قوسین ' ادنی مقام

جب نقش ' اس صنم کا ' نقاش کھینچتا ہے
بازو کے ' کھینچنے میں ' وہ ہات کھینچتا ہے

دیکھ کر ' پانوں کي ترے ' مہندی
مجھکو ' تلوؤں سے آگ لاگي ہے

یار کو دیکھ ' میں ہوا قرباں
اس تجارت میں ' مجھ کو وارا ہے

قطعہ

آہ سوں ، مجھ جگر میں چھید ہوے
فاش ، مجھ عاشقي کے بھید ہوے
اس سیہ دل سوں ، جا کہو یاراں
دو دو دیدے مرے ، سفید ہوئے

فردیات

پتنگ ! جل کہ تجھ موے پیچھے
شمع ، ثابت قدم ہے جلنے میں

عشق کرنا ، تو ایک سیں ، کرنا
عشق دو تھور ، بے حیائي ہے

مکھ ترا ، جیوں روز روشن ، زلف تیري ، رات ہے
کیا عجب یہ بات ہے ، یک ٹھار ، دن اور رات ہے

آج دلبر نے ، مجھ پیام کیا
شکر اللہ ، فلک نے کام کیا

تجھ اُپر جھوں سورج ھویدا ھے
مطلب جملہ ' مصر عالم

اس زمانہ میں حق نے تجکوں کہا
مہتر خلق و بہتر عالم

اے امام جمیع اھل یقیں
قبلۂ راستاں وجہ الدین

(نعت)

عشق میں لازم ھے اول ذات کوں فانی کرے
ھو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے

یاد کے گلزار پر ' دو نین کر ' ابر بہار
یوچ کہاسیئے میں ' دل کوں سنبلستانی کرے

مرتبہ خلت پناھی کا وہ پاوے جو کئی
مثل اسماعیل اول جی کوں قربانی کرے

جوش دے یک بارگی دریا کوں دل کے لہو ستی
گوھر اچھواں کوں ' دو دو رنگ مرجانی کرے

جو اپس تن کوں جلا دے عشق میں ھر صبح و شام
وھچہ کامل ھر سو جھسے ماہ تابانی کرے

سرخرو ھو آبرو دو جگ میں پاوے اے عزیز
دل کوں لوھو کر ' اول لوھو سوں جو پانی کرے

عشق کی آنچ میں جا لے تن کوں جو گئی رات دن
وہ قیامت لگ سو جھوں سورج درخشانی کرے

تا چلد گھوں ' بات تری خوش شکلی کی
اے شوخ ' ترے غمزے نے ' جو گئی سو بھلی کی

ترجیع بند

مدح شاہ وجیہ‌الدین

اے تو مقبول سرور عالم
دے تو فہرست دفتر عالم
جلوہ گر تو ہے آفتاب یقیں
تجھ سوں ' روشن ہے پیکر عالم
علم ظاہر و علم باطن سوں
تو ہے عالم میں رہبر عالم
دل عرفاں سرشت ہے تیرا
مظہر خلق و مظہر عالم
ہے زمیں پر یہ آستان شریف
مرجع خلق و منظر عالم
نام تیرا ہے ' ورد صاحب درد
ذات تیری ہے مفخر عالم
دستگیری ہے تیری ظاہری نت
جب کہ برپا ہو محشر عالم
ہے تیرے نام پر سدا قرباں
روز و شب سال و مہ سر عالم

حمد و نعت و منقبت

لے زبانوں پر تو ، اول اول
نام پاک خدائے عزوجل
لائق حمد نہیں ہے ، اُس بن اور
اس اُپر متفق ہیں ، اهل ملل
یاد اُسکی ہے ، سب اُپر لازم
شکر اُس کا ہے ، مدعائے سکل
آسمان اور زمین کے ، سب ساکن
یاد کرتے ہیں اُس کون ہر پل پل
شکر اس کا ، محیط اعظم ہے
وہ ہے ، سلطان بارگاہ ازل
اسکے بہتر ، اگر شناور ہوں
روز محشر تلک ، سکون نہ نکل
بعد حمد خدائے پھمتا
یاد کر نعت سید مرسل
جسکی ہمت کی ہے ترازو میں
دو جہان مثل دانۂ خر دل
اُسکی مجلس میں ، آ ہوا ہے کھڑا
صف آخر میں جوہر اول
گر ہو وہ آفتاب ، گرم عتاب
آسمان جائیں ، مثل موم پگھل
دیکھ ، اسکے جلال و عظمت کون
بادشاہاں کا دنگ ہے ، دنگل

وهيچه پاوے مطلب " راضیۃً مرضیۃً "

محض للّٰہ جگ میں جو اعمال پلھانی کرے

عشق سوں فارغ جو گگي وہ نحس اکبر ہے مدام

ساتواں کھیدہ پہر اکسر ایوان کھوانی کرے

اپنے مطلب کے سوں ، لیلیٰ کا وهي دیکھے جمال

عشق میں دل کو جو مجنون بیابانی کرے

حشر میں شیریں ہو وہ حق سوں سلے شیریں بچن

شوق میں دل کوں جو فرھاد کھستانی کرے

یا محمد دو جہاں کي عید ہے تجھہ ذات سوں

خلق کوں لازم ہے جي کوں تجھہ پہ قربانی کرے

وہ اچھے آزاد جو بازار میں تجھہ حسن کے

بندگي میں آپ کو ، جیوں ماہ کنعانی کرے

دل جام حقیقت ستي ، جو مست ہوا

مجازی سوں ، زبردست ہوا

یہ باغ دسا ، نظر میں تنکے سوں کم

اور عرش عظیم پگ تلے ، پست ہوا

ہے حسن کي اقلیم میں ، توں شاہ ھنوز

خوبی کا تري مشتری ہے ماہ ھنوز

اس وقت میں تو ہے ، مالک مصر بہار

یوسف کوں ہے ، تجھہ عزیز کي چاہ ھنوز

مدح شاہ وجیہ الدین

ہوا ہے خلق اُپر ' پھر کے ' فضل سبحانی
کیا ہے ابر نے رحمت سوں گوہر افشانی
یہ آب صاف میں گوہر کوں دیکھ ' خجلت سوں
صدف کے پیٹ میں گل کر ہوا ہے جیوں پانی
تمام پات " یسبح بحمدہ " کے بحکم
زبان حال سوں کرتے ہیں ذکر سبحانی
قطار قطرۂ شبنم سوں ' آج سبزۂ خضر
لے سبحہ ہاتھ میں ' کرتا ہے ادعیہ خوانی
ہر اک طرف جو ہوئی ' بسکہ ریزش باراں
کیا ہے آج تفرج نے جوش طوفانی
اِس آب روح فزا کے کمال لطف کوں دیکھ
چھپا ہے پردۂ ظلمت میں آب حیوانی
ہوئی ہے غنچہ نمن ' جگ کوں بسکہ جمعیت
عجب ہے ' اب رہے سنبل ملیں پریشانی
ہر ایک قطرۂ شبنم ہے فہرست گوہر
ہر ایک پات پہ برسا جو ابر نیسانی
ادب سوں ' حضرت حق کے ' زبسکہ سنگے ہے
ہر اک کلی ہے ' سو جیوں کودک دبستانی
چمن میں اُس کے کرم نے دیا ہے ' حکمت سوں
ہر ایک پھول کی پکھڑی کوں ' رنگ مرجانی
یہ لطف دیکھ ہوا ہے ' دماغ بسکہ بحال
بدل ہوئی ہے اِتی ' حافظے سوں نسیانی

گر کرے بحر پر ' غضب کي نظر
ماھیاں جائیں جل کے سُکھکر جل

اُس فصاحت کے ' دسے مجھکوں
نطق سحبان عبارت مہمل

کاملاں سوں ' سنا ھوں یہہ نکتہ
مشق اس کا ھے ھادي اکمل

دیکھہ اُس زلف و مکھہ کوں ' بے جا ھے
بحر اور برمیں عنبر و صندل

بعد اُس آفتاب انور کے
چار ھیں اھل علم و اھل عمل

صاحب صدق و عدل و علم و حیا
ایک سوں ایک اکمل و افضل

اُن کوں اصحاب میں سباقت ھے
دین کوں جو کیے قبول اول

ھیں دبے وہ کہ دین کے بل سوں
کفر کے دست و پا کوں کیئے شل

ھیں تجے وہ کہ جن کے لوھو سوں
رنگ پکڑا کلام عز و جل

ختم خلفا کي کیا کہوں میں بات
جس کے رتبہ کا عرش پر ھے محل

پلکاں کے خنجراں کی صلابت کوں دل میں رکھ
تھری نگہہ کے تھو کی ہیبت کوں دل میں رکھ
سورج نے تن اپس کا سراسر سپر کیا

ہے تجھکوں مرتبہ ملنھں ، کہواں سوں بر تری
تجھ مکھ کوں دیکھ دنگ ہیں : کیا حور ، کیا پری
ناھید میں کسی نے نہ دیکھی ، یہ دلبری
تجھ مہر کا ہوا ہے ، دل و جان سوں ، مشتری
جب سوں ، ترے جمال پہ مہ نے نظر کیا

داؤد

مرزا داؤد ، داؤد ، اورنگ‌آبادی ، کلام ، زبان کے ساتھ سوز و گداز میں ممتاز ہے - سن وفات ۱۱۶۸ھ -

---

عزیزاں ! خواب میں دیکھا ہوں ، آج اُس سرو قامت کو
ہوا معلوم : وقت آیا ہے میری سر فرازی کا

ہوا ہے ابر گریاں ، دیکھ میری چشم گریاں کو
پڑا ہے شور دریا میں ، مرے اس اشک جاری کا

قانون شفا ، نطق میں ہے یار کے موجود
اے دل ، نہ ہوا محتاج طبیباں کی دوا کا

تمام ملک ہوا حق کے فضل سوں آباد
رہا نہیں ہے جگت میں کہاں ویرانی
چراغ گرد میں روضے کے جو ہوئے روشن
ہر اک چراغ ہے جیوں آفتاب نورانی
ہوا ہے بسکہ طراوت سوں ' یہ مکاں سرسبز
ہر اک سفال پہ دستا ہے رنگ ریحانی
ہے ملک دین میں ' تری ذات کوں شہنشاہی
ہے نقد علم ترا سکۂ مسلمانی
ہر اک کوں اس سوں ' خبر نہیں ہے جگ کے صفحے پر
تجھے جو کشف ہوئے رازہائے پنہانی
دیا ہے حق نے تجھے جامع الکمالانی
عطا کیا ہے تری ذات کوں ہمہ دانی
عجب نہیں جو دوے ' عقل کوں وہ آج سبق
جو اس جناب میں آ کر کیا سبق خوانی

مخمسات

تجھ قد نے مجھ نگاہ کوں عالی نظر کیا
تجھ مکھ نے شوق بدر کوں دل سوں بدر کیا
لب نے ترے ' عقیق کوں ' خونیں جگر کیا
مستی نے تجھ نین کی مجھے بے خبر کیا
دل کوں مرے ' بھوؤں نے تری جیوں بھنور کیا
تجھ چشم نیزہ باز کی جرأت کوں دل میں رکھ
تجھ بھواں کی تیغ کی دہشت کوں دل میں رکھ

ہے شراب و کباب و فصل بہار　کوئی اس وقت میں پیا لا دو

کہوں نگہہ کا قدم رہے برجا
مکھ پہ تیرے صنم صفائی سوں

پھر جام چشم مست جسے تم دکھاؤ گے
تا حشر اُس کو ہوش سے اُس کے بھلاؤ گے

محمد مصطفیٰ کی یاد سیتی　میرا دل قلعۂ احمد نگر ہے

اس صنم کے خیال ابرو نے　ناتواں مجھکو جوں ہلال کیا

مجھ بزم میں ، رقیب عبث سرکشی نہ کر
شعلہ پڑا ہے ، شمع پہ مجھ سوز آہ کا

کہتے ہیں عاشقاں مرا احوال دیکھ کر
شاید تو دل دیا ہے کسی بے وفا کے ہات

مست رنگوں کو ، دیکھ کر تیرے
رنگ مہندی چھپا ہے پاؤں ہات

سند پہ بس ہے تجھے مصرعۂ ولی '' داؤد ''
کہ تجھکو شور قیامت سے ہے نیاز کہا

مسند ہے اہل دل کو بساط زمیں کا فرش
ہے بے ریا کو ' بوے ریا ' نقش بوریا

لالہ‌رو کو دیکھ کر ' لالا کا پھول
داغ دل لے ہاتھ دکھلانے لگا
ہجر میں ابرو کے ' ابر چشم رخ
اشک کا برسات ' برسانے لگا

دیکھ تجھ جام چشم کا اک دور
دل کے تئیں نشۂ شراب ہوا

گل بدن ہنستا ہے ' مجھ رونے کو دیکھ
خندۂ گل گریۂ شبنم ہوا

رنگ کاغذ ہوا ہے فاختئی
جب لکھوں سروقد کے تئیں مکتوب

کرو مت وعدۂ کل جان من عشاق بیکل ہیں
جو آپی کل سوں بیکل ہے اسے کہا کام ہے کل سوں

سیہ روزی میں ، میری قدر کو احباب کیا جانیں
اندھیری رات میں ، کس کو کوئی پہچانتا ہوگا

اُس کو پہونچی خبر ، کہ مرتا ہوں
کسی دشمن نے کی سنا ہوگا

بجز رسالت تنہائی ، آسرا نہ رہا
سوائے بے کسی ، اب اور آشنا نہ رہا

جلایا مصحف دل تو نے ، کیوں برق تغافل سے
جو سچ بولوں ، تجھے جھوٹی قسم کھانے کے کام آتا

"عزلت" گمان یوں تھا ، کہ جل کر ہوا ہے راکھ
پھر دود آہ دل میں ، مرا دیدہ تر کیا

کدھر بہتا پھرتا ہے ، اے گریۂ غم
کہ آنکھوں سے ، تیرا خریدار ہوں میں

چین ابروے سجن میں ، مرا دل الجھا ہے
دل کھلے گر کبھی ، دونوں میں گرہ پڑ جائے

کھولکے سیر چاندني کرنے کو نکلے وہ صنم
دیکھنے مہ کا تماشا ' آفتاب آتا نہیں

تیمم اُس کا اوروں کے وضو کرنے سے افضل ہے
کیا ہے جن نے حاصل خاکساري کي عبادت کو

مرا احوال ' چشم یار سے پوچھ
حقیقت درد کی ' بیمار سے پوچھ
مرے حال پریشاں کي حقیقت
صنم کي زلف کے ہر تار سے پوچھ

اے زاہداں ! اُٹھاؤ جبیں کو زمیں سے
جو سر نوشت ہے اسے کاں لگ مٹاؤ گے

عزلت

سید عبدالولي ' سعداللہ سورتي کے بھتیجے تھے - ۱۱۰۳ھ میں پیدا ہوئے - فارسي اور بھاشا میں بھي شعر کہتے تھے - موسیقي اور مصوري میں مہارت رکھتے تھے - ۱۱۶۴ھ میں دھلي آئے اور خان آرزو کو کلام دکھاتے رہے کچھ عرصے بعد اورنگ‌آباد جاکر سکونت اختیار کرلي - ۱۱۸۹ھ حیدرآباد میں وفات پائي اور وہیں میر مومن کے دائرے میں دفن ہیں

تجھ بنا ' اے '' سراج '' ' بعد ولی
کوئی صاحب سخن ' نہیں دیکھا

شکر للہ ' ان دنوں تمہارا کرم ہونے لگا
شیوۂ جور و ستم ' فی الجملہ کم ہونے لگا

ڈورے نہیں ہیں سرخ ' تری چشم مست میں
شاید چڑھا ہے خون ' کسی بے گناہ کا

آہ سوزاں سے مرے ' دامن صحرا میں '' سراج ''
قبر مجنوں پہ ' چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

یار کا دیدار پایا کر ' اے '' سراج ''
شکر رحمٰن کر کے ' تب واصل ہوا

آیا پیا ' شراب کا پیالہ ' پیا ہوا
دل کی دیو کے جوت کا کاجل ' دیا ہوا

تجھ قبا پر ہے ' نرگسی بوٹا
گویا نرگس کا پھول ' ابھی ٹوٹا

لعل تیری بھووں کے ' سچے ہیں
کیوں نہ یاقوت کو ' کہوں جھوٹا

سدھارے گل کہاں ' سوکے پڑے ہیں گلستاں اپے
گئی ہیں بلبلیں کیدھر ' جلا کر آشیاں اپے

دیکھ مت رنگیں چمن کو ' دل مرا غمناک ہے
گل کے ہاتھوں ' خون بلبل کا ' گریباں چاک ہے

اے بلبل ! اتنی رو کے دعا ' ہر سحر تو مانگ
حق تیری آہ سرد ' چمن کی ضیا کرے [۱]

سراج

سراج الدین نام - قوم سید ' اورنگ آباد وطن تھا ' اورنگ آباد کے مشہور بزرگوں میں تھے ' فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے -

بعض اہل رائے کے نزدیک اس دور میں ولی کے بعد تمام خصوصیات میں سراج کا دوسرا درجہ ہے -

فارسی اور اردو کے دو دیوان ہیں - حمزہ دکنی کے شاگرد تھے [۲] سنہ ۱۱۲۷ھ [۳] میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۱۷۷ھ میں [۴] وفات پائی -

[۱] چمنستان شعرا -

[۲] تذکرہ میر حسن - نکات الشعرا - میر تقی -

[۳] تاریخ زبان اردو -

[۴] چمنستان شعرا -

نوٹ — " بوستان خیال " نام کی ایک مثنوی بھی ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے - اپنے دیوان کا ایک انتخاب بھی تیار کیا تھا - مرتب -

ہائے رہ گئی ، دل میں دامنگیریوں کی آرزو
سبزۂ تربت مرا ہے پلنوٹے گہرا حضور

کیا شراب محبت نے ، دل کے خم میں جوش
عجب نہیں ، جو قیامت تلک رہوں بیہوش

جامِ مے الست ہے ، بیخود ہوں اے "سراج"
دور شراب ، ہمیشہ پرمل ہے ، کیا غرض

ب وہ سرو گلزار ادا خوش قد ہوا واقع
پر بلبل ، نشان گل کو دست رد ہوا واقع

شعلہ خو ، جب سے نظر آتا نہیں   لوٹتا ہے تب سے ، انگاروں پہ دل

مجھہ نگیں داغ دل پر ، نقش ہے حرف وفا
عشق کی اُمت میں ہوں ، مہر نبوت کی قسم

کافر ہوا ہوں ، رشتۂ زنار کی قسم
تجھہ زلف حلقہ دار کے ، ہرتار کی قسم
ہرگز مریض ہجر کا ، بن وصل نہیں علاج
اس کے ادا کی نرگس بیمار کی قسم
درشن دکھا کے ، آتش غم کو مری بجھا
میں تشنہ لب ہوں ، درشن دیدار کی قسم

عشق میں شیشۂ سنگدل کے ' " سراج "
شیشۂ ناموس و ننگ کا ٹوٹا

جگت ڈھونڈھ پھرا ' پیو کو نہ پایا ہرگز
دل کے گوشے میں ' مکاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

تو احد ہے ' نام تیرا احمد بے میم ہے
زیب پایا ' تجھ صفت سوں ' ہر ورق قرآں کا

نہیں ہے تاب مجھے ' سامنے ترے جاناں
کہاں " سراج " کہاں آفتاب عالمتاب

شہید خنجر الفت ' ہوا ہوں
سلامت ہے ' سلامت ہے ' سلامت

نہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا
طوق قمری ہے ' طرۂ شمشاد

اے " سراج " آرزوے قند نہیں
شعر تیرا ہے ' جوں نبات لذیذ

کیا خاک آتش عشق نے ، دل بے نوائے "سراج" کو
نہ خطر رہا ، نہ حذر رہا ، مگر ایک بے خبری رہی

(رباعی)

تجھ غم میں ہے ، رنگ‌زردیاناں میرا
دشوار ہے ہر کسی کو پاناں میرا
درکار نہیں ، کہ تجھ گلی میں جاؤں
آنار تیرا بھی ہے ، جاناں میرا

صارم

(میر ، عبدالحئی نام ، صمصام‌الملک خطاب ، اورنگ‌آباد وطن تھا ، سلطنت دکن میں سب سے پہلے '' قلمدان بردار تھے " [۱] ۔

کلام میں ذومعنین اور ایہام کا عنصر غالب ہے - سنہ ۱۱۷۲ھ میں وفات پائی :—

اک آن میں ، حیف کھل گئیں یہ آنکھیں
پھر موند پلک ، میں وہ نہ دیکھا رویا

از بسکہ تم ، اب عشق کی سیکھیں گھاتیں
بھول گئے شادی کی باتیں

[۱] دکن میں اردو ۔

پوچھو ، خود بخود کرتا ہوں تعریف اس کے قامت کی
کہ یہ مضمون ، مجھکو عالم بالا سے آتے ہیں

کیا چلے ، دام نگاہ مہربانی سے ترے
صید ہو جاویں یہاں ، صیاد کی صیادیاں

یاد رکھہ اے دل خوں گشتہ ، کہ جوں تکمۂ لعل
جامہ زیبوں کے گریباں کا گلو گیر نہ ہو

مدت سے گم ہوا ، دل بیگانہ اے " سراج "
شاید کہ جا لگا ہے ، کسی آشنا کے ہاتھہ

تم پر فدا ہیں ، سارے حسن و جمال والے
کیا خط و خال والے ، کیا صاف گال والے

خبر تحیر عشق سن ، نہ جنوں رہا ، نہ پری رہی
نہ تو تو رہا ، نہ تو میں رہا ، جو رہی سو بے خبری رہی
شہ بے خودی نے عطا کیا ، مجھے اب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی ، نہ جنوں کی پردہ دری رہی
چلی سمت غیب سے اک ہوا ، کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم ، جسے دل کہیں سو ہری رہی
نظر تغافل یار کا ، گلہ کس زباں سے بیاں کروں
کہ شراب حسرت و آرزو ، خم دل میں تھی ، سو بھری رہی

دو عالم، نام پر ہے اُس کے شہدا
شہادت کا کہا عالم وہ پیدا

دیکھ عباس، سرور کے علمدار
موے بھائي پڑے ہیں سارے بےچار
کسی نہیں ہے تن کے اوپر
کسی کے ہات کٹ گئے ہیں، سراسر
کسي کا تن ہے، سب زخموں ستي چور
پڑا نزدیک کوئي ہے، کوئي دور [۱]

واقف [۲]

نورالعین، واقف - اِن کے کلام میں صفائي ہے، آورد اور تصنع کا عنصر غالب ہے، ذومعنیین الفاظ اکثر استعمال کرتے ہیں -

آتي ہے بوے خوں مجھے اس لالہ‌زار سوں
اے باغباں! یہ کس کے شہیدوں کا کھیت ہے

تجھے دماغ نہیں گو مجھے بلانے کا
کسو سے پوچھ کہ کیا حال ہے فلانے کا
بہار دیکھی ہے اس باغ کي، خزاں دیکھی
کوئی بھي ایک قراري نہیں زمانے کا

[۱] روضۃالشہدا -
[۲] واقف، شفیق اورنگ‌آبادي کے ہم عصر تھے

مجھے ' گر جاں کنی کا حکم ' وہ شہریں دھاں کرتا
کہا اس کا ' خدا کی سوں ' اوسے[۱۴] پارو بجھاں کرتا

نہیں کھلتا ' بہار و باغ سوں دل
یہی عقدہ ' مجھے مشکل رہا ہے

شہدا

نوازش علی ' شہدا - کلام میں روانی کافی ہے ھندی کا غلبہ کم ہے - ان کی دو مثنویاں مشہور ہیں - ۱ - اعجاز احمد - حضرت رسول اللہ صلعم کی سوانحعمری ' دو جلدوں میں ۲ - روضۃ الاطہار - واقعات کربلا کو نظم کیا ہے -

لکھے راویاں ہیں ' روایت صحیح
میں کرتا بیاں ہوں ' سنو تم صریح
کہ بیٹھے تھے ' اک دن امام الرسل
مہاجر و انصار حاضر تھے ' کل
یہودی اک ' آتا ہے با احتشام
تھا نام اُس کا ' عبداللہ ابن سلام
شرافت میں اُس سا نہ تھا دوسرا
اتھا عقل میں ' علم میں ' وہ رسا [۱]

اول ' حمد خدا سے ہو سرافراز
کروں میں " روضۃ الاطہار " آغاز

[۱] اعجاز

جس وقت جان نکلي ، مجهہ پاس کوئي نہ آیا
شمشیر تهري ، اک دم ، بیٹھي تهی میرے پر

صاف دل آرسي سا کوئی نہیں
لیک ، منہہ دیکھي آشنائي ہے

نکلے ہیں اُجلے بال ، چلاتے ہیں تب سے ہم
بڈھوں کے بیچ ، ہم بهي جوانِ چلندہ ہیں

مہدي

محمد مرتضیٰ ، مہدي ، میر دولت کی فوج میں ملازم تھے ، مرھٹوں کے مقابلے میں سنہ ۱۱۷۴ ھ میں مارے گئے - عبدالولی '' صاحب '' کے شاگرد تھے - کلام میں آورد زیادہ ہے -

نان ، داغ دل ھمارا : آب ، آنکھوں کا سرشک
عشق کي دولت سے ہم نے خوب کچھہ کھایا پیا
چار دن بچھڑا سجن ہم پر قیامت آ گئی
''مہدی'' حیرت ہے کہ تنہا خضر اب تک کیوں جیا

ہر کسي مکھہ کا تاب دیدہ ہوا
یوں جو آئینہ آبدیدہ ہوا

قفس میں دھوم مچتا خوب سی تو مرغ اسیر
کہ تجھکو فکر نہیں کچھ بھی آب دانے کا

عزیز

عزیزاللہ ، عزیز ، اورنگ‌آبادی ، اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے -

مجھ ناتواں میں کیا سکت ، جو بولوں ولیاں کی صفت
" عاجز " عزیزاللہ پر دکھن کے سب پیراں ، مدد

ڈرتا نہیں ہوں بانک و کٹاری کے زخم سے
بانکی نگاہ دیکھ تری تاں کیا ہوں میں

عاشق

میر یحیی نام (' عاشق علی خاں ' خطاب) برہان‌پور ، دکن کے رہنے والے تھے - کلام میں ایہام کا عنصر غالب ہے -

طبیب عشق سیں پوچھا زلیخا نے علاج اپنا
کہا تجھ پر بھلا ہے سورۂ یوسف کا دم کرنا

جام کو لب سے آشنا مت کر نام اس کا ' پیا ' کٹورا ہے

جیت ہے میری عشق بازی میں
جب سے دلبر نے مجھ کو ہار دیا

پڑھ نماز با ریا، ہو وقت رندوں کو نہ چھیڑ
تجھ کو اے زاہد پرائی کیا پڑی؟ اپنی نبیڑ
میکدے کی راہ، اے زاہد! نہ جا؛ جاے خضاب
رند داڑھی کو تری دیویں گے لاٹی سے لتھیڑ

خاک ہونا کیمیاے عشق کی تدبیر ہے
پارۂ بیتابی دل مارنا، اکسیر ہے

آبرو پائی شجاعت نے عطاے خضر سے
موج، نقش بوریاے جوہر شمشیر ہے

ترش روئی سے ہوئی زاہد کو کھانسی آخرش
اِس بہانے اُس کو میں دارو پلاؤں تو سہی

دیکھ چشم "مہر" سے، اے باغباں! وقت خزاں
عندلیباں پھر کہاں اور یہ بہاراں پھر کہاں؟

ضیا

مرزا عطا، ضیا، نے سنہ ۱۱۸۳ھ میں وفات پائی - ان کے کلام میں مہلوشی کے مضمون اکثر آئے ہیں -

---

گرم‌جوشي سعي خورشيد لقا گهر سے نکل
هو گئي صبح ، دم سرد کے بھرتے بھرتے

کرے هے آج چشم علدلهبان روشن ، آئینه
هوا هے اُس کے عکس رو سے رنگ گلشن ، آئینه

مرزا

محمد بیگ یا محمدی بیگ ، مرزا ، دکن کے باشندے تھے - مضمون آفریني کی کوشش کرتے هیں ، طرز ادا میں بیساختگي زبان میں شیریني هے - ان کے شاگردوں میں مهر علي " مهر " مشهور هیں -

---

مرا غم نامه ، اے قاصد! سجن کے هاتھ دو ، دیجو
یهي مضمون هے اس کا کہ انجواں سوں لکھو ، دیجو

" مرزا " کو آج حاجت قاصد نهیں رهي
پیغام بھیجتا هے نگاه رسا کے هاتھ

مهر

مهر علي ، مهر ، اورنگ‌آباد کے رهنے والے اور مرزا کے شاگرد تھے - کلام میں رندانه مضامین اکثر لاتے هیں -

فضلی

شاہ فضل اللہ ، فضلی ، اورنگ آبادی بڑے پائے کے درویش تھے اور غازی الدین خاں فیروز جنگ ان کے بڑے معتقد تھے - شاہ صاحب فارسی میں بھی شعر کہتے تھے - کلام میں ایہام کی کثرت ہے -

---

رکھا ہوں نیم جاں جاناں تصدق تجھ پہ کرنے کو
کہا سب تن کو میں درپن ، اجھوں درشن نہ پائے ہوں

دو بھواں دیکھ کر کہا میں یوں
دو گھڑی رات دن میں آئی کیوں

تجھ ملاحت کے لون کی لذت
جس کا دل ہے کباب ، سو جانے

مصور گر تری تصویر کو چاہے کہ اب کھینچے
لگا دے ایک سارا چاند چہرے کے بنانے کو

زلف کے سلسلے کے طالب کو
پیچ دے کر مرید کرتے ہیں

دیکھتے ہی اس کے خط کی شان ' دل مرجھا گیا
اس دھویں کو دیکھ آنکھوں میں اندھارا چھا گیا

تجھے کیا یاد ہے ساقی وہ عالم بے حجابی کا
ادھر تو جام کا ھلسنا ادھر رونا گلابی کا

*

ادھر تو تم بھووں کو تان کر تیوری چڑھاتے ہو
ادھر میں دل میں ' بسم‌اللہ بسم‌اللہ ' کہتا ہوں

کرتا ہے حشر برپا ' ساقی سے جلد کہنا !
گردن اٹھا اٹھا کر شیشے کا دیکھ رہنا

اے ساقی ! غم کے ماروں کی تسلی کر شتابی سے
گلابی کا بھرا آتا ہے منہ وہ بے حجابی سے

رنگ اڑ گیا سمن کا ' نرگس بھی تک رہی ہے
گلشن میں گلبدن بن کھچڑی سی پک رہی ہے

تری آنکھوں کو ' ساقی ! دیکھ شاید جان جاتی ہے
گلابی پھٹکی ' منہ میں جام کے ' پانی چواتی ہے

تیرے بس میں ہیں ، ہمیں تو چھوڑ دے یا قید رکھ
آپ سے آپ دام میں تدبیر کرنا کیا ضرور

بس تماشی رہنے دو یہ بات ، میاں ! مت بولو
ہم تمہیں دیکھ لیا اور تمہارا اخلاص

جیوں جلا آگ کا آتش ستی ہوتا ہے بھلا
عشق کے درد کو تحقیق دوا ہیگا عشق

شیخ جی آتے ہیں کس دھج سے پکڑ تسبی کو ہاتھ
ماریے گردن میں ایسا ، جاے جو ملکا ڈھلک

کیا کریں عرض حال تیرے پاس
ہم کو دل نیں ، تجھے دماغ نہیں
کوئی بچارا تجھے کہاں ڈھونڈے ؟
ایک جا کا تو بھی سراغ نہیں

لاۓ جواب وہ کوئی 'صاحب' کے شعر کا
جس کو کہ ذہن ثاقب و فکر دقیق ہو

ہمیں کلبۂ چمن میں چھوڑ کر ، صیاد جاتا ہے
خدا جانے کہ ہم سے خوش ہے ، یا ناشاد جاتا ہے

منورالدوله

امرائے دکن کے درباریوں میں تھے - کلام میں گداز اور صفائی دونوں موجود ہیں -

گریباں چاک مطعون جہاں بدنامِ عالم ہو
پڑے خاک اس طرح کے ' ہائے ! رسوائی کے جینے میں

صنم نے میرے سخن کو سن سن ' کہا کہ اتنا نہ مضطرب ہو
جو ابتدا کو نہیں سمجھتا ' تو کیا خبر ہوگی انتہا کی

شفیق

لچھمی نرائن ' کائستھ ' شفیق ' اور ' صاحب ' تخلص کرتے تھے - اُردو اور فارسی کے نامور شاعر تھے -
کلام میں کثرت مشق کا ثبوت زیادہ اور اثر کم ہے - میر غلام علی آزاد بلگرامی کے شاگرد تھے -
ان کی تصنیف تذکرہ چمنستان شعرا مشہور ہے -
۱۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے [۱] -

بہار آئی جنوں نے سر اٹھایا ہے ' خدا حافظ
نسیم صبح نے دل کو ستایا ہے ' خدا حافظ

---

[۱] مخزن نکات - چمنستان شعرا - نکات الشعرا - تذکرۂ میر حسن -

دور اول

حصۂ دوم

(شعرائے دہلی)

آرزو

سراج الدین علی خاں، آرزو، مشائخ اکبرآباد کے خاندان سے تھے، علوم و فنون کی تحصیل کی اور ۲۴ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کی، اور فرخ سیر بادشاہ کی طرف سے گوالیار میں ملازم ہوئے۔ شاعری کا چسکا بچپن سے تھا۔

اردو میں ان کے کلام کی تعداد بہت کم ہے لیکن جو کچھ ہے تغزل کے اعتبار سے بہتر ہے، زبان سلیس، بندش چست، جوش اور جذبات سے لبریز، اس لئے اثر انداز ہے اردو میں فارسی محاورات کا غلبہ ہے۔

ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں:—

۱۔ تنبیہ الغافلین۔ اس میں حزیں کے کلام پر اعتراضات کئے ہیں۔

۲۔ [illegible]۔ اس میں [illegible] معانی میں

۳۔ [illegible] اس میں بیان [illegible]

تجهه زلف میں لٹک نہ رهے دل ' تو کیا کرے
بیکار هے اٹک نہ رهے دل ' تو کیا کرے

جان تجهه پر کچهه اعتماد نہیں
زندگانی کا کیا بهروسا هے

هر صبح اوتا هے تیري برابري کو
کیا دن لگے هیں دیکهو خورشید خاوري کو
دل مارنے کا نسخه پہونچا هے عاشقوں تک
کیا کوئي جانتا هے اس کیمیا گري کو
اس تند خو صنم سے ملنے لگا هوں جب سے
هر کوئي مانتا هے میري دلاوري کو
اپني فسوں گري سے اب هم تو هار بیٹھے
باد صبا یہ کہنا اس دل ربا پری کو
اب خواب میں هم اسکي صورت کو هیں ترستے
اے " آرزو " هوا کیا ' بختوں کي یاوري کو

فلک نے رنج تیر آہ سے میرے زبس کهینچا
لبوں تک دل سے ' شب نالے کو میں نے نیم رس کهینچا
رها جوش بہار اس فصل گر یوں هي ' تو بلبل نے
چمن میں دست گلچیں سے عجب رنج اس برس کهینچا
کیا یوں صاحب محمل نے سن کر شور مجنوں کا
تغافل کیا جو نالہ هے اگر مثل جرس کهینچا

۴ – سراج اللغت – لغت اور فرہنگ میں –

۵ – چراغ ہدایت – فن اصطلاحات میں –

۶ – سکندر نامہ اور قصائد عرفی کی شرح –

۷ – فارسی شعرا کا تذکرہ –

۱۱۶۹ھ میں وفات پائی [۱] –

رات پروانے کی الفت سکے روتے روتے
شمع نے جان دیا صبح کے ہوتے ہوتے
داغ چھوٹا نہیں، یہ کس کا لہو ہے قاتل
ہاتھ بھی دکھ گئے دامن ترا دھوتے دھوتے
کس پریرو سے ہوئی شب کو مری چشم دو چار
کہ میں دیوانہ اٹھا خواب سے سوتے سوتے

عبث دل بیکسی اپنی پہ تو ہر وقت روتا ہے
نہ کر غم اے دوانے عشق میں ایساہی ہوتا ہے

میخانے آج جاکر شیشے تمام توڑے
زاہد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

---

[۱] گلشن ہند – مرزا لطف، رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور۔

تھي زليخا مبتلا يوسف کي اور ليلي کا قيس
يہ عجب مظہر ہے ' جسکے مبتلا ہيں مرد و زن

وہي اک رسماں ہے جس کو ہم تم تار کہتے ہيں
کہيں تسبيح کا رشتہ کہيں زنار کہتے ہيں

ناز بے جا و لطف بے موقع
دلبروں کي ادا ہے کيا کيا کچھ

کريں ہيں يہ ستمگر قتل بے تقصير کيا کہيے
جو انکے ہاتھہ يوں مرنا ہوا تقدير ' کيا کہيے

نہيں معلوم کيا حکمت ہے شيخ' اس آفرينش ميں
ہميں ايسا خراباتي کہا تجھکو بناجاتي [١]

آصف

يحيي خاں نام ' آصف اور امير تخلص [٢] ہزبر جنگ ' آصف الدولہ ' آصف جاہ القاب اور خطاب ہيں ' شجاع الدولہ نواب اودہ کے بيٹے تھے -

---

[١] چمنستان شعرا -
نوٹ - چونکہ سراج الدين علي خاں کے ہم عصر اور شاگرد تھے ' اس وجہ سے کم و بيش سنہ ١١٦٩ ہجري ان کا زمانہ قياس کيا جا سکتا ہے - مرتب -
[٢] تذکرہ مصحفي ميں ان کي غزليں امير کي تخلص سے درج ہيں - مرتب -

نزاکت رشتۂ الفت کی دیکھو سانس دشمن کی
خبردار "آرزو" تک گرم کر گر نفس کھینچا

کھول کر بند قبا کو ، ملک دل غارت کیا
کیا حصار قلب ، دلبر نے کھلے بندوں کیا

دکھائی چشم مست اپنی جو اس رند شرابی نے
نہ دم مارا کٹورے نے نہ ہچکی لی گلابی نے

بہار

ٹیک چند ، بہار ، کلام میں صفائی اور سوز و گداز بھی ہے
سراج الدین علی خاں آرزو کے شاگرد تھے -

بہار عجم مشہور لغت ان کی تصنیف ہے - غزل میں درد اور بلاغت دونوں ہیں ، زبان بھی اس وقت کے اعتبار سے سلیس ہے -

کرے وہ سلطنت یہ عشق میں شیریں کے سر دیوے
تکلف بر طرف ! خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

کھٹکے ہیں عندلیب گرفتار ، مجھکو دیکھ
اسیر چھوٹے کی نہیں اس بہار میں

جب مرنے لگی بلبل شوریدہ قفس میں
" آصف " یہی کہتی تھی بہ تکرار دم نزع
صیاد تجھے بخش دیا خون میں اپنا
تک جا کے دکھا وہ مجھے گلزار دم نزع

کل ھنس کے بولا نالۂ بلبل پہ یوں پتنگ
کم ظرف دیکھہ ہم بھی تو آخر ھیں زار شمع
" دو " کے یہ جواب دیا عندلیب نے
انصاف دل میں کیجیو اے دل فگار شمع
ہے شمع کے بھی دل میں محبت پتنگ کی
گر ہے پتنگ سوختہ جاں ' بیقرار شمع
پروانے کو جلا کے ہوئی شمع بھی تمام
جینا بغیر یار کے ہے ننگ و عار شمع
گل مہرباں سنا ہے کبھی عندلیب پر
تو شکر کر کہ مہر و وفا ہے شعار شمع
میں آہ آہ و نالہ ' نہ کھینچوں تو کیا کروں
جلتی ھیں غم سے میری رگیں ' مثل تار شمع

جہاں تیغ اس کی علم دیکھتے ھیں
وہاں اپنا سر ہم ' قلم دیکھتے ھیں
جو جلوہ صنم تجھہ میں ہم دیکھتے ھیں
خدا کی خدائی میں کم دیکھتے ھیں

سنہ ۱۱۸۷ھ میں شاہ عالم بادشاہ کے زمانے میں فیض آباد کے وزیر ہوے ، کچھ دنوں کے بعد لکھنؤ آئے ، ان کا نام "سخاوت" کے لئے "حاتم" کی طرح مشہور ہے -

غزل میں بہتر رنگ ہے ، آمد کی نرالی شان ہے ، معلوم ہوتا ہے جو کچھ کہتے ہیں دل کی زبان سے کہتے ہیں سلاست ، روانی سب کچھ موجود ہے ، الفاظ کے پھیر میں معانی کو گم نہیں کرتے ، سنہ ۱۲۱۲ھ میں وفات پائی -

---

جنسِ طاعت سے کچھ اپنے تو نہیں پاس "امیر"
مگر احمد کا ہوں ، اور ہے احمد میرا

یا ڈر ہے مجھے تیرا کہ میں کچھ نہیں کہتا
یا حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
کہتا ہے بہت کچھ وہ مجھے چپکے ہی چپکے
ظاہر میں یہ کہتا ہے ، کہ میں کچھ نہیں کہتا

کہا تو نے دیا تھا مجھ کو ساقی
شیشے میں تو واں کچھ نہ نکلا

سوا ہے تیرے لئے تیرا عاشق غم کش
ذرا تو فاتحہ پڑھ چل کے ، تا کہا وسواس

پوچھتے کیا ہو شب ہجر کی حالت ' یارو !
میں ہوں ' اور رات ہے اور بسترِ تنہائی ہے

" آصف " نہ چھوڑ دست سخاوت کو زینہار
لایا ہے کچھ نہ ساتھ ' نہ جاے گا تو لگے

یاں تلک داغ محبت ' دل نے کھائے ہیں کہ بس
سر سے پا تک ایک گویا صورت طاؤس ہے

ہزاروں مردے جیتے دیکھے تیرے بات کرنے سے
لب معجز بیاں میں تیرے ' شاید آب حیواں ہے

تیرے گھر جانے سے یاں اپنا تو ' گھر جاتا ہے
اے مری جان کے دشمن ' تو کدھر جاتا ہے

سرخ چشم ایسی ' کہیں ہوتی ہے بیداری سے
لہو اترا ہے تری آنکھوں میں ' مے خواری سے

جس گھڑی تیرے آستاں سے گئے
ہم نے جانا کہ ' دو جہاں سے گئے
تیرے کوچہ میں نقش پا کی طرح
ایسے بیٹھے کہ پھر نہ واں سے گئے

بتوں کی گلی میں شب و روز '' آصف ''
تماشہ خدائی کا ' ہم دیکھتے ہیں

دل ہمارا خانۂ اللہ ' گو مشہور تھا
سو بتوں کے عشق میں اب وہ بھی بت خانہ ہوا

بڑی شکوہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا
چکے گا روبرو کس کے ' معاملہ دل کا

' آصف '' نہ چھٹے عشق بتاں دل سے ہمارے
سو بار اگر پھر بھی بناویں اسے گھڑ کر

شوخیٔ چشم کی شہرت کو تری ' سن سن کر
شرم سے باغ میں نرگس نے چھپائیں آنکھیں

مرے دل کو ' زلفوں میں زنجیر کیجو
یہ دیوانہ اپنا ہے ' تدبیر کیجو
مرے دل نے زلفوں میں مسکن کیا ہے
یہ مہماں ہے اے شانہ توقیر کیجو

جس جگہہ آنسو گرے ہے ' آبلہ پڑ جائے ہے
آب سے آتش ہوئی کہوں کو بہم ' کیا جانگے

کم صحت گلو ' یہ بخت سہاگونکا رنگ زرد
سونا وهي کہ ' جو ہو کسوٹي کسا ہوا

انداز سے زیادہ نہت ناز ' خوش نہیں
جو خال اپنی حد سے بڑھا سو مسا ہوا
قامت کا سب جگت میں دوبالا ہوا ہے نام
قد اس قدر بلند تمهارا ' رسا ہوا

جدائي کے زمانے کي سجن کیا زیادتی کہئے
کہ اس ظالم کی ہمپر جو گهڑي بیتي ' سو جگ بیتا

چہرے نے سرخ تہرے ' سارے جگت کو موہا
اي لعل ' تہرے سر پر یہ آج خوب سوہا

رخسار کے گل اوپر شبنم ہے یہ پسینا
کیا سرخ ڈانک پر ہے الماس کا نگینا
خجلت سے تجهہ نگہہ کي ' مے ہوگئي ہے پاني
کہنا بجا ہوا ہے ' شیشے کو آبگینا

مشتاق عذر خواہي نہیں '' آبرو '' تو کیا ہے
یوں روٹهہ روٹهہ چلنا ' چل چل کے پهر ٹهٹهکنا

شمع کي طرح رفته رفته هم
سلهو اک دن که جسم و جاںؑ سے گئے

تو اپنے شہوۂ جور و جفا سے کیوں گزرے
تری بلا سے ' مرا دم رہے رہے نہ رہے

ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے
پر همکو چاهئے که تگ‌ودو لگي رہے [۱]

آبرو

نجم الدین نام ' شاه مبارک لقب تها ' لقب هي سے مشہور تھے ' حضرت محمد غوث گوالیاری کي اولاد میں تھے ' خان آرزو سے قرابت تهي ' ابتداے جوانی میں دهلي آئے اور آخر تک رہے - دیوان مختصر ہے لیکن بہتر ہے ' طبع نہیں هوا ہے ' اس کا ایک نسخه " الاصلاح " لائبریري دسنه ' ضلع پٹنه میں موجود ہے ۔

کلام میں گو سلاست نہیں لیکن درد ہے - محاورات میں لطف موجود ہے ' زبان کا خیال زیادہ کرتے هیں - خان آرزو سے تلمذ تها [۲] -

---

[۱] خمخانهٔ جاوید - گلشن هند - سخن شعرا - تذکرهٔ مصحفي -

[۲] گل رعنا -

زمانے بھی لگے مردی پکڑنے   کسب سیکھا چماری نے نری کا

دل تو دیکھو آدم بے باک کا   عشق سے بھرتا ہے ' پتلا خاک کا

ہجر کی راہ میں جو کوئی گرا ' سو پھر نہ اٹھا
قدم پھرا نہیں یاں آکے دستگیروں کا
وہ اور شکل ہی ' کرتی ہے دل کو جو تسخیر
عبث ہے شیخ ترا نقش یہ لکیروں کا

دل کے غنچوں کو کھول جب دیکھا
شوق پایا تمام تجھ لب کا
" آبرو " ابِ زندگی سے لذیذ
جان لیتا ہے جام تجھ لب کا

یہ رسم ظالمی کی ' دستور ہے کہاں کا
دل چھین کر ہمارا ' دشمن ہوا ہے جاں کا

بھتا ہی دل آج میں دلبر سے کہوں گا
نرے کی تہیں بھر منور سے کہوں گا

ہر گدا گوشۂ قناعت میں   شاہ ہے ' ملک بے نیازی کا

یہ سبزہ اور یہ آب رواں اور ابر یہ گھرا
دوانا میں نہیں ' گھر میں رہوں کیُوں چھوڑ کر صحرا

بوسہ لباں سے دینے کہا ' کہہ کے پھر گیا
پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا

نین سے نین جب ملاے گیا
دل کے اندر مرے سماے گیا
تیرے جانے کی سن خبر ' عاشق
یہی کہتا مُوا ' کہ ہاے گیا
سہو کر بولتا تھا مجھہ سیتی
بوجھہ کر بات کو چباے گیا

مل گئیں آپس میں نظریں ایک عالم ہوگیا
جو کہ ہونا تھا سو کچھہ آنکھوں میں باہم ہوگیا
ساتھہ میں تیرے جو کچھہ تھا سو پیارے عیش تھا
جب سے تو بچھڑا ہی تب سے عیش سب غم ہوگیا

نور دیدہ کم ہوا یعقوب کا گریہ کا جاتا ہے ' خالی قافلہ

حق میں عاشق کے مگر لطف ' ستم تھا یا رب
دل لیا جب سے ' مجھے تب سے آزار دیا

هر طرف عشق کي لگي هے هاٹ
دل همارا هوا هے بارہ بـاٹ

زندگی هے سراب کي سي طرح
باو بلدي حباب کي سي طرح
کون چاهے کا گهر بسے تجهکـو
مجهه سے خانه خراب کي سي طرح
تجهه اوپر خون بے گناهوں کا
چڑهه رها هے شراب کی سي طرح

بلبل سے دل کو کهول کهو گل سے تک هلسے
پهر " آبرو " کا وقت کهاں ؟ جب گئی بهار

آج پهر هم سے کر دیا هے اُداس   ان رقیبوں کا جاے ستها ناس
فهر صحبت میں اب لگے جانے   چهوڑ کر اپني " آبرو " کا پاس

نهیں تارے بهرے ' هیں شک کے نقط
اس قـدر نسخـۂ فلک هے غـلط

سانورے کے رو برو هے دل همارا داغ داغ
دیکهه لو کالے کے آگے آج جلتا هے چراغ

لٹي ھے جب سے بات چمن کی زباں اُپر
رنگیں ھوا ھے تب سے بیاں عندلیب کا

جسے ھو زیب ذاتي ' اسکے تئیں ھے عیب آرائش
کرے ھے بد نما البتہ حسن ماہ کو گہنا

ھم سے چرا کے اور سے آنکھیں ملا گیا
ظالم کسي کو مار ' کسي کو جلا گیا

بھتے وہ زرد پوش ' جھلک سے بنا بسنت
چاروں طرف سے آج اتھي جگمگا بسنت

دل نے پکڑي ھے یار کي صورت
گل ھوا ھے بہار کي صورت
کوئی گلرو نہیں تمھاری شکل
ھم نے دیکھي ھزار کی صورت
وصل کے پیچھے ھجر جائے بھول
جوں نشے میں خمار کی صورت
کچھہ* تھہرتي نہیں کہ کیا ھوگی
اس دل بے قرار کي صورت

عشق ہے اختیار کا دشمن ہوش و صبر و قرار کا دشمن

لٹایا چاہئے ہیں خاک و خوں میں مجھ بچارے کوں
سمجھتا ہوں تری شمشیر ابرو کے اشارے کوں

سر سے لگا کے پاؤں تلک دل ہوا ہوں میں
یاں لگ ' ہنر میں عشق کے کامل ہوا ہوں میں

اپنا جمال ' " آبرو " کو ٹک دکھاؤ آج
مدت سے آرزو ہے درس کی بچارے کوں

جب چمن میں جا کے پیارے تم نے زلفیں کھولیاں
لے گئی باد صبا ' خوشبو کی بھر بھر جھولیاں

درد مندی سے اگر دل کے ' ہوئے ہو محروم
رحم فرما کے مرے حال کو اظہار کرو

جلوۂ حسن کو دلدار کے ' گلزار کہو
شوق کو دل کے مرے ' مستئی سرشار کہو
یار سے جاکے مرے درد کا بستار کہو
غم کہو ' رنج کہو ' حسرت دیدار کہو

کب زلیخا شہر میں رسوا ہوئی ' مجنوں سے کم
مرد ہو یا زن کوئی ' ہے سب کے تئیں بدنام عشق

افسردگی یاس سے ہم کو ہوا وصال
پھوڑا ہے آہ سرد کے کانٹے سے ہم نے لال

جلتا ہے اب تلک تری زلفوں کی رشک
ہر چند ہو گیا ہے چمن کا چراغ گل

جلتے تھے تجھکو دیکھ کے غیر ' انجمن میں ہم
پہونچے تھے رات شمع کے ہو کر بدن میں ہم

دلدار کی گلی میں مکرر گئے ہیں ہم
ہو آئے ہیں ابھی تو پھر آکر گئے ہیں ہم

جبکہ ایسا ہو گندمی معشوق
نت گنہگار کیوں نہ ہو آدم

غم کیا ؟ اگر شراب کی مجلس میں ہم نہیں
ہم کو تمہارے عشق کا یہ کیف ' کم نہیں

تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے
کبھی ضد سے تمھیں ہووے سوائے

زلف کی شان مکھ اوپر دیکھو
کہ گویا ' عرش میں لٹکتی ہے

تمہاری ' لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے ' کس طرح کی ہے ' کدھر ہے ؟

دل کب آوارگی کو بھولا ہے   خاک اگر ہو گیا ' بگولا ہے

زندگانی تو ہر طرح کاٹی   مر کے پھر جینا ' قیامت ہے

تبسم سے مجھے ' اس کو نظر سے
کیا ہے دو کو راضی کس ہنر سے [۱]

مضمون

شرف الدین نام ' اکبرآباد کے رہنے والے تھے - ابتدائے شباب میں دہلی گئے اور وہیں رہ گئے -

---

[۱] مخزن نکات - گلشن ہند - تذکرۂ مصحفی -

کس نے ' آ باغ میں حیران کیا نرگس کو
نہیں معلوم کہ یہ دیکھ رہي ہے کس کو

کرے گي شہر میں فتنہ ' سجن ! خواهي نخواهي یہ
تري ' آخر کو سر کھولچے گي ظالم کج کلاهي یہ

کیوں ملامت اس قدر کرتے ہو بے حاصل ہے یہ
لگ چکا ' اب چھوٹنا مشکل ہے اس کا ' دل ہے یہ

شوق ہے اس کي اشکباری کا '' ابرو '' چشم تر ' قیامت ہے

تم ' نے بجھانے کو جب هاتھ بیچ ' نے لي
مجنوں ہوگئے سب ' یہ کس طرح کي ' لے ' لي

کرم فرما ! کہ تیرا نقش پا ' هم خاکساروں کو
چمن میں سر بلندی کو ' گل دستار ہوتا ہے

پھرتے تھے دشت دشت دوانے کدھر گئے
وہ عاشقي کے ' هائے زمانے کدھر گئے

تمہارا دل اگر هم سے پھرا ہے تو بہتر ہے ' همارا بھي خدا ہے

وہ ہے سونا جو ہووے خوب ، کس میں
وہ ہے دلبر ، جو ہووے اپے بس میں

کرے ہے دار بھی کامل کو سر تاج
ہوا منصور سے یہ نکتہ حل آج

جس طرح سے رہے ہے مال کے اوپر کالا
یوں رہے زلف ترے منھ کے اُوپر مار کے پیچ

تجھہ بن زبس کہ پانی ، جاری کئے ہیں رو کر
چشموں سے میں اب اپنے بیٹھا ہوں ہاتھ دھو کر

نہیں ہیں ہونٹھ تیرے پان سے سرخ
ہوا ہے خون سہرا آکے لبریز

تیر مژگاں برسگے ہیں مجھ پر
آپ پیکاں کا اس طرف ہے تھال

کیا سمجھ بلبل نے باندھا ہے چمن میں آشیاں
ایک تو گل بے وفا اور تس پہ جور باغباں

کلام میں سلاست اور درد ہے ' ساتھ ہي ساتھ زبان کي چاشني اور محاورہ بندی بھي ھاتھ سے جانے نہیں دیتے خان آرزو کے معاصر اور شاگرد تھے [۱] -

افسوس مار جھٹ پٹ ' دل کو رکھے ھیں اٹکا
کن ساحروں سے سیکھا ' زلفوں نے تھری ' لٹکا

خوبوں کو جانتا تھا ' گرمي کرینگے مجھ سے
دل سرد ھو گیا ہے ' جب سے پڑا ہے پالا

نہیں ہے زاھدوں کو مے سکي کام
لکھا ہے اُن کي پیشاني میں ' سر کا

ھم نے کیا کیا نہ ترے غم میں ' اے محبوب کیا
صبر ایوب کیا ' گریۂ یعقوب کیا

کوچے میں بھونا کے مارے گئے ھیں عاشق
نکلا ہے ایک '' مضمون '' بھاگوں سے اپني جھٹا

ترا مکھ ہے ' سر چشمۂ آفتاب
نہ لاوے تري حسن کي ماہ ' تاب

[۱] گل رعنا - گلشن بے خار -

اُس دہاں بیچ سخن رکھتا ہوں
مجھ پہ اس بات کو اثبات کر

جب سے چاہا ہے ترا چاہ ذقن
آب چشموں سے مری جاری ہے

نظر آتا نہیں وہ ماہ رو کہیں
گذرتا ہے مجھے یہ چاند خالی

مرے آئینۂ دل سے ترا نقش
جو دیکھا تو کسی صورت نہ جاوے

"مضمون" تو شکر کر کہ ترا نام سن رقیب
غصے سے بہت سا ہوگیا لیکن جلا تو ہے

نہ یہی فتنۂ قد و قامت ہے
ملس کے پھر دیکھنا قیامت ہے [1]

[1] چمنستان شعرا - مخزن نکات - نکات الشعرا - تذکرہ میر حسن -

وهي قلدار خوش آتا هے جو هووے بانکا
خوب لگتي نهيں وه تيغ جو خمدار نهيں

کيا هوا جو خط مرا پڑهتا نهيں
جانتا هے خوب وه " مضمون " کو

چلا کشتي ميں آگے سے جو وه محبوب جاتا هے
کبهي آنکهيں بهر آتي هيں کبهي جي ڈوب جاتا هے
يه ميرا اشک قاصد کي طرح اک دم نهيں تهمتا
کسسي بيتاب کا گويا لئے مکتوب جاتا هے

يار کے قول کو نهيں هے قرار   اس سبب دل کو بيقراري هے

ميرا پيغام وصل ' اے قاصد   کهيو سب سے اسے جدا کرکے

هم فقيروں ميں تمهارا اے مياں کيا کام هے
تم تو طالب زر کے هو اور ياں خدا کا نام هے

کرتا تها نقش روے زمين پر هميں مراد
خالي اگر نهيں تو نهيں بوريا تو هے

ڈوب گئے کئی ملک ، جب کھولی لب دریا پہ زلف
حیف "تاجی" کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

نہ پوچھو ، خود بخود ہے عارض خورشید کی خوبی
لیا ہے ذرہ ذرہ حسن مہرویاں سے کر چندا

توس قزح ہے ، چرچا کرتا ہے تجھ بھواں کا
شاید کہ سر پھرا ہے اب پھر کر آسماں کا

کر آزاد دام زلف سے دل   بال باندھا غلام ہے تیرا

سخن سن ، اس بت کافرادا کا   جیا ہوگا کوئی بندا خدا کا

رنگ تیرا گندمی دیکھ اور بدن مخمل سا صاف
ہوش کھو کر آدمی بھولے ہیں اپنے خور و خواب

دیکھ ! ہم صحبت کی دولت سے نہ رکھ چشم کرم
لب صدف کے تر نہیں ، ہر چند ہے گوہر میں آب

محبت سوں ملي کی دیکھ "تاجي"
ہوا ہے دل سرا ، اب حیدرآباد

-

محمد شاکر نام ' امیر خاں محمد شاہیؒ کے داروغہ نعمت خانہ تھے - لیکن تیز اور ذہین تھے ' نوجوانی میں انتقال ہو گیا -

ان کے کلام میں پند و نصائح تغزل ' محاورہ بندی کے پھولوں کے ساتھہ کسی قدر ابتذال کے کانٹے بھی ہیں -

لفظی ایر پھیر میں اکثر معنی کی قربانی کر دیتے ہیں [۱] ۰

روا کب ہے مجھہ اوپر تیغ کو ہر دم علم کرنا

مری تقصیر بھی کچھہ کی ہے ثابت ' یا ستم کرنا

بلند آواز سے گھڑیال کہتا ہے کہ اے غافل

کٹی یہہ بھی گھڑی تجھہ عمر سے اور تو نہیں چیتا

نمکیں حسن دیکھہ کر پی کا رنگ گل کا مجھے لگا پھیکا

تری نگاہ کی کثرت سے اے کماں ابرو

ہمارے سینے میں تودا ہوا ہے تیروں کا

مجھکو باتوں میں لگا ' معلوم نہیں کیا کہہ گیا

لے چلا جب دل کے تئیں منھہ دیکھتا میں رہ گیا

(۱) گل رعنا - نکات الشعرا - تذکرہ میر حسن -

نرگس کي نگهن مهن هرگز، لاتا نههن نظر مهن
ديکهي ههن مهن نے آخر پيارے تمهاري آنکههن

نه سير باغ، نه ملنا، نه ميٹهي باتهن هيں
يه دن بهار کے اے جان مفت جاتے هيں

عيد هوتي، جو کوئي افطار کرتا جس کے گهر
اب بتاويں، هے کا روزه ديکهه کر مهمان کو

هے غرض ملنے مهں نه الفت کچهه اس بيدرد کو
بوجهتا هے کان زر، عاشق کے رنگ زرد کو

آج تو "ناجي" سجن سے کر تو اپنا عرض حال
مرنے جينے کا نه کر وسواس هوني هو سو هو

زلف کيوں کهولتے هو دن کو صنم
مکهه دکهايا هے تو نه رات کرو

غم نهيں گر دلبري سے دل کو ليجاتا هے وه
پاس ميرے تب تو آتا هے جو دل پاتا هے وه

گو سلیماں کا تخت دیں، مت لے
کہ سب آخر کو جائے گا برباد

اغنیا کے دربدر، مقدور جب تک ہو، نہ جا
سخت حاجت ہو تو جا، لاچاری ہے جا ضرور

چاہئے اشراف کو، مفلس ہو، مجلس میں نہ جا
گو کہ وہ دبلا نہ ہو پر بوجھتے ہیں سب حقیر

انگوٹھی لعل کی کرتی قیامت آج اگر ہوتی
جنھوں کی آن پہونچی لو مرے وہ ایک چھلے پر

دیکھ دلبر تری کمر کی طرف
پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف
حشر میں پاک باز ہیں "ناجی"
بد عمل جائیں گے سقر کی طرف

کرلے کرم اے مہرباں، پھر ہم کہاں اور تم کہاں
نہیں دیکھ سکتا آسماں، پھر ہم کہاں اور تم

ملنے کو نوخطاں کے، واعظ برا کہے ہے
معقول ہیں یہ باتیں، ہم خوب جانتے ہیں

(مخمس)

قضا سے بچ گیا مرنا نہیں تو ٹھانا تھا
کہ میں نشان کے ہاتھی اُپر نشانا تھا
نہ پانی پینے کو پایا وہاں نہ کھانا تھا
ملی تھی دال، جو شکر تمام چھاڑا تھا
نہ ظرف و مطبخ و دوکان، نہ غلۂ بقال [۱]

یکرنگ

مصطفی قلی خاں نام، خان جہاں لودھی کے نواسے تھے، سلسلہ ملازمت شاہی میں وابستہ تھے -

اشعار میں آمد کا رنگ غالب ہے، تغزل میں گداز موجود ہے، اکثر اشعار میں سلاست اور صفائی کا آئینہ لگا دیئے ہیں - بعض نے آبرو اور بعض نے آرزو کا شاگرد لکھا ہے بعض مظہر کا شاگرد بتاتے ہیں -

لب شیریں سے تلخ کاموں کو بولنا تلخ، کام ہے تیرا
ہاتھ اُٹھا جور اور جفا سے تو یہی گویا سلام ہے تیرا

ترک عاشق میں، ننگ و نام کیا
کام اپنا جو تھا، تمام کیا

[۱] گل رعنا - نکات الشعرا - گلشن ہند - تذکرہ میر حسن - مخزن نکات -

کہا فردا کا وعدہ سرو قد نے
قیامت کا جو دن سنتے تھے کل ہے

وظیفہ راگنی کے سُر میں زاہد! کفر ہے پڑھنے
نہیں تسبیح تیرے ہاتھ میں یہ راگ مالا ہے

اناالحق بولنے لگتا ہے اس کے زخم کا بسمل
کٹاری آبدار اس شوخ کی، منصور خانی ہے

اس کے رخسار دیکھ جیتا ہوں
عارضی، میری زندگانی ہے [۱]

پیالہ پیوے ہے سو نیوروں سے کھولے ہے لب ہزار زوروں سے

ان بتوں کو ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہے
یہ تو طالب زر کے ہیں اور یہاں خدا کا نام ہے

تصور سے ترے رخ کے، گئی ہے نیند آنکھوں سے
مقابل جس کے ہو خورشید کیونکر اس کو خواب آوے

[۱] مصحفی نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ یہ شعر میر عبدالرسول نثار ہے، میں نے ان کی زبان سے سنا ہے۔ — مرتب -

وصل اور هجر اِس صنم کا مجھ پر یکساں ہو گیا
درد سہرا هی مجھے آخر کو درماں ہو گیا
مجھ کو اِس دل سے توقع تھی مدد کی ، وقت پر
تھر خوباں کا تو وہ "یکرنگ" یکساں ہو گیا

کم نہیں کچھ بوے گل سیتی فغان عندلیب
برگ گل سے هیگی نارک تر زبان عندلیب

میں روز و شب ، وصال سے تیرے هوں کامیاب
کیونکر کہوں کہ تجھ سے یہ بہتر ہے آفتاب

زبانِ شکوہ ہے ملهدی کا هر پات
کہ خوباں نیں ، لگاے هیں مجھے هات
خیال چشم و ابرو کر کے تھرا
کوئی مسجد گیا ، کوئی خرابات
مسخر حسن کے ، شاہ و گدا هیں
رکھے ہے خوبرو ، ظاهر کرامات

یاد آتی ہے تازگئی بہار
دیکھ ، هر خشک خار کی صورت
سچ کہے جو کوئی سو مارا جاے
راستی هیگی دار کی صورت

اس قدر کیا ہے حمایت غیر کی
ہم بھی تو تم سے کبھی تھے آشنا

جب سعی ' گلرخوں سے یار ہوا
خلق کی میں نظر میں خوار ہوا
خلق " یکرنگ " کی ہوئی دشمن
جب سے تیرا وہ دوستدار ہوا

سلتا نہیں ہے بات ' کسی کی تو اے سجن
تجھ کو ترا غرور ' نہ جانوں کرے گا کیا

خون دل کا ' مجھے شراب ہوا   جگر سوختہ ' کباب ہوا

مجھے مت بوجھ پیارے اپنا دشمن
کوئی دشمن بھی ہوگا اپنی جاں کا

اگر آوے مرے گھر وہ پیارا   کروں اس ماہ کو چھلی کا تارا

مرا دشمن ہوا " یکرنگ " وہ شوخ
کیا کیوں عشق میں نے آشکارا

کیوں کھینچتے ہو تیغ، ستم مجھ میں دم نہیں
پنہاں نگہ تمہاری یہ، گھٹتی سے کم نہیں
کہتے ہیں ہم پکار، سنو کان دھر سجن
گو غیر سے ملو گے تو دیکھو گے، ہم نہیں

تجھ زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال بال
"یکرنگ" کے سخن میں خلاف ایک مو نہیں

دل مرا لیکے جو دبدھے میں پڑے ہو اس بھانت
کیا سجن ؟ اس کا کوئی جگ میں خریدار نہیں
چاهتا تها کہ کہے عشق کی باتیں "یکرنگ"
کیا کرے ہائے اسے طاقت گفتار نہیں

——

ہرگز تم اب کسو کے سخن آشنا نہیں
سب خوبہاں ہیں تم میں ولے اک وفا نہیں

پارسائی اور جوانی کیونکہ ہو
ایک جاگہ آگ پانی کیونکہ ہو

——

نگہباں چاہئے سرشار کے اپاس
تری آنکھوں سے دل کیونکر جدا ہو

مجھ کو معلوم یوں ہوا کل سے
بھول جاتے ہیں اس سے دولتمند

کیوں ہوئے ہو تم ، کہو ! دشمن ہمارے ، اس قدر
دوست کا دشمن کوئي ہوتا ہے پیارے ، اس قدر

ہوا نہ راحت جاں مہرباں حیف
مري محنت گئي سب رائگاں حیف

بظاہر مصلحت ہے یہ جو تم سے
رہا ہے روٹھ دن دو چار " یکرنگ "

محبت کا عجب ، " یکرنگ " ہے رنگ
کبھی عاشق کبھي معشوق ہیں ہم

روٹھتا ہوں اس سبب ہر بار میں
تا گلے تیرے لگوں اے یار میں

یرنگ شمع ، دائم تجھ لگن میں
سبھوں روتے پھرے ہم انجمن میں

نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے
نہ مجھ کو وہ دماغ اور دل رہا ہے

جس کے درد دل میں کچھ تاثیر ہے
گر جواں بھی ہو تو میرا پیر ہے

رونق اسلام تیرے رو سے ہے
کفر کا رشتہ ترے گیسو سے ہے
بے قراروں کے تئیں آرام دل
اے مرے پیارے ترے پہلو سے ہے

جدائی سے تری ' اے صندلی رنگ
مجھے یہ زندگانی درد سر ہے

یکرنگ " پاس کیا ہے سخن اور کچھ بساط
رکھتا ہے دو نین جو کہو تو نظر کرے

ہوا معلوم یہ فلک سے ہم کو
جو کوئی زر دار ہے سو سنگدل ہے

اس پری پیکر کو مت انسان بوجھ
شک میں کیوں ہوتا ہے اے دل! جان بوجھ

برگ حنا اُپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھی تو جا لگے اس دلربا کے ہاتھ

جو کوئی توڑتا ہے غنچۂ گل دل کو میرے شکستہ کرتا ہے

نہ کہو یہ، کہ یار جاتا ہے میرا صبر و قرار جاتا ہے
گر خبر لینی ہو تو لے صیاد ہاتھ سے یہ شکار جاتا ہے

لگے ہے جا کے کانوں میں بتوں کے
سخن "یکرنگ" کا گویا گُہر ہے

کیا جانئے کہ وصل ترا کس کے ہو نصیب
ہم تو ترے فراق میں اے یار مر گئے

اس کو مت بوجھو سبھی اوروں کی طرح
"مصطفیٰ خاں" عاشق "یکرنگ" ہے

نہ کچھ برا ہوا پرویز کا نہ شیریں کا
ترے ہی سر پر اے فرہاد جو ہوا سو ہوا

نشاں مجھ دل کا مت پوچھو، یہ مجنوں
کہیں اُس طرف ویرانے کے ہو گا

نقاب اپنے رخ کا جو تو باز کرتا
تو گُل اپنی خوبی پہ کیا ناز کرتا

تجھے برق خار سے کام کیا جو حیا ہے، حق کو تلف نہ کر
یہ ازل کے دن سے نصیب ہے کف پائے آبلہ‌دار کا

لگا جب غیرسیتی، ہم طبق ہونے وہ مہماں کش
وہ اپنا ہاتھ دھوتا تھا میں اپنا ہاتھ ملتا تھا

کیا ہوا زلف سے گرہ کھولی میرے سر کا تو یہ گرہ نہ گیا

وہی اک ہے جو اِن دونوں گھروں میں خلق ڈھونڈھے ہے
پس اے زاہد اگر مسجد سے بت‌خانہ ہوا تو کیا

(مرثیہ)

زخمی برنگ گل ہیں، شہیدانِ کربلا
گلزار کی طرح ہے، بیابانِ کربلا
اندھیر ہے جہاں میں کہ اب شامیوں کے ہاتھ
ہے سربریدہ، شمع شبستانِ کربلا [۱]

تلمیذ

محمد حسین نام، دہلی کے رہنے والے تھے میر تقی سے قرابت تھی - نظم اور نثر دونوں پر قدرت تھی -

شاعری کے علاوہ اپنی فضل و کمال علمی میں بھی مشہور تھے، اشعار اگرچہ صاف اور سلیس نہیں لیکن مضمون کے اعتبار سے بہت بلند ہیں -

بیدل کی طرز کے پیرو تھے -

فصوص الحکم کا ترجمہ اُردو میں کیا تھا عروض و قافیہ میں ایک رسالہ اُردو میں لکھا - ایک کتاب نثر رنگین میں بھی لکھی ہے -

ہر تار پیچ زلف کا، عالم کی جان ہے
گویا یہ اژدھا تھا کہ سب کو نگل گیا

[۱] مخزن نکات - نکات الشعرا - چمنستان شعرا - گلشن ہند

کس پریشاں نے قدم رکھا ہے پیچ و تاب سے
جادہ آتا ہے نظر جوں زلف کج ' برہم ہوا

پاسِ ناموسِ محبت ہے مجھے اُن سے " کلیم "
باغ میں جاؤں نہ ہرگز بہ‌رضائے عندلیب

دکھتا ہے زلف یار کا کوچہ ہزار پیچ
اے دل سمجھ کے جائیو ہے راہ مار پیچ

زلف کو خواب میں دیکھا تھا جلوں سے شب کو
بیدار ہوا پائی گلے میں زنجیر

ہو گیا حشر ' گئی دوزخ و جنت کو خلق
رہ گیا میں ترے کوچے میں گرفتار ہنوز

تو یار مل کے ہم سے ' جب ایک ہو گیا ہو
کس کو بعید مانیں کس کو کہیں قریں ہم
تم ہو تو ہم کہاں ہیں ' ہم ہیں تو تم کہاں ہو
یا تم ہی سب ہو ہم میں ' یا سب کے سب ہمیں ہم

تری جناب میں آیا ہوں اے اِلٰہ نہ پوچھ
یہی کہ بخش دے اور مجھ سے کچھ گناہ نہ پوچھ

زبانِ موج سے، یوں بحر کہتا تھا حبابوں سے
'' کہ اپنا سر ہی کھاتا ہے جہاں میں جن نے سر کھینچا ''

اے شمع تیری باری ہے شب کو، کہ شام تک
اپنے دنوں کو، جتلا میں رونا تھا رو چکا

وہ نازک تن لطافت سے کسی کو نہیں نظر آتا
مقرر ایک جا تو ہے نہ کیا جانے کہاں ہوگا

——

گو روضۂ رضواں کو میں اک ان میں دیکھا
جب گل کی طرح جھانک گریبان میں دیکھا

——

لگگئی ہے اب تو قلقل مینا سے دل کو ٹھیس
وے دن گئے '' کلیم '' کہ یہ شیشہ سنگ تھا

قبر میں بھی لئے ہمراہ گیا اپنے '' کلیم ''
آہ کہوں درد دل اپنا نہ کسی کو سونپا

عمر رفتہ کا نہ پایا کھوج ہرگز اے '' کلیم
آپ کو جوں شمع، میں ہر انجمن میں گم کیا

درازی شب ہجراں و زلف یار "کلیم"
نہ مجھ سے پوچھ کہ کاٹی ہے رات آنکھوں میں

مانند سرو ہوں کہ نہ گل ہے نہ بر مجھے
بیکار باغ ہوں نہ سزاوار باغ ہوں

نے اور طنبور میں ' یہ سوز تو معلوم ہے مطرب !
کسی کا دل ہوا ہے شاید اس پردہ میں آ نالاں

غرور حسن ممکن کیا ؟ کسی کی داد کو پہونچے
غرض تم سن چکے احوال ' ہم فریاد کو پہونچے

تجھے میں آنکھوں میں کیونکر رکھوں کہ ہے برسات
پھر ایسا گھر ' کہ یہ خانہ خراب تھکے ہے

اس کے ابرو کی اگر تصویر کھینچا چاہئے
اول اپنے قتل پر شمشیر کھینچا چاہئے

(رباعی)

دنیا کے ہاتھ سے جو دل ریش ہیں ہم
اس واسطے یاں عاقبت اندیش ہیں ہم

اب ہم شمردگی سے مجھے کاروبار ہے
ہردم مرے حساب میں روز شمار ہے

سو زخم کھا چکا ہے دل، اس پر جگر جلا
کھاتا ہے زخم، مجھ کو ہے اک آرزو ہنوز

ہم ہوگئے ہیں ضعف سے جوں بو میان باغ
پھرتا ہے رنگ گل، کہ ہمارا کرے سراغ

پوچھ مت غم کی داستاں اے دل
گر پڑا، ٹوٹ آسماں اے دل

طریق عشق میں مجنوں و کوہکن کو نہ کہہ
ہزاروں ہوگئے غارت، سو ایک دو معلوم

پیری کی بھی سیر کر گئے ہم
اس پل سے بھی بس گزر گئے ہم
واں غصہ ہوئے رقیب پر تم
یاں مارے ادب کے مر گئے ہم

کروں میں شکوہ اگر تیری بے وفائی کا
جہاں میں نام نہ لے کوئی، آشنائی کا
ابھی حواس بھی ثابت مجھے نہیں آئے
خدا کے واسطے مت نام لے جدائی کا

نہ قاصد ہی پہونچ سکتا ہے اب واں، نہ کام اپنا
الٰہی مضطرب ہوں کس طرح بھیجوں پیام اپنا
بہت موقوف شکوے وصل پر تھے اس جفا جو کے
کیا سو اک نگہ نے اس کی، قِصّہ ہی تمام اپنا

دام سے زلف کے، پھر دل کو چھڑایا نہ گیا
سر سے اس بخت سیہ کا مرے، سایا نہ گیا
اچپلاھٹ اسے کہتے ہیں کہ شوخی سے وہ شوخ
میری آنکھوں کے تصور میں سمایا نہ گیا

دیار عشق میں ٹک دیکھ تو کیا ہے ستم "واقف"
ذریں ہیں متّہم اس سے، نہیں ہیں جس سے ہم واقف

تیری نگہِ لطف سے وابستہ ہیں یاں ہم
جوں عکس ذرا پھیرنے میں رو، کے کہاں ہم
گہ اٹھتے، کبھی بیٹھتے نا طاقتیوں سے
جوں سایہ جہاں تو گیا اے دوست وہاں ہم

دنیا داری و نوکری ، مصلحت و کسب
جب کچھ نہ بنا ، کہا کہ درویش ہیں ہم [۱]

واقف

(شاہ) واقف نام ، دہلی کے رہنے والے تھے بلند پایہ درویش تھے - منطق ، معانی و بیان ، رمل وغیرہ کے ماہر تھے -

اشعار میں روانی اور درد دونوں ہیں یہ دونوں صفتیں مشکل سے جمع ہوتی ہیں [۲] -

خیال وعدہ ترا بسکہ شب نظر میں رہا
تمام رات مرا جی صدائے در میں رہا
جلایا مجھ کو مرے ضبط آہ نے جوں شمع
اٹھا جو شعلہ جگر سے تو پھر جگر میں رہا

کبھی ایسا بھی اے خدا ہوگا — وہ صنم ہم سے آشنا ہوگا
روز و شب مجھکو ہے یہی دھڑکا — نہ ملوگے ملوگے کہا ہوگا

یہ دل پھر آہ مژگان بتاں سے بے طرح اٹکا
مجھے جس خار کا ڈر تھا سو پہلو میں مرے کھٹکا

[۱] نکات الشعرا - مخزن نکات - تذکرۂ میر حسن - سخن شعرا -

[۲] میر حسن کے سوا اور مشہور تذکرہ نویسوں نے ان کو معلوم نہیں کیوں نظر انداز کر دیا ہے - مرتب -

هر آن هم سے کیوں ہے عبث بدگمان تو
اپنا سا اور کو نہ سمجھ میری جان تو
اک روز کی جدائی میں مرتے ہیں یا نہیں
یکبار بھی یہ کرلے مرا امتحان تو
کیا کیا کہا تھا' کیونکہ لیا تھا ہمارا نام
قاصد خدا کے واسطے پھر کر بیان تو

صبا کہیو چمن کے عندلیبانِ غزلخواں کو
کرو تم چہچہے ہم دام میں ہو جائیں زنداں کو
ڈھلا دن آج کا بھی اور نہ آیا تو تو پھر ہم نے
چراغ آہ سے روشن کیا شام غریباں کو

جنّت و سایۂ طوبیٰ نہیں درکار مجھے
بس ہے اے یار ترا سایۂ دیوار مجھے
ہوس سیر چمن! لے تو چلی ہے یاں سے
پر کسی دام میں مت کیجو گرفتار مجھے

خوبرو ہوکے باوفا ہووے میں نہ مانوں' اگر خدا ہووے

جب کہ یاں آتا ہے گلشن میں مرا گلرو مجھے
خضر راہ بے خودی ہوتی ہے گل کی بو مجھے

ان رقیبوں سے کب گزرے ہیں کیا اے یار ہم
وہ شریک بزم ہوویں اور نہ پاویں بار ہم

خون آنکھوں سے ہم جو روئے ہیں
تیری مژگاں کے کانٹے بوئے ہیں
جو صنم تجھ سے دل لگاتے ہیں
سو وہ ہم سے خدا کے کھوئے ہیں

پیار کی باتوں سوا ہم بھی تو رہ سکتے نہیں
دل میں آتا ہے کہ کچھ کہتے یہ کہہ سکتے نہیں

مژگاں تری ادھر ہے کدھر پھر کے رو کریں
اب کس کے دل میں دیکھئے ناحق فرو کریں
ہرچند وہ جمال ہے آنکھوں کے سامنے
لیکن کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں

کبھی کبھی جو کرم کی نگاہ کرتے ہو
فرشتہ جان مری! دل میں راہ کرتے ہو
ہمارا تیرے دنوں میں یہ حال پہونچایا
بھلا رقیب سے کیوں کر نباہ کرتے ہو
یہ کون ڈھب ہے کہ "واقف" سے میں نہیں واقف
وہی نہ جس پہ کرم کی نگاہ کرتے ہو

غیر کی جا، تو اگر ہم سے بھی اے یار ملے
عکس سے اپنے بھی، پھر آنکھ نہ زنہار ملے
سب سے ملتے تو ہو ظاہر میں، پہ دھڑکا ہے مجھے
کہیں مجھ سا نہ کوئی اور گرفتار ملے

صد نالۂ جانکاہ گرہ در تہ لب ہے
کیا جانئے کیا آج مرے دل پہ تعب ہے
غرہ نہ ہو، قرب کرم یار پہ "واقف"
اس ابر کے دامن میں نہاں برق غضب ہے

ہجر جانکاہ کس طرح گزرے
یار بن آہ کس طرح گزرے
تو کہیں، میں کہیں، بھلا اوقات
اپنی دل خواہ کس طرح گزرے

صبح پر، وصل یار کی ٹھہری
آہ پھر انتظار کی ٹھہری
کیا طرح اُس گلی میں، کہہ تو صبا
میرے مشت غبار کی ٹھہری
مت بکو اُس سے بس کر اے "واقف"
اب تو دار و مدار کی ٹھہری

وداع یار سے دل پر ملال ہے سو ہے
زباں سے گو نہ کہا جی کا حال ہے سو ہے

نہ پوچھ حسن سلوک آہ مجھ سے اس بت کا
وہی ستم وہی ایذا کی چال ہے سو ہے

تم تو شب، وعدہ پر اپنے گھر سے چل کر رہ گئے
صبح ہوتے ہوتے ہم جوں شمع جل کر رہ گئے

آن ملنے ملنے کا اس کے یاد آتا ہے سماں
اک قدم رکھا تو دس جاگہ مچل کر رہ گئے

جب تک وہ مقابل بت مغرور نہ ہووے
بیتابی دل کوئی طرح دور نہ ہووے
سرگوشی سے جو سامنے کرتا ہے مرے، بات
ڈرتا ہوں اسی کا کہیں مذکور نہ ہووے

درد جو بے اختیار، ہم سے ہم آغوش ہے
یاد ہے ''واقف'' تو آج کس کی فراموش ہے

نہ پوچھو فتنہ برپائی کو میرے سرو قامت کی
اٹھا ا مجلس سے وہ اور اہل مجلس پر قیامت کی

جگر میں آہ ہے آنکھوں میں نم ہے
خدا جانے یہ کس کا تازہ غم ہے

جو صنم خاطر نہ رکھے عاشق رنجور کی
ایسے ملنے سے بھلی صاحب سلامت دور کی

حاتم

ظہورالدین نام، دھلي میں سکونت تھي - پہلے اپنا تخلص رمز کیا اس کے بعد حاتم، ان کادیوان بہت ضخیم تھا جس میں تمام اصناف شاعری شامل تھی، آخر میں اپنے تمام کلام کا انتخاب کرکے اس کا نام دیوان زادہ رکھا - ان کا کلام سوز و گداز کا آتش خانہ ہے، غزل میں خاص رنگ ہے، آمد کی روانی موجزن ہے بعض اشعار کا ایک ایک لفظ چٹکي بھی ہے اور نشتر بھي -

ان کے اشعار غزل، اخلاقیات، پند و نصائح، خمریات کے رندی سے مملو ھیں لیکن سب کا ایک رنگ ہے - ''سودا'' ان کے شاگردوں میں شاعری کے رکن اعظم گزرے ھیں - سنہ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۰۷ھ میں وفات پائی -

روز خزاں، چمن میں جو دیکھا ہزار کے
اک مشت پر، پڑے تھے تلے شاخسار کے
آوارہ ہوکے دل سے شکیب و قرار و صبر
یارب کہاں بسیں گے یہ اُجڑے دیار کے
یارانِ ہمنشین و رفیقانِ دوستدار
سب آشنا ہیں زندگیِ مستعار کے
جب مُند گئی یہ آنکھ، تو اے دوست بعد مرگ
پھٹکے ہے پاس کون کسی کے مزار کے

صبا گلشن میں جاوے گی تو یہ کہہ دیجیو گل سے
تجھے اے بے وفا کیا فائدہ ہے خونِ بلبل سے
شکیب و طاقت و صبر و توان و دین و دل اپنے
سبھی آوارہ ہو کر اُٹھ گئے تیرے تغافل سے

کہوں کیا اُس کے وعدے کی حقیقت پوچھتے کیا ہو
وہی شام و سحر ہے اور وہی امروز فردا ہے

توقع زندگی کی دوستاں رکھئے کا کم، ہم سے
کہ جوں نقش قدم چھٹتا نہیں کوئے صنم ہم سے
ہے جس کی خرمی سے زندگانی اپنی وابستہ
خفا رہتا ہے وہ ساعت بساعت دمبدم ہم سے

اس تیغ نگہ سے ہو مقابل
ایسا کوئی بے جگر نہ دیکھا

رات ہم خواب میں اُس زلف کو پیچاں دیکھا
صبحدم حال دل اپنے کا پریشاں دیکھا
شور اُس حسن کا یک چند تو ہم سنتے تھے
چشم بد دور اب آنکھوں سے دوچنداں دیکھا
میرے اشکوں نے دیا آج دو عالم کو بہا
نہ کبھو ہم نے سنا تھا نہ یہ طوفاں دیکھا
کعبہ و دیر میں ''حاتم'' بخدا غیر خدا
کوئی کافر نہ کوئی ہم نے مسلماں دیکھا

تو زاہدوں کی طرح بیٹھ گھر میں مت ''حاتم''
نکل کے قید سے تک دید کر خدائی کا

ہمارے حوصلے سے دور ہے محبوب کا شکوہ
جو کچھ گذری سو گذری کیا بیان کیجئے مصیبت کا
کہاں ہیں معصیت نامے تمہارے اے گنہگارو
کہ پھر شست و شو ہے منتظر باران رحمت کا

قفس میں پھینک ہم کو، پھر وہیں صیاد جاتا ہے
خدا حافظ ہے گلشن میں، ہمارے ہم صفیروں کا

شام کو کرتا ہے عزم قتال اور بخشے ہے صبح
کاشکے ایسے دورنگے سے نہ ہوتا آشنا
گرم ہو ملتا ہے سب اہل جہاں کا بے ثبات
آشنا چاہے تو ہو ''حاتم'' خدا کا آشنا

ہر گُل اُس باغ کا نظروں میں دہاں ہے گویا
صورت غنچہ جو دیکھو تو زباں ہے گویا
"حاتم" اب اس کے سبھی منہ کی طرف دیکھیں ہیں
شیشہ مجلس میں یہاں پیر مغاں ہے گویا

صفا کر دل کے آئینہ کو "حاتم"
کیا چاہے اگر اُس کا نظارا

شانہ نہ کیجو زلف کو زنہار دیکھنا
بہتوں کے دل ہیں اس میں گرفتار دیکھنا
دیکھا تھا دور سے میں اُسے چھپ کے ' ایک روز
نظروں میں پا گیا وہ ستمگار دیکھنا

نہ بلبل میں نہ پروانے میں دیکھا
جو سودا اپنے دیوانے میں دیکھا
کسی ہندو مسلماں نے خدا کو
نہ کعبے میں نہ بت خانے میں دیکھا

ہمارا جان گیا ہم نے آہ بھی نہ کیا
یہ کیا غضب ہے کہ تم نے نگاہ بھی نہ کیا
میں اپنے دل کو بڑا کارداں سمجھتا تھا
پر ایک کام مرا سر براہ بھی نہ کیا

—

استعداد اس مرے آزار کا ' مت پوچھ طبیب
روز میثاق تلک زار ہوں ' کن کا ؟ ان کا
ہے بجا فخر کروں اپنے اگر طالع پر
کفش برداروں کا سردار ہوں ' کن کا ؟ ان کا

ہماری سیر کو گلشن سے کوئے یار بہتر تھا
فغاں بلبلاں سے نالہ‌ہائے زار بہتر تھا
کبھو بیمار سنکر وہ عیادت کو تو آتا تھا
ہمیں اپنے بھلے ہونے سے وہ آزار بہتر تھا

ہمارا دل اگر شیدا نہ ہوتا
تو ایسا عشق کا چرچا نہ ہوتا
برا ہوتا جو ہوتا عشق معدوم
بھلا ہوتا جو میں پیدا نہ ہوتا
نہ چاہا چاہ '' حاتم '' ! آفریں ہے
خدا جانے کہ ہوتا یا نہ ہوتا

ریختے میں ہند کی طوطی کا " حاتم " ہے علم
فارسی میں خوشہ چیں ہے بلبل تبریز کا

خمارآلودہ ہوں ساقی تنک ظرفی نہ کر ظالم
میں تیرے ہاتھ سے مشتاق ہوں جام لبالب کا

اے باد مت اُڑا تو گریباں کی دھجیاں
لے ہے جنوں ' حساب یہاں تار تار کا

نہیں معلوم میرے کام کا انجام کیا ہوگا
یہی ہے فکر ہر دن صبح کیا اور شام کیا ہوگا
خبر قاصد کے آنے کی سنے سے جی دھڑکتا ہے
خدا جانے کہ اُس بے مہر کا پیغام کیا ہوگا

" حاتم " دیا ہے شیخ نے اب دل صنم کے ہاتھ
دیوانہ میں تو تھا یہ سیانے نے کیا کیا

دیکھو شعور اس دل خانہ خراب کا
عاشق ہوا ہے کس بت مست شراب کا
" حاتم " تعینات کا گر وہم دور ہو
اٹھ جائے درمیان سے پردہ حجاب کا

چلا جاتا تھا "حاتم" آج کچھ واھی تباھی سا
جو دیکھا ھاتھ میں اس کے ترے شکوے کا دفتر تھا

مسجد میں جو شیخ آ پھنسا تھا
میخانے میں طرفہ ماجرا تھا
مدت سے خبر نہیں کچھ اس کی
اک دل بھی ھمارا آشنا تھا

درد ھجراں کو ترے وصل نے درماں بخشا
للہ الحمد کہ محتاج طبیباں نہ ھوا

یک عمر بعد گھر مرے آیا وہ ناز سے
یعنی گذار اس کا قضاکار ھو گیا
آنے کی ماندگی سے اُسے نیند آگئی
گھر اپنا جان خواب میں دلدار ھو گیا
میں تب ادب سے اُس کے لگا پانوں دابنے
سوئے مرے نصیب وہ بیدار ھو گیا
"حاتم" عجب ھے رسم یہ اقلیم عشق میں
پاؤں کو ھاتھ لگتے گنہگار ھو گیا

ایک نے پائی نہ اب تک نبض کی رفتار حیف
درد میرا تختۂ مشق طبیباں ھو گیا

میرے بغل میں رات وہ مست شراب تھا
حسرت کی آگ میں دل دشمن کباب تھا
وقت سحر چمن میں وہ گل بے نقاب تھا
ہر ذرہ اس کی تاب سے جوں آفتاب تھا
ہر حال اپنے حال کے تئیں بوجھ مغتنم
آیندہ ہے خیال جو گذرا سو خواب تھا
نامے کو میرے دیکھ کے خاموش ہو رہا
قاصد کے تئیں جواب نہ دینا جواب تھا
فانی ہوا جو بحر میں، خود بحر ہوگیا
وہم حباب، پردۂ چشم حباب تھا
مجلس میں رات گریۂ مستاں تھا تجھ بغیر
ساغر بھرا شراب کا چشم پر آب تھا

نامہ بر دل کی تسلی کے لئے بھیجوں ہوں
ورنہ احوال مرا قابل مکتوب نہ تھا
طاقت اب طاق ہوئی صبر و شکیبائی کی
کب تلک صبر کرے دل مرا ایوب نہ تھا

کچھ حسن کی ہوتی نہ یہاں قدر نہ قیمت
جو عشق کبھو اس کا خریدار نہ ہوتا

ہیں اپنے دست پر، شب خواب میں دیکھا کہ اخگر تھا
سحر کو کھل گئی جب آنکھ، میرا ہاتھ دل پر تھا

کہاں جاتا ہے ہمیں چھوڑ کے اے رونق بزم؟
تیرے اُٹھ جانے سے ہو جائے گا کاشانہ خراب
دلِ صد چاک مرا راہ یہاں کب اپاوے
کوچۂ زلف میں پھرتا ہے ترے، شانہ خراب

ساقی کے تئیں بلاؤ، اُٹھاؤ طبیب کو
مستوں کے ہے مرض کی جہاں میں دوا، شراب

طالبِ باراں نہیں "حاتم"، ہماری کشتِ عشق
اپنی چشموں سے وہاں ہم مینھ برساتے ہیں آپ

شہر میں پھرتا ہے وہ میخوار مست
کیوں نہ ہو ہر کوچہ و بازار مست
میکشو "حاتم" کو متوالا کہو
ایسا ہم دیکھا نہیں ہشیار مست

عشق میں پاس جاں نہیں ہے درست
اس سخن میں گماں نہیں ہے درست

دے کے دل اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ
ہم نے سودا کیا ہے دست بدست

مسجد میں آج وعظ کا ھنگامہ گرم تھا
میرے قدم سے بزم حریفانہ ھو گیا
"حاتم" کا دل تھا شیشے کے مانند بزم میں
ساقی کے فیض دست سے پیمانہ ھو گیا

وصف کہنے میں ترے حسن کے شرمندہ ھوں
اس کے قابل نہ زباں ھے نہ دھاں ھے اپنا

مرے رونے سے ناصح تو جو ناخوش ھے تو کیا باعث
دل اپنا ' دامن اپنا ' دیدۂ اشک رواں اپنا

کہا تھا دن کا وعدہ رات کو آیا تو کیا شکوہ
اسے بھولا نہیں کہتے جو بھولا گھر کو شام آیا
جواں مارا گیا "حاتم" بقول میرزا مظہر
برا تھا یا بھلا تھا الغرض جیسا تھا کام آیا

کہو تو کس طرح آوے وہاں نیند
جہاں خورشید رو ھو آکے ھمخواب
ھمیں بہتر ھے سونا جاگنے سے
بھلاتا ھے ھمارا درد و غم خواب

باغباں ے مقابل نہ ہو گل چینی میں
جائے گل، لخت جگر ہیں مرے داماں کے بیچ

بیمار نکلا ہے آفتاب کی طرح
کون سی اب رہی ہے خواب کی طرح

ہر قدم عمر چلی جائے ہے ایسی "حاتم"
جیسے جاتی ہے اُڑی ریگ بیاباں برباد

اسی کو خلق کہے ہے جہاں میں طالع مند
کرے جو دست گدا کی طرف کو دست بلند
ہوا جو رزق مقدر سو ہو نہ بیش، نہ کم
تلاش و فکر و تردد کیا کرو ہر چند

عمر گذری، کہ ہے کھلی "حاتم"
چشم دل انتظار کی خاطر

غیر کو مل کے نہ آؤ ہم پاس — ذبح کرتی ہے یہ ہو بندہ نواز
واجب القتل تمہارا میں ہوں — اور کا ناؤں نہ لو بندہ نواز
دل سے "حاتم" بخدا بندہ ہے — دور خدمت سے ہے گو، بندہ نواز

آپ اُس بن ھوں بے قرار عبث ھاتھہ سے جوں ھوں اختیار عبث

تعویذ کرکے تجھہ کو' گلے سے لگا رکھوں
دل چاھتا ھے اُس کا بتا دلربا علاج

کوئي بتلاتا نہیں عالم میں اس کے گھر کي راہ
مارتا پھرتا ھوں اپنے سر کو دیواروں سے آج

ایک دن ھاتھہ لگایا تھا ترے دامن کو
اب تلک سر ھے خجالت سے گریبان کے بیچ

نقد دل کھویا ھے ھم نے جان کر اُس راہ میں
في الحقیقت عاشقوں کو سود ھے نقصاں کے بیچ

غنچے کہیں ھیں' سر کو جھکا کر چمن کے بیچ
یعني نہیں ھے جائے سخن اس دھن کے بیچ
اس دُھن پہ ھم کیا ھے گریباں کو تار تار
شاید لگے کوئي بھی ترے پیرھن کے بیچ

دل تو کچھہ کي ھوا نے تري ایسا پھولا
کہ سماتا ھي نہیں ارض و سماوات کے بیچ

عاشقی کے فن میں ہیں اُستاد ہم
لے گئے فرہاد و مجنوں ہم سے نہیں

پایا نہ ہم نے آکے کہیں زندگی کا حظ
گویا کہ اِس جہاں میں نہیں زندگی کا حظ

عالم ہے کامیاب ترے باب فیض سے
ایسا کیا ہے حق نے تیرا آستاں وسیع

جب وہ دیکھے ہے میری جاں کی طرف
دیکھتا ہوں میں آسماں کی طرف
بلبلو! چہچہے مبارک ہوں
وہ گل آتا ہے گلستاں کی طرف

دشت وحشت میں مرا دست جنوں اور خار عشق
یہ ہے داماں کا حریف اور وہ گریباں کا حریف
دیکھتے ہی رنگ تیرا اُڑ گیا ہے گل کا رنگ
کیوں ہوا تو اس قدر عالم گلستاں کا حریف

حرم کو چھوڑ کے اس دم، طواف دل کا کروں
جس آن آ کے مرے دل میں جا کرے معشوق

بندے کو شاد کرو، بندہ نواز ورنہ آزاد کرو، بندہ نواز

مسجد میں سر پٹکتا ہے تو جس کے واسطے
سو تو یہاں ہے دیکھ ادھر آ خدا شناس
پکڑا نہ جائے ان کے گناہوں میں تو کہیں
سائے سے میکشوں کے پرے جا خدا شناس
"حاتم" پھروں ہوں ڈھونڈھتا عالم میں کوبکو
آوے کہیں کوئی بھی نظر ناخدا شناس

کیا ہے جب سے نکل کر تو میرے ہاتھوں سے
ملوں ہوں تب سے میں حسرت زدہ، کف افسوس

پھڑکوں تو سر پھٹے ہے، نہ پھڑکوں تو جی گھٹے
تنگ اس قدر دیا مجھے صیاد نے قفس
"حاتم" جہاں کو جان کے فانی خدا کو چاہ
اللہ بس ہے اور یہ باقی ہے ہوس

عمر میں باقی نہیں اور ہجر کو پایاں نہیں
"حاتم" اتنی زیست پر عاشق ہوا ہوتا نہ کاش

"حاتم" اس بے وفا کا نام نہ لے ایسے نا آشنا سے کیا اخلاص

آئے تھے ہم اِس باغ میں مانند غنچہ ' سر بہ جیب
اور چلے جاتے ہیں اب جوں گل گریباں خاک ہم

رحم تیرا ظلم ہے ' حق میں ہمارے اے اجل
دیر کیا کرتی ہے کیا جی کر کرینگے خاک ہم

جب آپ سے ہی ' گذر گئے ہم | پھر کس سے کہیں کدھر گئے ہم ؟
کیا کعبہ و دیر و کیا خرابات | تو ہی تھا غرض جدھر گئے ہم
آئے تھے مثال شعلہ سر گرم | جاتے ہوئے جوں شرر ' گئے ہم
کچھ اپنے تئیں کیا نہ معلوم | کیا آپ سے بے خبر گئے ہم
اس درجہ ہوئے خراب الفت | جی سے اپنے اُتر گئے
فیض اس لب عیسوی کا " حاتم " | بالعکس ہوا کہ مر گئے ہم

کس جگہہ لے جائیں تیری ظلم کی فریاد ہم
تجھ سے ہی تیرے ستم کی چاہتے ہیں داد ہم

بصرہ و بر میں ہے ' ہماری شہرت دیوانگی
عاشقی کے کام میں مجنوں کے ہیں استاد ہم

سوکھ کر کانٹا ہوئے پنجرے میں ' تب چھوڑے ہے تو
کہہ ! کہاں لے جائیں اب یہ مشت پر صیاد ہم

دیکھ لے سارے گنہگاروں میں جی پہلے کو آج
سر سے حاضر ہیں تری خدمت میں آ جلاد ہم

لبریز جب سے عشق کے ساغر ' پئے ہیں ہم
کرتے نہ تھے جو کام ' وہی سب کئے ہیں ہم

اسے زنجیر کی حاجت نہیں ہے ٭ ہے پابند چلیپوں دیوانۂ عشق

پھر قیامت ہوئےگی روز جزا عالم
اُنہیں کی داد تجھ سے مانگتے ' جب صف بہ صف عاشق

جانے نہ دونگا ہاتھ سے اُس کو کسی طرح
مقدور میرا ہوئے گا "حاتم" جہاں تلک

کر چکے شرط بندگی ' ہم سے ہوئی جہاں تلک
دل تو کباب ہو گیا حق نمک کہاں تلک

سالہا گذرے پر اب تک سر پٹکتے ہیں پڑے
تیرے ماروں کو نہیں آرام یکدم زیر خاک

کیونکر ہو میکشوں کے تئیں اِس ہوا میں صبر
کیا ابر ہے ' نظر تو کرو آسماں کا رنگ
"حاتم" کسو میں گرمئی صحبت نہیں رہی
دل دیکھ دیکھ ٹوٹ چوا ہے جہاں کا رنگ

اے حسن کے گلزار و بہارِ چمنِ دل
گلشن ترے آنے سے ہوا انجمنِ دل

مدت ہوئی ، پلک سے پلک آشنا ہوئی
کہا اس سے اب زیادہ کرے انتظار چشم
ظالم خدا کے واسطے " حاتم " کو منہ دکھا
مدت سے دیکھنے کی ہیں امیدوار چشم

قطعہ

ایک دن " حاتم " میں جاتا تھا بیاباں کی طرف
ناگہاں اک گور اوپر جا پڑا میرا قدم
خاک سے اُس شخص کی آواز آئی کان میں
یعنی وہ یہ بیت پڑھتا تھا ، بصد سوز و الم
" از فریب باغباں غافل مشو اے عندلیب
پیش ازیں من ہم دریں باغ ، آشیانے داشتم "

اس درجہ دلبروں سے گئی رسم دلبری
دل ہاتھ پر لئے ہیں ، کوئی دلستاں نہیں

میں کس امید پر "حاتم" بناؤں گھر کو یہاں
جہاں میں عمر کی بنیاد پائدار نہیں

ایک ہم ہیں کہ ترے ظلم و جفا سے خوش ہیں
ورنہ تجھ سے کوئی بیزار کہاں ہے ، کہ نہیں

فانوس تن کے بیچ ہیں روشن ، مثالِ شمع
جو داغ دل پہ عشق میں تیرے دئے ہیں ہم
شمشیر عشق کے جو تھے " حاتم " کے دل میں داغ
سوزن پلک کی تار نگہ سے سئے ہیں ہم

—

اس ابر اس ہوا میں ، یوں آوتا ہے دل پر
پی پی شراب ، ہوویں بے اختیار ہم تم
" حاتم " کا اس گھڑی سے دشمن ہوا ہے حاکم
جس روز سے ہوئے ہیں اے یار ! یار ہم تم

—

آرے ہے تو جو ایسی آسماں پر ، ہر سحر شبنم
تجھے خورشید کے دیکھے سے ، کیا لگتے ہیں پر ؟ شبنم !

خدا بغیر نہیں ، دل کو اب توقعِ غیر
کسو سے کام نہیں مجھ کو ، کم سے کیا کام
مثالِ گنگ ہوں خاموش ، مجھ سے مت بولو
جو بے زبان ہو اس کو کلام سے کیا کام

کسو کو قید کرے ہے کسو کو باندھے ہے
اسے ہے اپنے عمل بیچ بندوبست سے کام

بسکہ میں تشنۂ شہادت ہوں   دل کو اپنے شہید کرتا ہوں

میکدے میں صاحب جام و شراب و شیشہ ہوں
محتسب! دونوں جہاں کے غم سے بے اندیشہ ہوں

تجھے تو اپنی عبادت پر ہے نظر لیکن
میں اس کے فضل کے اوپر نگاہ کرتا ہوں •

افسوس کہ آپ مجھ کو اب تک   معلوم نہیں کیا کہ کیا ہوں

جنوں جب سے ہوا ہے آشنا اے ناصح مشفق
خرد کیساتھہ اک مدت ہوئی دست و گریباں ہوں

قیامت تک جدا ہووے نہ یارب   جنوں کے دست سے میرا گریباں

منھہ سے تک دور کر نقاب کے تئیں
لے غلامی میں آفتاب کے تئیں

گلیوں میں فریب پرور ہے   میرے بد و ضع بدزباں کی زباں

چلو شراب پئیں بیٹھ کر کنارے آج
کہ ہووے رشک سے ماہی کباب ، دریا میں

جدا ہوتا نہیں یک آن ، صدقے اُس کی الفت کے
نہ دیکھا درد سا ہم نے کوئی غمخوار دنیا میں

قطعہ

ایک دن گذرا میں گورستان میں
دیکھکر مردوں کو آیا دھیان میں
یہ وہي سب ہیں کہ جن کے واسطے
حق نے سب پیدا کیا اک آن میں
کس طرح یہ جامۂ زیبان جہاں
یوں پڑے ہیں خاک کے دامان میں
کون اس میں نیک ہے اور کون بد
کون خوش ہے کون ہے زندان میں
تھا اسي غم میں کہ ناگہ پیر غیب
کہہ گیا آہستہ میرے کان میں
رحمت حق سے نہیں کوئي ناامید
دیکھ لے "لاتقنطو" قرآن میں
سنتے ہی دل کو تسلی ہوگئی
پھر کے آئی جان میري جان ، میں

میں پیمایش کیا مجنوں صفت یکسر بیاباں کو
نہ پہنچا دامنِ صحرا مرے چاکِ گریباں کو

تم کہ بیٹھے ہوئے اک آفت ہو
اُٹھ کھڑے ہو تو، کیا قیامت ہو؟

"حاتم" اب کس کی مجھ کو پروا ہے
کوئی میرا خدا نہیں تو نہ ہو

کیا کہوں اُس کا گھر ہے کتنی دور
تھک گئے ہم تو راہ سے پوچھو

حسن سے کیوں ہے عشق کا دعوے
حق ہے شاہد گواہ سے پوچھو

فدوی ہے، جاں فشاں، ہے غلام قدیم ہے
"حاتم" کی بندگی کو فراموش مت کرو

اُس کے ہاتھوں سے نہ جیتا ہوں، نہ میں مرتا ہوں
کس مصیبت میں گرفتار ہوں اللہ اللہ

مے وحدت کا طلب گار ہوں سبحان اللہ
کس خرابات کا میخوار ہوں سبحان اللہ

آرزو ہے، مجھے صیاد اگر دے رخصت
ایک پرواز کروں تاسر دیوار چمن
عندلیبو! تمھیں گلگشت مبارک ہو وے
ہم سے اب دشت نوردوں کو کہاں بار چمن

ہاتھ سے، دشت جلوں! میں ترے، عاجز آیا
خار پانوں سے نکالوں میں کہ خار دامن
کس طرح چاک کروں آہ، کہ ہے پاس ادب
ہے گریباں میں نشانی تری، تار دامن

چڑھایا آسماں پر ہم کو، آخر خاکساری نے
بگولے کی طرح گو خانماں برباد رکھتے ہیں

بجز صبح قیامت، رات اُس زلفوں کے عاشق پر
نہیں کوتاہ ہونے کی، درازی اِس کو کہتے ہیں
اُٹھاکر خاک سے "حاتم" چڑھایا آسماں اُوپر
مرے اللہ کی، بندہ نوازی اس کو کہتے ہیں

لطف اس کا، ستم سمجھتے ہیں
ایسی باتوں کو، ہم سمجھتے
جس کو ہستی کہے ہیں اہل جہاں
ہم تو اس کو عدم سمجھتے ہیں

آپ ہی میں دیکھ "حاتم" وحدت کے بیچ کثرت
تو ایک ایک جا ہے اور دل کہاں کہاں ہے

بزم میں کس کے تئیں فرصت مےنوشی ہے
نگہِ مست تری ' داروئے بےہوشی ہے

بےخود اس دور میں ہیں سب ' "حاتم"
ان دنوں کیا شراب سستی ہے؟

جس کو تیرا خیال ہوتا ہے اس کو جینا محال ہوتا ہے

خاکساروں کا دل ' خزینا ہے
اِس زمیں میں بھی کچھ دفینا ہے
اُس کے وعدے سبھی ہیں سچ "حاتم"
دن برس ہے ' گھڑی ' مہینا ہے

بخشی ہے مجھے بےپروبالی نے اسیری
آپہونچ شتابی ' مرے صیاد کہاں ہے!
کس کو ہے توقع کہ ہو آزاد قفس سے
احوال اسیروں کا ' اُسے یاد کہاں ہے
"حاتم" میں جسے دیکھوں ہوں بندا ہے خدا کا
کہنے کو ہے آزاد ' پر آزاد کہاں ہے

آنکھوں کو چھوڑ تیری نظر کس طرف کروں
رہتی ہے میکشوں کی سدا جام پر نگاہ

تیرا دہن ہے گویا انگشتری کا حلقہ
اور ہونٹھ رنگ پاں سے، ہے لعل کا نگینہ

تو سیر کرے ہے جس چمن کی
ہر گل میں صبا! اُسی کی بو ہے

کاملوں کا یہ سخن مدت سے مجھ کو یاد ہے
یعنی بے معشوق جینا زندگی برباد ہے

تنہا نہیں چلا ہوں میں "حاتم" بتاں کے شہر
ہمراہ اس سفر میں مرے، آہ و نالہ ہے

خواب میں تھے جب تلک، تھا دل میں دنیا کا خیال
کھل گئیں آنکھیں تو دیکھا ہم نے سب افسانہ ہے
معتکف ہو، شیخ اپنے دل میں مسجد سے نکل
صاحب دل کے بغل میں دل، عبادت خانہ ہے

مدت ہوئی کہ مر کر میں خاک ہو گیا ہوں
جینے کا بد گماں کو اب تک مرے گماں ہے

تک کھول زلف اپني ' زنجير هے تو يه هے
دیوانه پن کی میرے تدبیر هے تو یه هے
میں راستي کہوں هوں تم بخشو یا نه بخشو
دل چاهتا هے تمکو' تقصیر هے تو یه هے
کس کام کي همارے یه کیمیائے هستي
محتاج یک نظر هوں ' اکسیر هے تو یه هے

هر قدم پر همیں هے سیر بہشت اُس کا هر نقش پا ' گلستاں هے

نکلے سے جس کے "حاتم" شہروں میں عید آوے
سارے برس میں مجھ کو وہ ایک ماہ ' بس هے

سر پٹکتے هیں پڑے ' کنج قفس میں مجھ سے سو
ایک میری بے پروبالي سے کیا پروا مجھے

مزا لے لے کے جلنے کی طرح سے شمع واقف هے
جلے تو هے ' پر اِس لذت کے تئیں پروا نه کیا جا۔

رو رو هوا هوں خشک یہاں تک ' که دیکھ لو
آنسو بھی اب نہیں که مري چشم ' تر کرے
دعویٰ کیا هے شمع نے "حاتم" سے عشق میں
دونوں میں دیکھئے یه مہم ' کون سر کرے

ہماری عقل بےتدبیر پر، تدبیر ہنستی ہے
اگر تدبیر ہم کرتے ہیں تو تقدیر ہنستی ہے
اسیروں کا نہیں دل بہ، جو تم سنتے ہو زنداں میں
مرے دیوانہ پن کو دیکھ کر، زنجیر ہنستی ہے

مریض عشق ہوں، مطلب نہیں مسیحا سے
تو منہ دکھا کہ مرے درد کی دوا تو ہے

دل سے بوئے کباب آوے ہے کون مست شراب آوے ہے

— —

اے صبا کس طرف کو گذری تھی تجھ سے بوئے نگار آوے ہے
ٹک ادھر بھی گذر کہ اس بو، سے میرے دل کو قرار آوے ہے
اِس قدر بس، کہ روز ملنے سے خاطروں میں غبار آوے ہے

عشق کے شہر کی کچھ آب و ہوا اورھی ہے
اُس کے صحرا میں جو دیکھا تو فضا اور ہی ہے

تو، ہم سے جس طرح مل جانتا ہے
زباں سے کیا کہیں؟ دل جانتا ہے
مرے کھونکر نہ تیرے غم میں، عاشق
یہی جینے کا حاصل جانتا ہے

جاتے تھے ، اپنے ھیں ہوش و حواس
یک نگہ میں سب تمھارے ھو گئے
جب ہوئے " حاتم " ہم اُس سے آشنا
دوست بھي دشمن ھمارے ھو گئے

تمھارے عشق میں ھم ننگ و نام بھول گئے
جہاں کے کام تھے جتلے ، تمام بھول گئے

معلوم ھے کسو کو کہ وہ آج شعلہ خو
مجھ کو لگا کے آگ لگانے کدھر گئے

کیا مدرسہ میں دھر کے ، الٹي ھوا بھی
واعظ نہي کو امر کہے ، امر کو نہي [۱]

امامي

خواجہ امامي نام ، شاھجہاں‌آباد کے رھنے والے تھے - مرثیہ خواني اپنا پیشہ بنا لیا تھا -

کلام میں ذھانت اور شوخي ھے ، سلاست اور زبان کا لطف نہیں ، مضمون آفریني بھی کم ھے - سنہ ۱۱۸۷ھ میں مرشدآباد جاتے ھوئے انتقال کیا -

اُس کے کوچہ ستی ، غبار اُٹھا کون سا ، واں سے خاکسار اُٹھا
عندلیبو! بساو اب صحرا باغ سے موسم بہار اُٹھا

---

[۱] انتخاب حسرت - خمخانۂ جاوید - تذکرۂ مصحفي -

جو اپنے کام کو سونپے خدا کو تو "حاتم"
تو سب سے خوب ترا کام، کارساز کرے

دل مرا لے کے پھر مکرتے ہو تم تو ایسے نہیں، خدا نہ کرے

گردن اپر مرے سر پرشور، بوجھ ہے
ابرو کو ٹک دکھا کے، سبک بار کیجئے

ابھی مسند نشین طارم افلاک ہو جاوے
جو سب کچھ چھوڑ دل، تیرے قدم کی خاک ہو جاوے
چمن میں خون سے بلبل کے گل آسودہ داماں ہے
اگر شبنم اُسے دھووے تو شاید پاک ہو جاوے

جہاں کے باغ میں کرتا ہے سیر اس واسطے "حاتم"
کبھو شاید محبت کی، کسو بھی گل سے بو آوے

دل کی دعاؤں سے ہے مری اُس کو سب خبر
درکار نامہ بر نہیں پیغام کے لئے

کبھو دیکھی نہ اُس سے "حاتم" نے
دلبری، دلدہی و دلجوئی

واے واماندگی اہلِ، یہ آنکھوں آگے
کارواں رو میں ہے، ہم پیچھے رہے جاتے ہیں

——

اثر ہو سنگ میں کیا، کیونکہ اس کو رام کریں
بتوں کے دل ہو، تو یا رب یہ آہیں کام کریں

——

دیکھ تو، کیا ہے وہ بت، سنگ دلی پر نازاں
تجھ میں اے نالۂ جانکاہ! اثر ہے کہ نہیں

——

یارو گر دار پہ منصور نہیں دیکھا ہے
نوک مژگاں پہ مرے لختِ جگر کو دیکھو

——

صف مژگانِ آہوچشم کا ہوں کشتہ، اے یاراں
سرِ تربت پہ چن دیجو مری، خار بیاباں کو
زباں پر راز عاشق کا نہ لانا سر کٹا دینا
سر شتہ کس سے ہاتھ آیا ہے یہ شمع شبستاں کو

——

میں نے پہلو سے گم کیا تجھ کو
آہ دل! کن نے لے لیا تجھ کو
اشک! آوارگی سے تو نہ تھما
میں نے آنکھوں میں گھر دیا تجھ کو

ھچکیاں سے گلا یہاں دوشمن بزم سے جب وہ مے گسار اُٹھا
عزم رخصت ھوا جب ھی اس کا میرے دل سے وھیں قرار اُٹھا

وائے اپنی اس بصارت پر ' کہ ھر ذرے میں آہ
جلوہگر ھے آفتاب ' اور تاب بینائی نہیں

کون سا دن ھے کہ مجھ کو یاد تو آتا نہیں
کون سا دم ھے ' کہ آنکھوں بیچ پھر جاتا نہیں
عشق میں کس کے " امانی " مبتلا ھے ' جس بغیر
تجھ کو نظارہ گلوں کا ان دنوں بھاتا نہیں

چمن سب لہلہاتے ھیں پڑے ' بادل برستے ھیں
شتاب آ ساقیا ! ھم بادہ نوشي کو ترستے ھیں
زمانہ جائے عبرت ھے ' چمن کا حال چل دیکھو
تجمل جن گلوں کا کل تھا سو وے آج جھڑتے ھیں
مساوي جانیو خوش طالعی و بدنصیبی کو
" امانی " ! منعم و مفلوک سب کے دن گذرتے ھیں

" امانی " تو ھوا تیغ تغافل ھی ستي بسمل
بھلا بتلائیے کس پر کمر اب آپ کستے ھیں

ھم ترا نزع تلک ' جور سہے جاتے ھیں
یاد آویں گے بہت اتنا کہے جاتے ھیں

آنکھیں نہیں ملدتی ھیں ' عجب جی پہ تعب ہے
یارب دل حیراں کو مرے کس کی طلب ہے

دم لینے نہیں دیتے ھیں ' پیہم کے یہ نالے
کیا جانئے کیا دل کو مرے درد کڈھب ہے
ھجراں کے شب و روز ت پوچھو گذرنا
دن کٹ گیا جوں توں کے ' تو پھر رات غضب ہے
مدت سے سروکار غم ھجر سےتی ہے
کچھہ عیش سے تو کام نہ آگے تھا نہ اب ہے

فغاں

اشرف علی خاں نام ' احمد شاہ (بادشاہ) کے کوکا تھے ' شعر و شاعری کی مہارت کے ساتھہ لطیفہ گوئی اور بدلہ سنجی میں بھی طاق تھے اسی وجہ سے احمد شاہ نے اُن کو ظریف‌الملک کا خطاب دیا تھا - دھلی میں سکونت تھی ' درانیوں کے حملے سے پریشان ھو کر مرشدآباد اپنے چچا کے پاس چلے گئے ' وھاں سے فیض‌آباد آکر نواب شجاع‌الدولہ کے خاص مصاحب ھو گئے پیسے سے ھاتھہ جلنے کی وجہ سے نواب سے خفا ھو کر عظیم‌آباد راجہ شتاب رائے کے دربار میں آ گئے ' باقی عمر عزت سے یہیں بسر کر دی -

اُن کی شاعری ' گداز کا آئینہ ' اور کہنہ مشقی کا ثبوت ہے ' زبان اتنی صاف ہے کہ دور موجودہ میں بھی اکثر شعرا کے بس سے باھر ہے -

اللہ رے صنم ! یہ تری خود نمائیاں؟
اس حسن چند روزہ پہ اتنا غرور ہے

دم بدم اس کی خلش سے اب مجھے آزار ہے
دوستاں یہ دل نہیں ' پہلو میں میرے خار ہے

چاہ میں کس کی ' دل ڈبو بیٹھے
آہ ! ہم کیسے دل کو ارو بیٹھے
کیوں " امانی " گیا نہ آخر دل
کف افسوس اب ملو بیٹھے

ہم سا جو ناتواں عقب کارواں رہے
جوں نقش پا وہیں کے ہوئے پھر جہاں رہے

صدمے جو پڑے ہیں دل پہ غم کے
آنسو نہیں تھمتے چشم نم کے
خوش خواب میں ہیں مگر ' جو اب تک
جاگے نہیں خفتگاں عدم کے
ہے صبح کو عزم رفتن یار
تک نکلیو آفتاب تھم کے

دل بستگی قفس سے یہاں تک ہوئی مجھے
گویا کبھی چمن میں مرا آشیاں نہ تھا

ر کو فدائے خنجر بیداد کرچکا
پہونچا میں اپنی داد کو فریاد کرچکا

ابھی مٹا نہیں دعویٰ ستم رسیدوں کا
کفن ہوا نہیں میلا ترے شہیدوں کا

کہا تو شب فراق میں جیتا رہا " فغاں "
یاں تک گماں نہ تھا ترے صبر و قرار کا

بے سبب شمع کب جلے ہے " فغاں "
لطف سوز و گداز میں پایا

قصد کر صبا تو دل داغ دار کا
ظالم ! یہ ہے چراغ کسی کے مزار کا

ساقی نہ میں ' یاں آپ سے کچھ چشم تر آیا
دل ' دیکھتے ہی ابر کو بے ساختہ بھر آیا

چھوٹے چھوٹے الفاظ کے کوزے میں میٹھی کا دریا بھر دیتے ہیں - لطف محاورہ میں بے ساختگی ' بندش کی چستی یعنی غزل کے تمام لوازم موجود ہیں اور بہتر صورت میں موجود ہیں -

علی قلی ندیم کے شاگرد تھے [۱] ' سنہ ۱۱۸۶ ھ میں وفات پائی -

صنم بنا تو خدائی میں تجھ کو کیا نہ ہوا
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

زخم دل تو سہا نہیں جاتا بن سہئے بھی رہا نہیں جاتا
اے "فغاں" دیکھنا سمجھ لینا دے کے دل ' پھر لیا نہیں جاتا

ایسی نگاہ کی ' کہ مرا جی نکل گیا
جھگڑا مٹا ' عذاب سے چھوٹے خلل گیا

عالم کو جلاتی ہے تری گرمئی بازار
مرتے ہم ' اگر سایۂ دیوار نہ ہوتا

جب گلشن بہار کو رنگ خزاں نہ تھا
مشفق ہمارے حال پہ تو مہرباں نہ تھا

[۱] تذکرۂ مصحفی -

نکلا خط، ہمیں پیغام کیا ہو؟ — اب اس آغاز کا، انجام کیا ہو
نہ اُلفت، نے محبت، نے مروت — تری خاطر کوئی بدنام کیا ہو

مجھ مبتلا کی چشم، کہاں تک پرآب ہو
اے دل! خدا کرے ترا خانہ خراب ہو

اس کے وصال و ہجر میں یوں ہی گزر گئی
دیکھا تو ہنس دیا جو نہ دیکھا تو رو دیا
کیا پوچھتے ہو حال "فغاں" کا سنا نہیں
خانہ خراب عشق نے دنیا سے کھو دیا

ہستی کے خواب نظر آتے جو عدم میں
ہرگز کوئی اس خواب سے بیدار نہ ہوتا

ممکن نہیں کہ غیر نہ ہووے رکاب میں
تجھ کو خدا نہ لاے ہمارے مزار پر

یہ امتحاں نہ کر، اے میرے مہربان عزیز!
جہاں میں کوئی بھی تجھ سے رکھے کا جان عزیز

پاؤں چلتے ہوئے دیکھے، تو بیاباں کی طرف
ہاتھ اُٹھتے نظر آئے تو گریباں کی طرف

آوارہ پریشان و شکستہ دل و بے نسلم
سنتے تھے " فغاں " جس کو سو آج ہی نظر آیا

اس قدر طاقت نہیں ' جو بال و پر بھی وا کروں
کس گرفتاری میں آیا ہوں الٰہی کیا کروں ؟

نہ اے قاصد ' میں دو دو یار کی فریاد کرتا ہوں
ترے دیکھے سے ' میں اپنے لکھے کو یاد کرتا ہوں

میری طرف سے خاطر صیاد جمع ہے
کیا اُڑ سکے گا طائر بے بال و پر کہیں ؟

کاش ! آ جاوے قیامت اور کھلے دیوانِ حشر
وہ " فغاں " جو ہے گریباں چاک فریادی کہاں

صیاد ! راہ باغ فراموش ہوگئی
کنج قفس سے ' مت مجھے آزاد کیجیو

تقویت ہے داغ سے میرے دل بیمار کو
اے فلاطوں ! کہہ تو ' کیا کہیئے ہمیں اس آزار کو ؟
چھوڑ کر مجھ کو کہاں جاتا ہے ' اے خانہ خراب
سونپتا ہے کیا مرے سر سے فرو دیوار کو

مسلم کہنے سے کیا خوش ہے وہ کافر
خدائی کا تصور، بندھ رہا ہے
"فغاں" کو وصل میں آرام کیا ہو
جدائی کا تصور، بندھ رہا ہے

عبث! تو تڑپے ہے، کنج قفس میں مرغ چمن
اسی تڑپ سے تو یہ بال و پر گئے اپنے

شب فراق، نہ تنہا مجھے رلاتی ہے
یہ صبح وصل بھی، آنسو سے منہ دھلاتی ہے

اگر میری زباں پر، بار دیگر انتظار آوے
ابھی رونے پہ ظالم دل، مرا بے اختیار آوے

دل، زلف میں اُلجھا مجھے آرام یہی ہے
میں صید بلاکش ہوں، مرا دام یہی ہے

تار کی طرح کہیں زلف بتاں سے ٹوٹے
یا الٰہی! دل بیمار بلا سے چھوٹے

کہتا ہے یہ، بہشت میں مستوں کی جا نہیں
زاہد کا کیا خدا ہے ہمارا خدا نہیں ؟

خط بھیجو چھپا کے، ملے وہ اگر کہیں
لکھنا نہ میرے نام کو، اے نامہ بر کہیں

نے زندگی میں وصل میسر، نہ بعدِ مرگ
عاجز ہوا ہوں اے دل ناشاد، کیا کروں ؟

ملے ہے مہر سے، ہرگز اسے حجاب نہیں
کہوں تو کہہ نہیں سکتا، رہوں تو تاب نہیں
خراب دیکھ، کہے گا مری خرابی کو
ہزار حیف! کہ وہ خانماں خراب نہیں

عاجز ہوں ترے ہاتھ سے، کیا کام کروں میں ؟
کر چاک گریباں تجھے بدنام کروں میں

مت کوئی روشن کرو، مجنوں کی تربت پر چراغ
روح جل جائےگی، دیوانے کی پروانے کے ساتھ

بک گیا اب تو یہ دل کافر خوں‌خوار کے ہاتھ
بندھ گئے رشتۂ الفت سے، گنہگار کے ہاتھ

پھر لپیٹو ! دامن میں "فغاں" لخت جگر کو
ہم خانہ بدوشوں کا ، سر انجام یہی ہے

پھرے ہی دل سے پوچھئے ، اس غم کو ہاں "فغاں"
الفت ، بری بلا ہے ، کسی کو خدا نہ دے

یہ دل ، ترے وصال کا مذکور کیا کرے ؟
مقدور جب نہووے ، تو مجبور کیا کرے ؟

ترے فراق میں ، کیوں کر یہ درد ناک جئے
مرے تو مر نہیں سکتے ، جئے تو خاک جئے

اثر کرتی نہیں ، اس بت کے دل میں آہ ، کیا کیجے
عجب حالت ہے میری ، اے مرے اللہ ، کیا کیجے

مجھ دل ناشاد کو ، ہر وقت غم سے کام ہے
کیا خوشی یارو زمانے میں اسی کا نام ہے ؟

کٹ گئی ساری عمر ، غفلت میں
کچھ تری بندگی ادا نہ ہوئی

ضعیف ہے دل بیمار، اس قدر جیسے
اٹک کے آہ نکلتی ہے میرے سینے سے

مشتاق تیرے، گرمی بازار کر گئے
اس جنس کو گراں، بہ خریدار، کر گئے

اٹھ چکا دل مرا، زمانے سے اڑ گیا مرغ، آشیانے سے
ہم نے پایا، تو یہ ستم پایا اس خدائی کے کارخانے سے

غیر از دوئی کے، مانع دیدار کون ہے
وہ یار ہوگیا تو پھر اغیار کون ہے؟
بہر غضب، رکھے ہے ہمیں مغفرت سے دور
گر وہ کریم ہے تو گنہگار کون ہے

مجھ سے جو پوچھئے، تو بہر حال شکر ہے
یوں بھی گزر گئی، مری ووں بھی گزر گئی

ستم نامہرباں ہے اس قدر، اے میرے رب! کیا ہے؟
مری تقصیر کچھ ثابت نہیں، وجہ غضب کیا ہے؟

سیالکوٹی شیخ المحدثین سے حدیث کی تکمیل کی - تیس برس تک مشائخ نقشبندیہ سے فیوض حاصل کئے -

مرزا صاحب نہایت خوش تقدیر ' اور صاحب فضل و کمال تھے ' مستغنی ایسے تھے کہ کسی امیر کے سامنے نہ کبھی حاجت لے گئے اور نہ کسی کو خاطر میں لائے -

چونکہ فارسی تغزل میں خاص پایہ رکھتے تھے ' اور دل میں تصوف نے گداز پیدا کردیا تھا ' عشق حقیقی کی کھٹک دل میں تھی اس لئے اُردو کی غزلیں شراب کیف کے پیمانے ہیں ' معانی کا جوش ' الفاظ کی بندش سے باہر ہوا جاتا ہے -

مرزا صاحب نے اُردو تغزل کے آب حیات میں سب سے پہلے تصوف کی شیرینی ملائی ہے - ان کی زبان بھی سلیس ہے ' بندش کی چستی ' لطف دوبالا کرتی ہے -

انعام اللہ خاں یقین ' - میر محمد باقر حزیں - خواجہ احسن اللہ بیان - بساون لعل بیدار - ہمت قلی خاں حسرت - محمد فقیہ درد مند - مشہور تلامذہ تھے - مرتب گل رعنا نے ان کے شاگردوں میں '' یکرنگ '' کا نام بھی لیا ہے -

ان کے علاوہ بھی ' بعض شاگردوں کا نام لیا جاتا ہے - بقول بعض تذکرہ نویس ' ان کی تصانیف کے سلسلے میں " خریطۂ جواہر " شعرائے فارسی کے کلام کا انتخاب ' فارسی کا منتخب دیوان ہے -

شاہ شاھد علی صاحب سبز پوش ' تخلص فانی رئیس گورکھپور کا بیان ہے کہ مرزا صاحب کا مکمل دیوان اردو قلمی ' کتب خانہ

عکس میرا، شب ہجراں میں تسلّی ہے
ایک میں آپ ہوں اور گوشۂ تنہائی ہے

میں تو وہ ہوں، کہ مرے لاکھ خریدار ہیں اب
لیکن اس دل سے میں ڈرتا ہوں کہ سودائی ہے

نالاں نہ ہو تو، یار کے شکوے سے باز آ
سن پائے گا "فغاں" کوئی فریاد رس ابھی

قاصد، جو نا امید پھرا کوئے یار سے
خفت مجھے ہوئی، دل امیدوار سے

دل میں اس شوخ کے ہو پاس وفا، سو معلوم
کہنے سننے کے لئے، بات بنا رکھا ہے

مظہر

شمس‌الدین نام، جانجاں لقب تھا- ان کے والد مرزا جان عالمگیر کے منصب‌دار تھے، نسب، ماں کی طرف سے محمد بن حنفیہ تک پہونچتا ہے، باپ کی طرف سے تیموری خاندان سے تعلق تھا-

جب یہ پیدا ہوئے تو عالمگیر نے "جانجاں" کا خطاب دیا اور کہا کہ "پسر جان پدر می باشد" ۱۸ برس کے ہوئے تو ان کے والد نے انتقال کیا، تقدیر یاور تھی شیخ محمد افضل

جواں مارا گیا خوباں کے اوپر ' میرزا " مظہر "
بھلا تھا یا برا تھا زور کچھ تھا خوب کام آیا

زخمی تری نگہ کا ' اک پل جیا تو پھر کیا
صیاد کی بغل میں ' تک دم لیا تو پھر کیا

اس گل کو بھیجنا ہے مجھے خط ' صبا کے ہات
اس واسطے لگا ہوں چمن کی ہوا کے سات
" مظہر " چھپا کے رکھ ' دل نازک کے تئیں مرے
یہ شیشہ بھیجنا ' ہے کسی میرزا کے ہات

سب یہ کہتے ہیں مر گیا " مظہر "
فی الحقیقت میں ' گھر گیا " مظہر "

هم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار
ہائے بس چلتا نہیں ' کیا مفت جاتی ہے بہار
ہم گرفتاروں کو ' اب کیا کام ہے گلشن میں ' لیک
جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں ' آتی ہے بہار

اتنی فرصت دے ' کہ رخصت ہو لیں ' اے صیاد ! ہم
مدتوں اس باغ کے سایہ میں تھے آزاد ہم

خانقاہ جونپور میں موجود ہے ، اس کے علاوہ اور کوئی نشان نہیں ملتا -

۱۱ رمضان سنہ ۱۱۱۱ ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰ محرم سنہ ۱۱۹۵ ھ میں شہید ہوئے -



چلے اب گل کے ہاتھوں سے لٹا کر کارواں اپنا
نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا
یہ حسرت رہ گئی ، کس کس مزے سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا ، گل اپنا ، باغباں اپنا
الم سے یاں تلک روئیں ، کہ آخر ہو گئیں رسوا
ڈبویا ہائے آنکھوں نے مژہ کا خانماں اپنا
جو تونے کی ، سو دشمن بھی نہیں دشمن سے کرتا ہے
غلط تھا ، جانتے تھے تجھ کو جو ہم مہرباں اپنا
مرا جلتا ہے جی ، اس بلبل بیکس کی غربت پر
کہ جس نے آسرے پر گل کے ، چھوڑا آشیاں اپنا
کوئی آزردہ کرتا ہے سجن اپنے کو ہے ظالم
کہ دولت خواہ اپنا "مظہر" اپنا "جانجاں" اپنا

گرچہ الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا
لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا
لوگ کہتے ہیں موا "مظہر" بیکس افسوس
کیا ہوا اس کو ، کہ اتنا بھی وہ بیمار نہ تھا

تجلی ، گر تری ، پست و بلند اُن کو نہ دکھلاتی
فلک یوں چرخ کیوں کھاتا زمیں کیوں فرش ہو جاتی
حنا ، تیرے کف پا کو ، نہ اس شوخی سے سہلاتی
یہ آنکھیں ، کیوں لہو روتیں اُنھوں کی نیند ، کیوں جاتی ؟
الٰہی ؟ درد و غم کی سر زمیں کا ، حال کیا ہوتا
محبت گر ہماری چشم تر سے مینھ نہ برساتی

یہ دل ، کب عشق کے قابل رہا ہے ؟
کہاں ! اس کو دماغ اور دل رہا ہے
نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے
نہ مجھ کو ، وہ دماغ و دل رہا ہے
خدا کے واسطے اس کو نہ ٹو کو
یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے

خدا کو اب تجھے سونپا ارے دل یہیں تک تھی ، ہماری زندگانی

اگر ملے تو رخصت ہے ، نہ ملے تو قیامت ہے
غرض ، نازک مزاجوں کی محبت سخت ، آفت ہے

حسرت

میر محمد حیات نام ، عظیم‌آباد وطن تھا ، ہیبت قلی خاں کے لقب سے مشہور تھے ۔

گر، گل کو گل کہوں، تو ترے رو کو کیا کہوں؟
بولوں نگہہ کو تیغ، تو ابرو کو کیا کہوں؟

توفیق دے، کہ شور سے اک دم، وہ چپ رہے
آخر، یہ میرا دل ہے، الہی! جرس نہیں

مت اختلاط کر، اے نو بہار تو ہم سے
چمن میں ہونے کا اس خاک کو دماغ نہیں
یہ بلبلوں کا، صبا! مشہدمقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو ترا، یہ باغ نہیں

آج مت رنگ حنا سے کف پا، لال کرو
اے بتاں اس دل پر خون کو، پامال کرو

کسی کے خون کا پیاسا، کسی کی جان کا دشمن
نہایت منہ لگایا ہے صنم نے بھڑۂ پاں کو

آتش کہو، شرارہ کہو، کوئلہ کہو
مت اِس ستارۂ سوختہ کو دل کہا کرو

الہی! مت کسو کے پیش، رنجِ انتظار آوے
ہمارا دیکھیے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

رات اُس خانہ برانداز نے ' بزم اپنی سے
اور سب بیٹھے رہے مجھ کو اُٹھایا تنہا

سہر رکھتا ہے ہمارا شیوۂ دیوانگی
عشق نے ' داغ جلوں سے ہم کو گلدستہ کیا
عالم بالا سے ' حسرت ! پہنچے ہے فیض سخن
فکر قد نے اُس کی ' اپنا شعر برجستہ کیا

ترے سلوکوں سے ' دل اب تو سیر ہے جاں سے
فریب لطف کا ' ہرگز نہیں میں کھانے کا

نظروں میں اُس کی ہیں ' کس کے لب خنداں " حسرت "
کیا بلا جوش میں ' یہ دیدۂ گریاں ہے آج

دلدار کا وصال ' میسر ہو یا نہ ہو
مشتاق کو ہے شام و سحر ' انتظار فرض

خواری نے مجھے عشق کی ' جھڑے سے کیا سہر
جی جائے کہیں ! تاکہ مٹے یہ خلش دل

میں تیرے قول کا قائل ہوں ' ناصح مشفق !
ولے قبول دل بے قرار ' ہے مشکل

نواب سراج الدولہ ، ناظم بنگالہ کی سرکار میں داروغہ تھے ، لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی میں شہرت رکھتے تھے ، اُردو شاعری کو ترقی دیئے ، اور سلیس بنانے میں اُن کا نام بھی مشہور ہے بعض جگہ اُن کے کلام میں تعقید ہے - مرزا مظہر جانِ جاں کے شاگرد تھے [۱] -

کیا پہلے عزیز اتنا ، گرایا آنکھ سے آخر
قیامت دور لے جا کر ، مجھے اے سرو قد پٹکا

عشق پوشیدہ ، نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا
چاک دل ، چاک گریباں نہ ہوا تھا ہوا

طلب نہیں مجھے ، حسرت ، بتوں سے دل کا کام
کہ عہد ہے مجھے ، دیدار کی گدائی کا
ہزار حیف نہ سمجھا تو ، رسم دلداری
رہا ہمیشہ ، تجھے ذوق دلربائی کا

مہربانی سے تو گھر کس کے نہ آیا تنہا
اک ہمیں نے ترا سایہ بھی نہ پایا تنہا

[۱] مظہر کے شاگرد ہونے کی وجہ سے اُن کا نام دھلی کے شعرا کے سلسلے میں لکھا گیا ورنہ لب و لہجہ ، بعض خصوصیات زبان و ترکیب کے اعتبار سے اُن کو دھلی کی شاعری سے کوئی نسبت نہیں - مرتب

اس کے دل میں، کبھی تاثیر نہ کی
اے محبت! اسے کیا کہتے ہیں

یاں بھی آ آ کر ستاتے ہیں، ملامت گر مجھے
چھوڑ کر جاؤں میں یا رب! کنج تنہائی کہاں؟

میں جدائی میں بھی، دلدار سے مہجور نہیں
دل میں بستا ہے وہ، آنکھوں سے مری، دور نہیں

ہاتھ سے اپنے نہ دے، وصل کی فرصت راحت
پھر خدا جانے، کہ ہم ہوویں کہاں؛ یار کہاں؟

گرچہ ہیں غواص دریائے سخن، "حسرت"! سبھی
ہر قلم کو، دست گاہ گوہر افشانی نہیں

توقع، عشق میں، کس سے رکھوں میں دوست داری کی
ہماری ہمدمی ہے، بار خاطر آہ و افغاں کو

کم نگاہی سے، کم اِدھر دیکھو   دیکھتے ہو تو، بھر نظر دیکھو

دل مرا لے کے، میاں! جاں طلب کرتے ہو
لوٹ تم نے تو مچائی ہے، غضب کرتے ہو

نسبت رکھے ہے اُس سے جفا ، اور جفا سے ہم
نالاں رہے ہے ہم سے وفا ، اور وفا سے ہم

ہم خاکِ کوے یار رکھیں ہیں ، وہ بوے گُل
سودا کرے ہے ہم سے صبا ، اور صبا سے ہم

اس کی امید وصل میں ، از بس ہے ناقبول
ہے ہم سے شرمسار دعا ، اور دعا سے ہم

برہمن ہونے کو آتا ہے ، بتا سچ آج کون ؟
ہو رہی ہے ہر طرف ، "حسرت" صنم خانے میں دھوم

کب تلک دیکھیں تجھے دور سے ، حیراں ہیں ہم
کیا کوئی حسن کی دولت کے ، نگہباں ہیں ہم
کون دیوانۂ بد مست کی ، رمزیں سمجھے
حسرت اس چشم سخن گو کے ، زباں داں ہیں ہم

تپا کرتا ہے دل ہر لحظہ ، لب پر رہتی ہیں آہیں
نگاہیں تھک گئیں ، تکتے ہی تکتے یاں کی راہیں

ہم سے وحشت ، اسے کیا کہتے ہیں ؟
سب سے الفت ، اسے کیا کہتے ہیں ؟
لی اُٹھا ، چشم مروت ہم سے !
بے مروت ! اسے کیا کہتے ہیں ؟

بھرا ہے دل ' مژہ اشک بار سے اب کے
اماں ہے ' گریہ بے اختیار سے اب کے

عشق میں ' خواب کا خیال کسے ؟
نہ لگي آنکھ ' جب سے آنکھ لگی
یار آتا ' نظر نہیں آتا
ہے اُدھر میري کب سے آنکھ لگي

حسد سے ہم صفیروں کے چمن ہے تنگ اب ہم پر
دعا تک میري ' اے باد صبا ! صیاد کو پہونچے

جو دلدار اپنا ' کوئي اور ٹھہرے
محبت میں ' کچھ زیست کا طور ٹھہرے

تمہیں اے مے کشو ! ہو نوش جاں پیمانۂ عشرت
لبالب خون دل سے ' ہم تو اپنا جام کر بیٹھے

ایک پر خوں ' ایک ہے پر اشک ' تیرے ہجر میں
یعني چشم و دل کا پیمانہ ' یہاں لبریز ہے

عشق کي ' عاشق و معشوق میں نسبت نہیں ایک
طرز سوزش ہے جدا ' شمع سے پروانے کي

جو ہوتا محرم راز رموز عاشقی ' " حسرت "
وہ ان طرزوں کو کیا جانے ' وہ یہ انداز کیا سمجھے

مقید زلف کا ہوں ' اُس کے رخ سے مجھ کو کیا نسبت ؟
ہوائے سیر گلشن کو ؛ اسیر دام کیا جانے ؟

میری بات سنتا ہے اس طور سے
کہ کہتا ہوں گویا کسی اور سے

سر مرا خاک ہوا ' راہ وفا میں آخر
شکر ! ضایع تو مری ناصیہ سائی نہ گئی

عاشق زار کی عرض ' اے شہ خوباں سن لے
دل پر درد کا آزار برا ہوتا ہے

بلا کش عشق کے ' اجر وفاداری کے طالب ہیں
بتوں کو ' حسن توفیق جفا کاری ' خدا دیوے

اے دل ! نہیں سنبھلے میں ' قرار اب تجھے اک دم
پھر کس سے ؟ تری ' خانہ خراب آنکھ لگی ہے

سریر سلطنت سے، آستان یار بہتر تھا
ہمیں ظل ہما سے، سایۂ دیوار بہتر تھا
مجھے زنجیر کرنا، کیا مناسب تھا بہاراں میں
کہ گل ہاتھوں میں اور پاؤں میں میرے خار بہتر تھا

" یقیں "! امید جینے کی نہیں تیری ان آنکھوں سے
اگر پرہیز تو کرتا، تو یوں بیمار کیوں ہوتا؟

شکوہ حسن سے آنسو ہمارے سوکھ جاتے ہیں
" یقیں "! سورج کے آگے کب اثر رہتا ہے شبنم کا؟

رہا میں بے خبر، افسوس، لذت سے اسیری کی
جو میں یہ جانتا، کنج قفس میں آشیاں کرتا
کیا مجھ کو " یقیں "! اس ناتوانی نے خجل، ورنہ
گلی کو یار کی، اپنے لہو سے گلستاں کرتا

اس گل سے کچھ حجاب، ہمیں درمیاں نہ تھا
جس دن کہ یہ بہار نہ تھی، گلستاں نہ تھا

یہ کوہ طور، سرمہ ہوگیا سارا ہی، کیا کہیے
کوئی پتھر بھی بچ رہتا، تو دیوانے کے کام آتا

دشوار پڑا سخت ' ترے کوچے تک آنا
ہر روز مری راہ میں ' اک سنگ نیا ہے

موحد بھی نہیں ہوتے ہیں۔ ملکر ' بت پرستی گے
بنایا جس نے تجھ سا بت ' میں اُس اللہ کے صدقے

یہ دوستی ! یہ مروت ' یہ غم گساری ہے
کہ ناخوشی میں ہماری ' خوشی تمہاری ہے

اتنا نومید نہ ہو ' دل کو خوشی رکھ ' " حسرت " !
صبر کر ' دیکھ تو کیا ہوتا ہے ہوتے ہوتے

یقین

انعام اللہ خاں یقین ' مرزا مظہر کے خاص شاگردوں میں تھے - ۵۲ برس کے سن میں انتقال کیا ' لیکن اس عمر میں بھی طبیعت قیامت تھی ' اپنے زور طبیعت کے سامنے کسی کی حقیقت نہ سمجھتے تھے ' میر تقی میر کی یہ رائے صحیح نہیں کہ " ذائقہ سخن فہمی نہ دارد " -

ان کے کلام کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ " مرتبہ استادی " میں کسی سے کم نہیں ' کلام میں سلاست اور گداز ہے ' مختصر الفاظ میں مضمون آفرینی کی شان نمایاں ہے - دیوان شایع ہو گیا ہے ۔

رنگ گل کی آگ پر، دامن نہ مار اے باد صبح
کیا کریں گی بلبلیں، پھر آشیانے کا علاج
تیغ عشق دل کے تئیں لیے، سنبھالے رکھ "یقین"
پھر کرے گا کون اس کے پھوٹ جانے کا علاج

فصل گل بھی آن پہنچی، دیکھیے کیا ہو "یقین"!
اب کے چلتا ہے جلوں پر جی ہمارا بے طرح

——

باغباں بے رحم اور دربند، دیواریں بلند
بلبل بے بال و پر، گلشن میں جاوے کس طرح

——

کرے ہے آئینہ، بے طرح نکتہ چینی حسن
نہ کر تو اس کو، اب اتنا بھی روبرو گستاخ
ترے ادب سے، جلوں کو کیا ہوں ایسا بھول
کہ ہاتھ جیب سے گویا نہ تھا کبھو گستاخ

پھوک کر جی نکل جاوے گا، بلبل کی طرح میرا
کھلا بند گریباں کو نہ رکھ اے گل بدن بس کر

بہار آخر ہوئی ہے، اب تو سینے دے گریباں کو
"یقین"! کرتا ہے کوئی اس قدر دیوانہ پن، بس کر

نہیں معلوم؛ اب کے سال مے خانے پہ کیا گذرا
ہمارے توبہ کر لینے سے، پیمانے پہ کیا گذرا
مجھے زنجیر کر رکھا ہے، ان شہری غزالوں نے
نہیں معلوم، میرے بعد ویرانے پہ کیا گذرا
برہمن سر کو اپنے پیٹتا تھا، دیر کے آگے
خدا جانے، تری صورت سے بت خانے پہ کیا گذرا

ہیں زخم مرے کاری، اس سینے سے کیا ہوگا؟
اب مرنا ہی بہتر ہے، اس جینے سے کیا ہوگا؟

پاؤں کو اپنے، "یقین" کی چشم گریاں پر، نہ رکھ
مت کر اے گل، آب جو میں دامن رنگین خراب

تری آنکھوں کی کیفیت کو، میخانے سے کیا نسبت؟
نگہ کی گردشوں کو، دور پیمانہ سے کیا نسبت؟
یہ جیوے ہجر میں، وہ وصل میں بھی جی نہیں سکتا
تکلف برطرف! بلبل کو پروانے سے کیا نسبت؟

تصور کرکے لیتا ہوں مزہ میں اس کی باتوں کا
مرے اس چپکے رہنے کا ہے، وہ شیریں دہن باعث
محبت کا نہیں ہے ظلم بھی، خالی عدالت سے
ہوا پرویز کے جینے کا، مرگ کوہ کن باعث

هم تو حاضر هیں ' عشق یار کہاں
خار و خس جمع هیں ' شرار کہاں

کرتا هے کوئي یارو ' اس وقت میں تدبیریں
مرتا هے یہ دیوانہ ' اب کھول دو زنجیریں

گلي میں عشق کي ' دل بھول جاپڑا تھا " یقیں " !
پھر ان دنوں سے دوانے کا کچھ سراغ نہیں

عمر آخر هے ' جنوں کر لوں ' بہاراں پھر کہاں
هاتھ مت پکڑو مرا یارو ! گریباں پھر کہاں
هے بہشتوں میں ''یقیں''! سب کچھ ولیکن درد نہ
بھر کے دل رو لیجئے ' یہ چشم گریاں پھر کہاں

کوئي دن اور کرنے دو جنوں ' مجھ کو بہاراں میں
عبث سیتے هو اس کو ' کیا رها هے اس گریباں میں

بلائے عقل سے ' کچھ چھوٹنے کی راہ نہیں
بغیر مے کدہ ' یارو کہیں پناہ نہیں

بتاں خدا کی خدائي کے سب مظاهر میں
جو ان کا بندہ هوا هے تو کچھ گناہ نہیں

ایک ہنگامہ‘ تو یار کے کوچے میں رہنے دے ہمیں
لُٹ گئے بھی پاسباں! یہ خانماں کو نہ چھیڑ

آپ سے ہم نے مقرر کی ہے‘ اپنی جا‘ قفس
ورنہ تک پھڑکیں‘ تو ہو جاویں تہ و بالا قفس

—

جنوں کے ہاتھ سے محفوظ اک دم رہ نہیں سکتا
رفو کرنا ”یقیں“! میرے گریباں کے نہیں لائق

—

کہیں عبث سمجھتا ہے ناصح! تو ”یقیں“ کا چاک جیب
ہاتھ اس کا چھوڑتا ہے کب‘ گریباں کا خیال

—

ہمارے درد کی دارو‘ اگرچہ ہے تو دارو ہے
یہ سب کچھ سن کے ساقی! بات پی جانے کا کیا حاصل؟

بہ مقدار جفائے یار‘ بڑھتی ہے وفا میری
کوئی چاہے تو آ دیکھے محبت اس کو کہتے ہیں

—

درد بن‘ ہم کو کچھ اس آگ سے مقصود نہیں
عشق پھیکا ہے اگر داغ نمک سود نہیں

بدلہ ترے ستم کا ' کوئي تجھ سے کیا کرے ؟
اپنا ھي تجھ پر فریفتہ ھووے ' خدا کرے
قاتل ھماري لاش کی ' تشہیر ھے ضرور
آئندہ ' تا کوئي نہ کسی سے وفا کرے

اس اشک و آہ سے مجھ کو ' ھوا [۱] یہی معلوم
یہ دل کچھ آب رسیدہ ھے ' کچھ جلا بھي ھے

حق ' مجھے باطل آشنا نہ کرے
میں بتوں سے پھروں ' خدا نہ کرے
ناصحو ! یہ بھی کچھ نصیحت ھے
کہ "یقیں" یار سے وفا نہ کرے

اپنے بندوں کو جلا کر خاک کرتے ھیں ' "بتیں" !
اِن بتوں کی ضد سے ھوجاؤں مسلماں تو سہی

چلا آگے سے جب کشتي میں ' وہ محبوب جاتا ھے
کبھي آنکھیں بھر آتي ھیں کبھي دل ڈوب جاتا ھے

نوٹ - [۱] مصحفي نے اپنے تذکرے میں پہلا مصرعہ اس طرح لکھا ھے :-
اس اشک و آہ سے سودا بگڑ گیا جانے کہیں" - مرتب •

اسیران قفس کی نا امیدی پر، نظر کیجو
بہار آوے، تو اے صیاد! مت ہم کو خبر کیجو
کہا جاتا نہیں مجھ سے، جو کچھ تجھ بن سکے کیجو
مری اس بے زبانی پر نظر، اے نامہ بر کیجو

جفا کے عذر میں، اے ظالمو نہ دیر کرو
مری زباں کو، شکایت پہ مت دلیر کرو

یہ محراب نماز بے خودی ہے زاہداں! سمجھو
خدا کے واسطے، مستوں کے پیمانے کو مت چھوڑو

عمر میں، تجھ نے تو دیکھی ہے، بہت غم خواری
اب تو اے چرخ! تک اک اس دل ناشاد کو دیکھ

جو نہ جی سکتے ہیں بے تابی سے یوں، وہ کیا کریں
جی نکل جانے میں کیا ہے بے قراروں کا گناہ

کسو کا دست کوتہ، اس کے دامن تک کہاں پہونچے
تمنا کی زباں، مت کر دراز اے بوالہوس چپ رہ

کیا ہجوم مچائی ہے، صحرا میں دوانوں نے
اس فصل مبارک میں، آباد ہے ویرانہ

نہ نکلا صبر سے کچھ کام اب فریاد کرتا ہوں
مري فریاد ہی شاید، مری فریاد کو پہونچے

اگر زنجیر میرے پاؤں میں ڈالی، تو کیا ہوگا
بہار آتے هي میرے هاتھ هیں، اور یہ گریباں هے

گریباں چاک کرنے سے کسو کے، کیا تجھے ناصح؟
همارا هاتھ جانے اور همارا پیرهن جانے

مفت کب آزاد کرتي هے، گرفتاری مجھے
جان آخر لے کے چھوڑے گي، یہ بیماري مجھے

عاشق جو رہے جیتا، معشوق کے کام آوے
کیا لطف هے جل جانا پروانے کو کیا کہیے

سبزے میں "یقیں" ! آهو کیا حور سے پھرتے هیں
فردوس نہ کہیے تو ویرانے کو کیا کہیے [۱]

بیان

(خواجہ) احسن‌الله نام، آبا و اجداد کا وطن اکبرآباد تھا،
دهلی میں پیدا هوئے، آخر عمر میں حیدرآباد گئے اور وهیں

[۱] گل رعنا -

بہار آئی ' بجاؤ عندلیباں ساز عشرت کے
گئیں حسرت کی وہ راتیں گئے وہ دن مصیبت کے

دوانا ہوں میں ' جی دیلے میں مجنوں کے سلیقے کا
مزا لے لے کے ' مرنے کی طرح ' فرہاد کیا جانے

اجل نہ چھوڑے گی آخر ' "یقیں" کو لازم ہے
کہ اپنے سر کو ' ترے پاؤں پر نثار کرے

اگر اس کی جگہہ ' پہلو میں ہوتا خار ' بہتر تھا
بہت دیتا ہے میرا دل مجھے آزار ' کیا کہیے

بے قراری کب تہہرنے دے ہے مجھ کو ' زہر تیغ
مارنا سیماب کا مشکل ہے ' قاتل کیا کرے

نہ دے فرصت کہ اِن ہاتھوں سے کچھہ کام اور ہی نکلے
ہم آخر ہوں گے دامن گیر اس چاک گریباں کے

عجب سج سے کہا ہے قتل مجھ کو ' کوئی مت ٹوکو
طلب کرتا ہے ایسے قاتلوں سے خوں بہا کوئی

قفس میں، میں رہائی کے لئے کیا کیا نہیں کرتا
پھڑکتا ہوں، تڑپتا ہوں، کوئی پروا نہیں کرتا

شہرت کے ہم غلام ہیں، صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

یہ حساب دوستاں درد دل، مثل مشہور ہے
پر عجب ہیں دوست، جو دل میں بھی کرتے ہیں حساب
خان و ماں کچھہ ہم بھی رکھتے تھے کبھو، لیکن "بیاں"
اب بھی در ہے، بھی گھر، خانۂ الفت خراب

تو بزم سے اُٹھا، کہ ہوئی تلخ مے کشی
میں سچ کہوں، شراب کو سمجھا حرام آج

خدا کے واسطے مت کہو پھر کہ مے، کم ہے
کہ اُس کے سلتے ہی ساقی خمار ہے موجود

حال غربت میں، دیکھئے کیا ہو؟
وہ خطر ناک اور منزل دور
گو کہ ہے یار تو، بہ دل نزدیک
سیکڑوں کوس مجھ سے ہے دل، دور

زندگی بسر کی ، وفات بھی وھیں ھوئی ، خلیق ، پاکیزہ مزاج ، ظریف الطبع ، کثیرالاحباب اور متواضع تھے ، شاعری کے فنون پر عبور تھا ۔

کلام میں سادگی ، سادگی میں لذت اور کشش ھے ، جابجا نمکینی دل کے زخم پر نمک پاشی کرتی ھے ، محاورات کی بندش چست اور بے ساختہ ھوتی ھے ۔ مرزا مظہر کے شاگرد تھے ، رائے گلاب چند ، ان کے مشہور شاگرد ھیں ان کا قلمی دیوان انڈیا آفس میں موجود ھے سنہ ۱۲۱۳ھ میں وفات پائی [۱] ۔

مت سمجھ بے حواس ، اے ھمدم
شکوۂ ھجر ، میں جو سر نہ کیا
گو کہ خسرو نے ، سو بنائے قصر
دل میں شیریں کے ، ایک گھر نہ کیا
کیا غبار اُس کے دل میں تھا ، کہ " بیدار " !
خاک پر بھی مری ، گذر نہ کیا

اس راہ عاشقی میں چلنا اسے روا ھے
سر اول قدم پر ، جو شخص کھو سکے گا
تقلید کر " بیدار " کی رویا تو بوالہوس بھی
پر سخت دل ، مژہ میں کھونکر پرو سکے گا

[۱] تذکرۂ مصحفی ۔ دیوان بیتیں ۔

کوئی ایسا ، جہان میں نکلے
کہ درست ، امتحان میں نکلے
سو برس میں ، نہ نکلے دل کي خلش
اور نکلے ، تو آن میں نکلے
کچھ یہ لازم نہیں ، کہ جنس عزیز
مصر هي کی دکان میں نکلے

رسوا نہ کر ، خدا سے ڈر اے چشم تر مجھے
آنا ہے اُس کی بزم میں ، بار دگر مجھے
میں سست گام ، قافلۂ عمر تیز رو
تنہا نہ چھوڑ جائیں کہیں ، هم سفر مجھے
ساقی تری نگاہ کے صدقے ، میں ، ایک بار
دونوں جہاں کي فکر سے کر ، بے خبر مجھے
جتنا ستم کرے وہ اُٹھاؤں گا میں ''بہار''
دل کے عوض بھي ، حق نے دیا ہے جگر مجھے

جادو تھی ، سحر تھی ، بلا تھي
ظالم ! یہ تری نگاہ ، کیا تھي ؟
مارا ہے ''بہار'' کو جس نے ، اے شوخ !
کیا جانئے ؟ کون سي ادا تھي

کون کہتا ہے ، چاہ مشکل ہے
چاہ آساں ، نباہ مشکل ہے

جو خدا ، آشنا نہیں کوئی
کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور

ہم سرگذشت کیا کہیں اپنی کہ مثل خار
پامال ہوگئے ترے دامن سے چھوٹ کر

جھانک ، تک باغ دل میں اپنے "بہار"
اس چمن میں بھی ، کم بہار نہیں

چراغ صبح ہوں ، یا آفتاب وقت آخر ہوں
کوئی ساعت کا مہماں ہوں ، کوئی دم کا مسافر ہوں
تمنا بادشاہی کی ، کسی سفلے کو ہووے گی
مرے دل میں خدائی کا بھی خطرہ ہو تو کافر ہوں

صد حیف کہ دریا کے کنارے ہوں تشنہ
غم یاس اور افسوس کہ مجبور پڑا ہوں

کہتا ہے کون ، ہجر مجھے صبح و شام ہو
پر وصل میں بھی لطف نہیں ، جو مدام ہو

بوسے کے نام ہی پہ ، لگی کاٹنے زباں
کتنی عمل سے آگے مکافات بڑھ گئی

مري ناؤ پهونچي هے ' آ ' ملبج دها،
تري اک توجه سے ' بس پار هے

بهار آئي هے اے ناصح ! همیں بے باک رهنے دے
همارے طور پر هم کو ' گریباں چاک رهنے دے

یا هوجهئے افلاطوں ' یا عقل کو کهو مجنوں
دنیا میں بهر مضموں ' اک نام تو کچهه کرئے
آیا وه مه تاباں ' جاں هم نے کری قرباں
جب آوے کوئي مهماں ' اکرام تو کچهه کرئے

پائے طلب ' بیٹهه کے کهینچوں کهاں
خانه نشیني کو بهی ' گهر چاهئے
دل تجهے ' جیسا که خدا نے دیا
مجهه کو بهي ' ویسا هي جگر چاهئے

شب فراق کي دهشت سے ' جان جاتي هے
یهي هے صبح سے دهڑکا ' که رات آتي هے

کہا تھا سارباں کے کان میں ' لیلیٰ نے آهسته
کہ مجنوں کی خرابی کا ' کہیں مذکور مت کیجو [۱]

[۱] انتخاب حسرت - تذکره مصحفي و نکات الشعرا -

صلح اور جنگ، تجھ کو سب آساں
مجھ کو ہر طرح، آہ مشکل ہے

مبارک ماہ کنعاں! اے زلیخا چشم ما روشن
بس اتنی بات، کھلے مصر میں یعقوب جاتا ہے

سلگتی ہے اِک آگ، مدت سے یاں
اس آتش کی گرمی، کدھر جائے گی
جو ہم بن، تمہاری، گزرتی ہے خوش
ہماری بھی، تم بن گزر جائے گی

میں جانتا تھا، وصل کی شب بھی دراز ہے
آنکھیں جو کھل گئیں، تو در صبح باز ہے

اسی امید و بیم میں گذری
گلہ کی اُن نے مہر، گلہ نہ کی

ہے کدھر تیس، کہاں ہے فرہاد
عشق سے، نام چلا جاتا ہے

بے وفاؤں سے ' جی میں ہے '' تاباں ''
اور سب کچھ کروں وفا نہ کروں

گو تو ناخوش ہے ' مرے شور جنوں سے ناصح
کر مجھے شہر بدر لائق زنداں تو نہیں

اب ہم ' دنوں کو اپنے نہ روویں تو کیا کریں
کرتے تھے جن میں عیش وہ ایام ہی نہیں

ان جان ہو تو اُس سے کوئی درد دل کہے
جو جانتا ہو اس کو میں آگاہ کیا کروں

برستا ہے مینھ ' میں ترستا ہوں مے کو
غضب ہے یہ ' باران رحمت نہیں ہے

مجھے ان دنوں سخت دیوانہ پن ہے
کدھر کو ہے مجنوں ' کدھر کوہ کن ہے

یہاں کیا کروں ناتوانی میں اپنی
مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے
تمنا تری ٹھوکروں کی ہے لیکن
رکھوں پاؤں پر سر ' یہ جرات کہاں ہے

تاباںؔ

میر عبدالحئی نام، دھلی کے رھنے والے، حضرت موسی علی رضا کی اولاد میں تھے - بہت خوبصورت تھے، ابتدائے جوانی میں انتقال کیا، صاحب دیوان ھیں - سلاست کے ساتھ اشعار میں زبان کے چٹخارے بھی موجود ھیں - عناصر سوز و گداز اور اثر کا پتا مشکل سے چلتا ھے - مرزا صاحب کے شاگرد تھے، شفیق نے حاتم کا اور میر نے حشمت کا شاگرد لکھا ھے ان کا ایک قلمی دیوان کتب خانہ، الاصلاح دسنہ، ضلع پٹنہ میں موجود ھے، دیوان چھپ بھی گیا ھے -

آشنا ہو چکا ہوں میں
جس کو دیکھا سو اپنے مطلب کا

بھلے برے کی ترے عشق میں اڑا دی شرم
ھمارے حق میں کوئی کچھ کہو، ھوا سو ھوا

جو کہ عاشق ہو میں کہتا ہوں اُسے، لیوے سیکھ
شمع جلنے سے کی، پروانے سے مرنے کی طرح

کیا تعلق اُن نے مجھ کو، غیر سے مل
ہوا دشمن جدا خوش، وہ جدا خوش

دیوانہ ہے ' جنوں سے کہیں مر نہ جائے دل
نام بہار روبرو اس کے نہ لو عبث

رونے میں دم کے رکنے کی گر ہے یہی طرح
تو جوش غم سے ہم نہیں بچنے کسی طرح

کس سے جاکر کروں تری فریاد
توہی دے آپ اپنے ظلم کی داد

ہے روشنی کو بس ' دل سوزاں مرا مجھے
تربت پہ میری لائے کوئی یا نہ لائے شمع

یاں تک تو عزیز تھا ترا غم لے گور میں بھی اسے گئے ہم

کوئی ہو کعبے میں خوش ' کوئی دیر میں محظوظ
ہمیں تو ایک دن اس بن کہیں قرار نہیں

کیوں نہ ہووے بہار آنکھوں میں
ہے مرا گل عذار آنکھوں میں

ممکن نہیں کہ ان سے کبھو دل مرا پھرے
گو ان بتوں کے عشق میں ناصح خدا پھرے
شور جنوں کا سرد ہے بازار، ان دنوں
آوے بہار جلد، الٰہی ہوا پھرے [۱]

شاعر

مہر کلو نام، میر درد کے عزیز اور مرزا مظہر کے شاگرد تھے [۱] تفصیلی حالات معلوم نہ ہوسکے۔

مرزا مظہر کے شاگردوں کا جو رنگ ہے ان کے کلام میں بھی موجود ہے۔

ہر بوالہوس سے مل کر اے ''عشق''! مت سبک ہو
ہے کام عاشقوں کا، تجھ سے نباہ کرنا

بھول کر بھی ادھر نگاہ نہ کی
کہہ! ترا اس میں کیا ضرر ہوتا

دشمن ایمان و جان و طاقت و آرام ہے
یہ بتاں کا حسن اور یہ جوش ایام شباب

[۱] گلشن ہند۔ خمخانۂ جاوید۔ مخزن نکات۔ تذکرہ مصحفی۔

جمع کرکے درد سارے ، تونے پیدا دل کیا
کہہ تو اے دست قضا ! پھر اس سے کیا حاصل کیا ؟
کیا مزے سے جي نکلتا جو وہ تک پھر دیکھتا
کام آساں مجھ پہ قاتل نے مرے ، مشکل کیا

باؤ بھی کھائي نہ تھی دل نے کہ مرجھانے لگا
آہ یہ غنچہ تو کچھ کھلنے ھي کمھلانے لگا
کل کي رسوائي تجھے کیا کم نہ تھي اے ننگ خلق ؟
اُس کے کوچے میں "ضیا" تو آج پھر جانے لگا

برس اے ابر جتنا چاھے تو ، اب تیري باري ھے
کبھي دل تھا تو میں بھي رو رو ، اک دریا بہاتا تھا

کیوں گریباں دم بہ دم کرتا ھے اپنا ، چاک تو
ھاتھ سے تیرے "ضیا" ! کس گل کا دامن چھٹ گیا

ھر طرف زخم تھا ، ھر سو سے داغ تھا
دل بھي "ضیا" ! ھمارا کبھي رشک باغ تھا

کیا کہا قاصد ؟ "ضیا" سنتے ھي جس کے مر گیا
بات تھی کچھ یاس کي یا ھجر کا پیغام تھا

کیا کیا اثر دئے ہیں بتوں کی نگاہ کو
یارب عطا ہو کچھ تو ہماری بھی آہ کو

کروں میں جوش جلوں ضبط کس طرح یارو
کہ آہ سینے میں میرے ' نہیں سماتی ہے

کیا کام ہے تک تو ٹھہر ظالم
کیوں پا بہ رکاب ہو رہا ہے [1]

ضیا

(میر) ضیاءالدین نام ' دہلی کے رہنے والے تھے ' آخر میں عظیم آباد کو مسکن بنا لیا تھا متواضع اور درد بھرا دل رکھتے تھے ' میر حسن اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی شعر سوز و گداز سے بھرا ہوا سنتے تھے ان کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آتے تھے -

غزلیں درد کا مرقع ہوتی ہیں ' سادگی بیان میں دل نشیں انداز ہے رباعیوں میں بھی گداز ہے -

میر حسن - راجہ شتاب رائے (ساکن عظیم آباد) کے بیٹے ان کے شاگردوں میں مشہور ہیں - سنہ ۱۱۹۴ ھ میں وفات پائی -

[1] خمخانۂ جاوید - تذکرۂ میر حسن -

تربت " ضیا " کي دیکھی ، کل رات دور سے میں
آئے مجھے نظر واں ، شمع و چراغ کتنے

سب اُمید اپني کر حصول ، گئے
اک ترے در سے ہم ملول گئے
بھول کر بھی کبھي نہ یاد کیا
ہم ترے جي سے ایسے بھول گئے

برعکس وضعیں آئیں ، اس کے نباھنے کي
شاید یہي ہے تاثیر اس دل کے چاھنے کي
جلدی " ضیا " خبر لے ، آتی ہے تجھ جگر سے
آواز ناتواں سی ، دل کے کراھنے کي

ٹک آہ بھی نکل ، نہ کہیں دل تھلک پڑے
یہ جام بھر رھا ہے مبادا چھلک پڑے
ترے " ضیا " کا حال ، میں پوچھا تھا شمع سے
اک آہ اُس نے کھینچي اور آنسو ڈھلک پڑے

کسی کا نام لے ، کوئی عشق اپنا یاد کرتا ہے
مروں ہوں بدگمانی سے کہ شاید تجھ پہ مرتا ہے

آه کرتے دهک گئے هیں هم　　کیا شتابی بهوک گئے هیں هم
آپ کو آپ میں نہیں پاتے　　آه کهدهر بهک گئے هیں هم

جیسے دو هم درد آپس میں کریں غم خوار گی
دل همارا درد اپنا ، دل کا غم کهاتے هیں هم

جان کر زلف ، دل ! نه دهس اس میں
دام هے دیکهه تو نه پهس اس میں
دل تو غلچه ، جهر پڑا افسوس
ره گئی کهلنے کي هوس اس میں

پڑے برق تجلی ایسی ازلی لن‌ترانی پر
که موسیٰ هووے بے خود اور هو دیدار پتهر کو

کبهي جا گل کو دیکهے هے ، کبهي دیکهے هے نرگس کو
خدا جانے یه چشم اپني ، پهرے هے ڈهونڈتی کس کو

آهوں سے سلگوں کب تک ؟ اے شعله تو بهڑک اُٹهه !
بجلي کي طرح مجهه پر ، اک بارگي کڑک اُٹهه

آهسته پانو رکهیو اے بوئے گل چمن پر
سوتے هیں اس زمیں میں ، نازک دماغ کتنے

(رباعی)

کیا عیش و نشاط شادمانی کرتے
کیا ناز و نیاز جاودانی کرتے
گر یار کبھے میں اپنے ہوتا ' تو ہم
کیا خوب طرح سے زندگانی کرتے [۱]

احسن

مرزا محسن علی نام ' دہلی کے باشندے تھے - نواب شجاع الدولہ لکھنؤ کے سرکار میں ملازم تھے غزل اور قصیدے کا خاص رنگ ہے ' اِن کی غزل میر ضیا کا عکس معلوم ہوتی ہے ' اس لئے میر ضیا کے ساتھ دور اول میں ان کا نام شامل کیا گیا - سنہ ۱۱۹۵ھ میں بہ مقام عظیم آباد پٹنہ انتقال کیا -

اسی لئے تو میں تجھ سے خفا ہوں اے " احسن "
گھڑی گھڑی مرے پاؤں کو چشم تر ' نہ لگا

ہجر میں کیوں کر نہ ہووے آہ و زاری بیش تر
ہے قرار اس دل میں کم اور بے قراری بیش تر
روز ہجراں ہی میں تنہا ' کچھ نہیں روتے ہیں ہم
وصل کی راتیں کٹیں یوں ہی ہماری بیش تر

[۱] عبدالله جاوید -- چمنستان شعرا - تذکرۂ مصحفی - گلشن ہند
اں کے دیوان کا انتخاب پٹنہ سے شائع ہوا ہے - مرتب --

کیا جور ؟ کیا تعدی ؟ جو کچھ کرو بجا ہے
بدلا ہے دل دہی کا ، اس کی یہی سزا ہے

یہ آرزو "ضیا" کے دل کی ، یہاں ! خدا دے
تم اُس کو گالیاں دو اور وہ تمہیں دعا دے

اک تبسم میں کیا خلق کو ساری تسخیر
مسکرانا ہے ترا یا کہ کوئی افسوں ہے

کون سے زخم کا ، کھلا ٹانکا   آج پھر دل میں درد ہوتا ہے

نہیں کھلنے کی اُمید ہی ، نہیں بو کی آس ہے
غنچہ ہوں دل کا ، مجھ میں فقط داغِ یاس ہے
تم تو ہمارے پاس سے جاؤگے کل ، یہ ہائے
اپنی نظر میں ، آج جہاں سب اُداس ہے

کعبہ میں چھپ رہا ہے یا دیر میں نہاں ہے
خانہ خراب ! جلدی تو بول اٹھ کہاں ہے

نامہ پتنگ کے ہاتھ سے، آئینہ دیکھنے لگا
اس کے یہ ہم پہ کُھل گیا صاف ہمیں جواب ہے

یاد ہے "احسن" ان دنوں، کن نے ہمیں بھلا دیا
سینے میں دل کو اپنے کچھ خود بہ خود اضطراب ہے

اسی منہ سے تمہیں دعویٰ ہے خواری ہے اے "احسن"
ہوا ظرف آپ کا معلوم، دو ہی جام میں بہکے [۱]

عشق

رکن الدین نام، گھسیٹا عرف تھا۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ شاہ فرہاد مشہور درویش کے نواسے تھے۔

شروع جوانی میں دہلی سے مرشدآباد گئے تھے، جب تک وہاں رہے اعزاز دنیاوی حاصل تھا، وہاں سے عظیم آباد آئے تو ان کے پاس توکل سرمایہ تھا اور فقر و درویشی طرۂ امتیاز۔

تغزل میں تصوف کی چاشنی بھری ہوئی ہے، انداز بیان دل نشین، زبان سلیس اور اثر انداز، ترکیب میں بے ساختگی ہے۔

[۱] گلشن ہند۔ تذکرۂ میر

خاک چمن میں ، کس کی ملی آرزوے دل
جو غنچہ یاں کھلے ہے تو آتی ہے بوے دل
جو دل اُدھر گیا سو وہ ماٹی میں مل گیا
تیری گلی میں خاک کریں جستجوے دل

سجدہ گہ ہے خاکِ " احسن " اب تو ساری خلق کی
جان دی تھی اُس نے کس کی حسرت پابوس میں

تم غیر کے ہاتھوں سے ، واں جام چڑھاتے ہو
یاں حلق میں ، لوہو کے سو گھونٹ اُترتے ہیں

چھٹتا ہے کوئی نالہ ، ہم سے دم آخر تک
دم جب تئیں ہے دم میں ، دم آپ کا بھرتے ہیں

محروم ہم ہوں ، محرم اسرار ہو کوئی
خلوت میں ہو کوئی ، پس دیوار ہو کوئی
راتوں کو اُس کے کوچے میں جاتا تو ہوں ولے
دھڑکے ہے دل پڑا کہ نہ بیدار ہو کوئی

زخم لگا کے سیکڑوں ، کرنے لگا شمار وہ
جو ہوئی سو ہوئی دلا ! اب تو سر حساب ہے

باتیں نہ سن تو میری جل جائےگا دوانے
میں برقِ آسماں ہوں ' یا " عشق " کی زباں ہوں

دیکھے بن اُس کے یک دم ' چین یہ رہتا نہیں
اس دل کافر کے ہاتھوں سخت گھبرائے ہیں ہم

قدرت

میر قدرت‌الله نام ' میر شمس‌الدین فقیر کے عزیز اور شاگرد تھے ' دہلی وطن تھا ' آخر عمر میں مرشدآباد میں سکونت کر لی تھی ' یہاں کے امرا نے ان کی عزت کی ' اس لیے فراغت سے زندگی بسر کی -

اشعار میں اگرچہ سلاست نہیں لیکن پھر بھی روکھے پھیکے معلوم نہیں ہوتے ' حتی‌الوسع زبان کا خیال رکھتے ہیں ' غزل گوئی کے نکات اور ضروریات سے واقف ہیں - سنہ ۱۲۰۵ ھ میں وفات پائی [۱] -

---

ہنگامۂ پرہیز و ورع اب بہ سر ایا
اے بادہ کہاں مژدہ کہ پھر ابرتر آیا

کچھ دیر ہوئی ' اشک نہیں آنکھوں سے گرتے
شاید تہ‌مژگاں ' کوئی لخت جگر آیا

[۱] گل رعنا -

اس کي لذت کو دل سمجھتا ھے
اُس کو میں کیا کہوں ؟ کہ کیا دیکھا

دشت ! تجھ کو قسم ھے مجنوں کي
"عشق" سا کوئی برھنہ پا دیکھا

اپني آنکھوں سے دیکھ اے خوش چشم
مجھ سے کیا پوچھتا ھے کیا دیکھا

اُس کے دامن تلک نہ پہنچے ھم
خاک میں آپ کو ملا دیکھا

ترا یہ وعدۂ فردا تو دل کو روز فردا ھے
کہاں فرصت ھے اے ناداں ؟ بھروسا ھے کہاں ؟ دم کا

چاک دل تابہ گریباں ، نہ ھوا تھا سو ھوا
لخت دل زینت داماں ؟ نہ ھوا تھا سو ھوا

بات کہنے کي نہیں طاقت ، شکایت کیا کروں
"عشق" رخصت دے تو شور حشر اب برپا کروں

جوں آفتاب تاباں ، گو نام کو یہاں ھوں
یہ پرتوا ھے تیرا تک دیکھ میں کہاں ھوں

جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کب ہو زندگی
کون رہ بتلا سکے ' جب خضر بہکانے لگا
کب تلک ' اے نالہ ! زیر لب رہے گا تو گرہ
حوصلہ باقی نہیں بس جی تو گھبرانے لگا

دل سدا ' سینے میں جلتا ہی رہا
لخت دل آنکھوں سے ڈھلتا ہی رہا
تونے گو مجھ کو دلاسے میں رکھا
جی مرا ' تو بھی تو گھلتا ہی رہا

آگے نہ چل سکا ' ترے کوچے کو چھوڑ کر
خورشید ' جا کے تابہ لب بام ' رہ گیا
"قدرت" ! کس آسرے پہ کٹے گی یہ زندگی
آنے سے اب تو نامہ و پیغام رہ گیا

آتش فروز دل ہے ' تا حسن شعلہ رو کا
ہر اشک ہے شرارہ ' ہر آہ ہے بھبو کا
ڈھونڈھے ہے پاس اب کیا ؟ سینے میں غمزدوں کے
مدت سے لٹ چکا یاں ' سامان آرزو کا
کھٹکے ہیں جان و دل سے ' تیرے خدنگ کا میں
پھر کماں میں ' ہے گا پیاسا مرے لہو کا

ترے حضور میں، جب قصد عرض حال کیا
ہجوم گریہ نے، مہرِ زباں کو لال کیا
میں داغ تازہ میں، تورے یہاں تلک ناخن
کہ ایک بدر کا کاسہ، پُر از ہلال کیا

ٹوٹی کمند، بخت کا وہ زور رہ گیا
جب بام دوست، ہاتھ سے کچھ دور رہ گیا
اُوپر سے زخم گرچہ مرے ہو چلے ولے
ناسور تھا جگر میں، سو ناسور رہ گیا

مدتوں سے رخنۂ دل، یاں جو نت مسدود تھا
اک ذرا کھولا تو دیکھا خانۂ پر دود تھا
کبریائی کا جو دیکھا میں نے جس جاپر ظہور
اپنی اپنی حد میں جو پشہ تھا اک نمرود

بے تابیوں سے، بسکہ دل بے تاب رہ گیا
اپنی طپش میں جل کے یہ سیماب رہ گیا
آنسو تھمے ہیں، پر نہیں سوکھی ہے چشم تر
دریا اتر گیا ہے، یہ گرداب رہ گیا

ہم پہ ایام مصیبت، آج پھر آنے لگا
یار گھر جانے لگا، اے وائے گھر جانے لگا

ہرزہ گردی سے رہائی کی چھڑا
پھر مجھے زنداں میں، اے زنجیر! کھینچ
جاں ہے وابستہ، اس پیکاں کے ساتھ
میرے پہلو سے نہ اپنا تیر کھینچ

ذرا قفس سے قفس، تو ملا کے رکھ صیاد
کہ تا اسیر کریں مل کے ایک جا فریاد

کسے جز خون دل، مے خانے میں منظور ہے ساغر
مری آنکھوں میں تجھ بن، دیدۂ ناسور ہے ساغر

آہ روئے پاک تیرا، کس طرح آوے نظر
لطف دل جب چھا رہا ہو دیدۂ نم ناک پر

یہ دلِ شوریدہ، جب سے ساتھ ہے زیر زمیں
شور محشر ہی رہا "قدرت" کی مشت خاک پر

تجلی، جلوہ چاہے تو صفائی سینہ پیدا کر
اگر دیدار کا طالب ہے تو آئینہ پیدا کر

ہے نالۂ شام، آتش، و آہ سحر آتش
کیا زیست ہو اپنی، اِدھر آتش اُدھر آتش

تشنہ لب مرتا ہے نت، بہ موجِ دم شمشیر کا
اے غرورِ ناز! کچھ بھی فکر اُس نخچیر کا
رنگ خونِ تشنگاں، جس جا سے اُڑ سکتا نہیں
ہوں اسیرِ ناتواں اُس خاک دامن گیر کا

گھر سے جس وقت، وہ غارت گرِ ایماں نکلا
کفر سے گبر گیا، دیں سے مسلماں نکلا

اس چشم سے ہو کے آب نکلا سینے سے دل خراب نکلا
جو نالہ جگر سے پار نکلا لے سیخ پر اک کباب نکلا

بیت الحزن میں، شب کہ ترا انتظار تھا
کھٹکا ہر ایک دل کا، مرے جی کے پار تھا
ایدھر بھی ایک بار، جفا کی عناں کو پھیر
دل ہے خدنگِ دوست، جگر ہے سناں طلب

دست بردِ ظلم سے تیرے، ہیں جتنے ہم خراب
اس قدر بھی ہو وے گا عالم میں کوئی کم خراب
زخم سے دل کے ابھی لے چارہ گر بہتا ہے خوں
مت تبہ بے فائدہ پھائے، نہ کر مرہم خراب

کبھی رونا، کبھی سر کو پٹکنا خوشا ایامِ اوقاتِ مصیبت

بھیج مت مرہم کافور تو " قدرت " کے حضور
یہ علاج اور ہي زخموں پہ اثر کرتے ہیں

ابرو ترے کہتے ہیں کہ میں تیغ دوسر ہوں
عاشق کا یہ دعویٰ ہے کہ میں سینہ سپر ہوں
شایستۂ دنیا ' نہ سزا وار ہوں دیں کا
اے واے میں " قدرت " ! نہ اِدھر ہوں نہ اُدھر ہوں

دل سے کہا سناں نے کہ سینے میں یاں رہوں
ناوک یہ پوچھتي ہے ' بھلا میں کہاں رہوں
" قدرت " ! بہ زیر خاک بھي آرام کب ملے
یہ درد و داغ ساتھ ہیں میرے جہاں رہوں

آگ اُس داغ کو لگیو کہ نمک سود نہیں
پھوٹے وہ آنکھ جو لخت جگر آلود نہیں
مرحبا آتش دوری کہ جلایا ایسا
جل بجھے سر سے لے پاؤں تک اور دود نہیں
زخم پر زخم لگے ' تب ہو تسلی دل کی
حوصلے پر مرے اک زخم کچھ افزود نہیں

شام کو دھوتا ہوں ' سو خوں جگر سے آستیں
صبح خون آلودہ ہے پھر چشم تر سے آستیں

چل بسے دنیا سے ' بن دیکھے ترا دیدار حیف
لے چلے حسرت بھرا ' یاں سے دلِ افگار حیف

صبح کے ہوتے ہی ' ہووے جس کی یہ حالت تباہ
آہ وہ بے چارہ پھر جیوے گا کیوں کر شام تک
کر چکا ہے کام اپنا ' یاں تو درد انتظار
جب تلک پہونچے ہے قاصد ' اِس بت خود کام تک
ہم نہ کہتے تھے کہ '' قدرت '' مت چمن کی راہ چل
لے گئی آخر ہوائے گل ' شکنجِ دام تک

رنگ کچھ اور ہی بدلتا ہے مرا بے تاب دل
ہے کبھی آتش کا پرکالہ ' کبھی سیماب دل

ہوا یوں پھر گئی ' اِس بزم میں اپنے نصیبوں سے
گلے جاتے ہیں اور سب دوست تیرے ' ایک دشمن ہم
شب ہجراں کو '' قدرت '' ! اس طرح ہم روز کرتے ہیں
کبھی سر کو پٹکتے ہیں ' کبھی کرتے ہیں شیون ہم

نسبت ہے ہماری تری ' جوں سایۂ و خورشید
جس جا نہیں تو ہم ہیں " جہاں تو ہے نہیں ہم

تیرے جاں سوختہ ' خورشید قیامت کے تئیں
ہر سحر ' پنبۂ ناسور جگر کرتے ہیں

تم نے تو منہ چھپایا ' اِس زلفِ عنبریں میں
یہ شام غم ہماری ' اب کس طرح سحر ہو ؟

میں رکھتا ہے ابرو کماں کے نشاں کو
ھما ! چھیڑیو مت ' مرے استخواں کو
گلوگیر ہے ' یہاں تلک ناتوانی
کہ سینے سے لب تک نہیں رہ فغاں کو
اڑائی زبس خاک ' ماتم میں دل کے
کیا ہم نے آخر زمیں ' آسماں کو

نوح ! کشتی سے خبردار کہ یاں چھاتی سے
مرہم تازۂ ناسور کہن چھوٹے ہے

کس کی نیرنگی ؟ یہ برق خاطر مایوس ہے
جو شرر دل سے اُٹھا ' سو جلوۂ طاؤس ہے
صبر و طاقت تو کبھی کے کوچ یاں سے کرگئے
اب وداعِ ننگ ہے اور رخصتِ ناموس ہے

لے گئی یک بارگی ' گورِ غریباں کی طرف
جس جگہہ ' جانِ تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے ' یہ دارا ہے ' یہ کے کاؤس ہے

تو بھی کم ابر بہاری سے نہیں لے چشم تو
کر دے اب رشک چمن خون جگر سے آستیں
لخت دل اور اشک ، ہرگز خاک پر گرنے نہ دے
بھر لے اے '' قدرت '' ! تو اِس لعل و گہر سے آستیں

جنوں تیرے ناخن مگر گھس گئے ہیں
کہ عقدہ ہوا ہے بہ‌کار گریباں
چھلکنے لگے ، اشک گل گوں مژہ سے
پھر آئی ہے فصل بہارِ گریباں

قافلے کے قافلے ، اس رہ میں جوں نقش قدم
ہو گئے پامال ، تیرے حسرت پا بوس میں

بہ نہ کر مرہم سے ، داغ سینۂ پر نور کو
کوئی بجھاتا ہے ارے ظالم چراغ طور کو
داغ نے دل کو مرے ، تنہا نہ چھوڑا ایک دم
زخم سینہ سے سدا اُلفت رہی ناسور کو

نہ جا اس بزم سے ہرگز ، جھٹک مت طرف داماں کو
نہ دے برباد آے ظالم ! غبار خاک ساراں کو
ہوا دست جنوں سے تار تار ، از بس‌کہ پیراہن
گریباں ڈھونڈھتا ہے دامن کو اور دامن گریباں کو

فلسفت پوچھ ملنے کو، یہ عالم ایک افسوں ہے
کدھر فرہاد شیریں ہے، کدھر لیلیٰ و مجنوں ہے
تو کیا سامان پوچھے ہے، کہ تجھ بن کیونکر گذرے ہے
یہ سر ہے اور زانو، آستیں اور چشم پر خوں ہے

آساں نہ کٹے گی، یہ جدائی کی جو شب ہے
مشکل ہے، قیامت ہے، مصیبت ہے، غضب ہے

دلِ گم گشتہ خبردار! کہ یاں سونے میں
تیر بیداد سدا درپئے جاسوسی ہے

جس جگہ جلوہ ترا، مایۂ مدھوشی ہے
یاد میں اپنی اگر ہے تو فراموشی ہے
آہ یہ کون سی منزل ہے کہ رکھتے ہی قدم
نقش پا سے، مرے سجدے کو ہم آغوشی ہے

سر گشتہ، ترے لیے جہاں ہے
اے خانہ خراب، تو کہاں ہے
جو زخم کہ ہوچکے نہ ناسور
وہ زخم نہیں، وبال جاں ہے
جو نقش قدم ہے اس زمیں پر
آئینۂ حال رہ رواں ہے
"قدرت"! ٹک کھول چشم عبرت
گر فکر ا سراغ رفتگاں ہے

سینہ اُس کا ہے، دل اُس کا ہے، جگر اُس کا ہے
تیر بیداد جدھر رخ کرے، گھر اُس کا ہے
اُس گلی سے جو کوئی گذرے سو جی سے گذرے
دیکھ! اُس راہ نہ چل، راہ گذر اُس کا ہے
لذت دل، نوک مژہ پر نہ سمجھ اے ہمدم!
تخم غم، دل میں جو بویا تھا ثمر اُس کا ہے

نہ تھی تاب نگہہ، جب لگ گیا وہ دور آنکھوں سے
نہ ہونا چشم کا بہتر تھا ایسی کور آنکھوں سے
زباں "قدرت" کی ضعف ہجر سے از بس ہے لکنت میں
اشارت بات کی کرتا ہے جوں رنجور آنکھوں سے

کر اقلیم قناعت کا سفر، تا تجھ پہ روشن ہو
کہ چشم مور سے بھی تنگ تر، ملک سلیماں ہے
لب "قدرت" سے جز فریاد کچھ ریزش نہیں کرتا
یہ کچھ شاعر نہیں ہے، اپنے دل کا مرثیہ خواں ہے

نہ واقف کارواں سے ہوں، نہ کچھ آگاہ منزل سے
کیا میں وادیِ الفت کو طے، اک جنبش دل سے
گئے وے دن کہ بہتے تھے پڑے نالے ان آنکھوں سے
سر مژگاں تلک، اک اشک اب آتا ہے مشکل سے

جلوہ کرنے مدرسے ہي میں تو اے جانا ! نہ تھا
دیر بھي دیکھا تو ترا خاص خلوت خانہ تھا
حال کہنے کي نہ دي گریہ نے فرصت رات کو
آج پھر کہہ دو اسے " مائل " وہ کہا افسانہ تھا

بتوں سے مل کے گنواتا ہے دین و دل " مائل "
یہ کافر ' آہ خدا کا بھي ڈر نہیں کرتا

نالے کو ہم نے ضبط کیا ' ناصحا ! تو کیا
منہ سے تو رنگ زرد ' چھپایا نہ جائے گا

اشک کي طرح گرا جب ' تو پھر اٹھنا معلوم
میں وہ افتادہ نہیں ہوں کہ سنبھل جاؤں گا

معلوم کچھ نہیں ' دل غمخوار کی خبر
کیا جانئے کہ کیا ہے مرے یار کي خبر
ہو جا نہ رفتہ رفتہ ' تپ عشق کارگر
" مائل " شتاب لے تو اس آزار کي خبر

کیا کیا کہوں میں تجھ سے دل زار کي ہوس
مشہور ہے جہان میں بیمار کی ہوس

اشک اب آنے سکے کچھ تھم رہے
لخت دل مژگاں پہ شاید جم رہے
اب تو اس منزل سے نہیں اُٹھتے قدم
همرهاں! آگے چلو تم ' هم رہے

هر آن اک ستم هے هر لحظه اک جفا هے
کوچه ترا هے ظالم ' یا دشت کربلا هے
ملتا نہیں کسی سے ' اس پر هے کیا مصیبت ؟
یا رب یه دل همارا کس سے جدا هوا هے

هو گردباد جیدهر ' هم کو اُدهر هے جانا
صحرا میں گم رهوں کا یه خضر رهنما هے [۱]

مائل

مهر محمدی نام ' دهلی کے رهنے والے تھے - غزل گوئی میں ایک خاص انداز کے مالک هیں - قدرت‌الله قدرت کے شاگرد تھے -

اتنا میں مرکے دل سے ترے دور هوگیا
ایک دن بھی آکے تو نه سر گور هوگیا

[۱] تذکرهٔ مصحفی - گلشن بے خار - گلشن هند - نکات‌الشعرا - تذکرهٔ میر حسن - سخن شعرا -

کہتا نہ تھا میں باز آ ہمدم کی اس ہنسی سے
آخر کیا نہ ظالم! اک بے گناہ جی سے

حزیں

(میر) محمد باقر نام، دہلی کے رہنے والے تھے غزلوں میں شیرینی سے زیادہ گداز ہے، قریب قریب ہر صنف شاعری پر طبع آزمائی کی ہے - غزل کا خاص رنگ ہے - مرزا مظہر کے شاگرد رشید تھے - دیوان اُردو مرتب اور مکمل ہے لیکن کم یاب ہے [۱] -

---

ہے کہاں قدرت ہمیں یاں تک، جو ہم سے ہوسکے
نعت پیغمبر کی یا اس شاہ حیدر کی ثنا
جس طرح جی چاہتا ہے، ہو نہیں سکتی "حزیں"
حضرت استاد یعنی شاہ مظہر کی ثنا

تم نے آباد کیا خانۂ ویراں میرا
ابر مژگاں سے ہوا سبز بیاباں میرا

خوب سوجھا ہے مزا عشق میں رسوائی کا
معتقد دل سے ہوں، اس دل کی میں دانائی کا

[۱] گل رعنا -

عجب صحبت برار آتی ہے، انہیں دونوں کی آپس میں
جدا اک دم نہیں رہتے، جہاں ہو گل وہیں بلبل

بہار ہیں تمہارے، اغیار ہیں تو ہم ہیں
آنکھوں میں یاں سبھوں کے، اک خار ہیں تو ہم ہیں
چنگا بھلا ہے تو تو، پیارے! تری بلا سے
آزار ہے تو ہم کو، بیمار ہیں تو ہم ہیں

"مائل" سے یارو، مرد مسلماں پہ، یہ ستم
اللہ کا بھی، اس بت کافر کو ڈر نہیں

پیالے ساقیا! دے مجھ کو بھر بھر جام گلشن میں
کہ دونا لطف رکھے ہے، مے گل فام گلشن میں
مجھے آہ و فغاں، ان ہم صفیروں کا خوش آتا ہے
وگرنہ مجھ سے دیوانے کا ہے کیا کام؟ گلشن میں

نالے میں سب کے، فرض کیا میں اثر نہیں
اے آہ صبح! تو بھی تو کچھ کارگر نہیں

کچھ تعجب نہیں گر مر گیا "مائل" تیرا
یار کیا لگتا ہے انسان کے مر جانے کو

"حزیں" اُن شعلہ رخساروں سے شمع جی کو لگا ہرگز
ہوئی آخر کو پروانے کے جلنے کی ' لگن باعث

وہ نگاہ مسیحا ہے اِس چشم گریاں کا علاج
مہ سے ہوتا ہے ' خسارِ سے پرستاں کا علاج

رِیجھتا ہوں دیکھ کر الفت میں پروانے کی طرح
جی سے خوش آتی ہے مجھ کو اس کے مر جانے کی طرح
امتحاں نے کوہ کن کا ' کر دیا خانہ خراب
دیکھ لی شیریں کی ' ہم نے کام فرمانے کی طرح
نو بہار آئی "حزیں" اب کیجئے کیا جاں کا فکر
بے طرح مجھ کو نظر آتی ہے دیوانے کی طرح

دیکھنے میں اس کے ' کب آتی ہیں ایسی صورتیں
دیکھ کر تجھ کو ' نہ ہو آئینہ حیراں کس طرح

یہ شانہ زلف سے تیری ہے ' مو بہ مو گستاخ
نہ کر تو آپ سے ظالم! ہر ایک کو گستاخ

کون دے گا ؟ دیکھ ! اس ستم کو دل مجنوں بھی داد
لی نہیں جائے گی محشر میں بھی ' اس کے خوں کی داد

یہ کہہ کر باغ سے رخصت ہوئی بلبل کہ یا قسمت
لکھا تھا یوں کہ "فصل گل میں چھوٹے آشیاں اپنا

میں تو بندہ ہوں ' تری جور و جفا کا لیکن
سخت دھڑکا ہے مجھے اس دل سودائی کا

شیریں نے دی تھی دل میں اگر کوہ کن کو جا
اس نے بھی جی کو دے کے ' حق اس کا ادا کیا
نالاں نہیں ہے جور و جفا سے ترے "حزیں"
جو تو نے اس کے حق میں کیا سو بجا کیا

جو ہیں آنکھوں کے مخمور ' ان کو مے خانے سے کیا
نگہ کے ہیں جو تشنہ ' اُن کو پیمانے سے کیا :
خبر لے یا نہ لے صیاد ! ان کو دام میں مرنا
گرفتاروں کو تیرے آب اور دانے سے کیا :

اس پر نہیں ہوا ' یہ دل مبتلا
ناصح ! ٹک اُس کو دیکھ ' مجھے مت ستا عبث

مری رنگین کلامی کا ہے وہ گل پیرہن باعث
کہ ہو ہے بلبلوں کی خوش صفیری کا چمن باعث

خجل رکھتی ہے ہم کو ناتوانی ' جور جاناں سے
یہ تھوڑا سا لہو ' اس تیر مژگاں کے نہیں لائق

نہ ہوتا اس قدر خوباں میں ' گر وہ تند خو نازک
تو کب ہوتی ؟ ہماری شاعری کی گفتگو نازک

آئی ہے نوبہار ' دھڑکتا ہے دل کہ ہائے
پھر شور و شر کرے گا یہ خانہ خراب دل

دے کر دل اپنا ' کیوں عبث افسوس اب کھاتا ہے دل
جاتا رہا جب ہاتھ سے پھر ہاتھ کب آتا ہے دل

فصل گل آخر ہوئی ' کیا دیکھ ہوں گے شاد ہم
کچھ کر ' اے صیاد ! اب ہوں گے نہیں آزاد ہم

اس بے وفا کے عشق سے کچھ مجھ کو جس نہیں
پاؤں تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں
جس دن سے میں سنا ہے کہ آخر ہوئی بہار
اس دن سے چھوٹنے کی مجھے کچھ ہوس نہیں

گوارا ہوگیا دل پر ہمارے، جور یار آخر
ہمیں رنج و الم سے ہوگئی صحبت برآر آخر

نہ ہو اے باغباں بلبل کو مانع گل کے ملنے سے
نہیں رہنے کی گلشن میں بہار آخر سدا ہرگز

خوب رو شاید مزا پاتے ہیں اپنے جور سے
اس قدر جو، ان کو ہوتی ہے ستانے کی ہوس

شیشۂ دل کیوں نہ ٹوٹے عشق کے صدموں سے ہائے
اس بچارے کو ہے، اس بار گراں سے اختلاط

بے خبر ہوتے ہیں جو کہ، عشق کی لذت ستی
وہ نہیں رکھتے، مزے سے زندگی کی اطلاع

یہ تجلی حسن کی تیرے، کہاں پاتی ہے؟ شمع
دیکھ کر تجھ کو خجالت سے پگھل جاتی ہے شمع

بجھ گیا تھا مرگ سے مجنوں کی، الفت کا چراغ
داغ نے میرے، کیا روشن محبت کا چراغ

میں چاھتا ھوں عشق چھپاؤں ' پہ کیا کروں
رسوا کرے ھے خلق میں ' یہ چشم تر مجھے

کچھ کٹے وصل میں ' کچھ ھجر میں گریاں گزرے
کیا مری عمر کے اوقات ' پریشاں گزرے

——

راحت نہ دل کے ھاتھ ' میں پاؤں کا ایک دم
جب تک کہ میرے ساتھ یہ خانہ خراب ھے

——

" حزیں " میں درد دل کا ' کس طرح ظاھر کروں اس سے
مجھے کہتا ھے ' " تیری بات مجھ کو خوش نہیں آتی "

——

وفا میری ' اگر جور و جفا تجھ کو نہ سکھلاتی
تو کیا آرام سے ? یہ زندگانی ھاے کٹ جاتی [۱]

لطف

مرزا علی نام ' ان کے والد کاظم بیگ ' اسطرآباد (ایران) کے رھنے والے تھے ' مرزا کاظم بیگ نادرشاہ کے ساتھ ھندوستان آئے تھے اور دربار میں داخل ھوگئے فارسی کے اچھے شاعر تھے -

---

[۱] انتخاب حسرت -

کچھ کہا شاید اس نے قاصد سے
دل پسے مکڑے ، وہ اضطراب نہیں

نہ وصل میں اسے راحت نہ ہجر میں آرام
کسی طرح سے "حزیں" دل کے تئیں قرار نہیں

لطف سے سرسبز کر اپنے محبت کا چمن
خشک رہتا ہے وفا بن ، جان الفت کا چمن
خاک پر میرے ترشح مت کر اے ابر بہار!
ہو رہا ہے اشک سے سیراب حسرت کا چمن

بے طرح دیوانگی پر ، عشق میں آیا ہے دل
دیکھئے! اب زندگی کا کیا؟ مرے اسلوب ہو

حال اے قاصد مرا ، جو کچھ کہ تو جاتا ہے دیکھ
اس طرح سے اس سے مت کہیو کہ وہ محجوب ہو

کچھ محبت میں نہیں ، عاشق بچاروں کا گناہ
دل کی گردن پر ہے سب دن ، دل کے ماروں کا گناہ
عاشقوں کے دل میں کب ہے؟ صبر کی طاقت "حزیں"
نوحہ کرنے میں نہیں ، ان بے قراروں کا گناہ

ایک دن ' حال دل زار نہ دیکھا نہ سنا
سچ تو یہ ' تجھ سا بھی دل دار نہ دیکھا نہ سنا
دیکھ کل نبض مری ' رو کے لگا کہنے طبیب
کبھی میں نے تو یہ آزار نہ دیکھا نہ سنا

ہے اس شدت سے ' رنگیلی کوئے یار کا چرچا
کہ بھولا عندلیبوں کو گل و گل زار کا چرچا
ڈھکا رہ جائے اسرار محبت ' تو غنیمت ہے
ہوا ہے اب حکیموں میں ' مرے آزار کا چرچا
ہمیں ہے یار کے چرچے سے یہ فرصت ' کہاں ہمدم ؟
کہ اب دن رات بیٹھے کیجئے اغیار کا چرچا

زہے غفلت ! کہ ہم دنیا کو بزم عیش سمجھے تھے
کھلی چشم حقیقت بیں ' تو کام اژدہا نکلا
نہ کر اے "لطف" ناحق رہ روانِ دہر سے حُجّت
یہی رستہ تو کھاکر پھیر ہے کعبے کو جا نکلا

فرہاد سا نہ رنگ ' نہ مجنوں سا کیا حال
کس منہ سے ؟ اُسے بھیجئے پیغام محبت

کیوں کر نہ بھلا ہمدم! ہو زندگی اب مشکل
ہیں دل میں تو سو باتیں اور جنبشِ لب مشکل

"لطف" نے عرصہ قلیل میں اردو میں ایسی مہارت پیدا کی کہ ان کا شمار استادوں میں ہونے لگا - سلاست کے ساتھ جذبات تغزل کا اظہار کرتے ہیں زبان کا بھی لطف ہے اور محاورہ بندی کا بھی - انہوں نے اکثر ترکیب اور مضمون فارسی سے لیکر اردو کو مزین کیا ہے - تذکرہ گلشن ہند نہایت تحقیق سے لکھا ہے [۱] -

پاس ناموس محبت ' فرض ہے پروانہ وار
شمع ساں ' سوز شب ہجراں زباں پر لائیں کیا
بلبل و گل میں وہ جوشش ' سرو قمری میں یہ ربط
گلستان دہر میں ' پھر دل کے تئیں الجھائیں کیا

چمن کو کل ' جو تری مے کشی کا دھیان رہا
ہر ایک پات کے کھڑکے پہ ' گل کا کان رہا
جو عمر خضر ہو شاید ' تو وصل ہووے نصیب
یہ زندگی جو تھی ' اس میں تو امتحان رہا

نہ کر ' اے بلبل دل سوختہ ! صیاد کا شکوا
کہ جاں بازوں کے دیں میں کفر ہے ' جلاد کا شکوا
نہیں شیریں پہ کچھ موقوف ' یہ قسمت کی خوبی ہے
زبان تیشہ سے کوئی سنے فرہاد کا شکوا

[۱] گل رعنا -

دھیان ہے، آرایش زلف پریشاں کا تمہیں
یاد ہیں حال پریشاں کی مرے، کچھ خواریاں
یاں بہ رنگ پیکر تصویر، ہم خاموش ہیں
گفتگو کی تم دکھاتے ہو وہاں طراریاں

نہیں یہ شیشہ، مت اے محتسب مچادھومیں
دھرا ہے آبلۂ دل، ہمارے پہلو میں
کب اپنی چشم میں طوفانِ نوح کو ہو قدر
نہاں ہے یاں، وہی عالم ہر ایک آنسو میں
اگرچہ فرق زمیں آسماں کا ہے تاہم
ملے ہے وضع فلک کی بہت، تری خو میں

گذر جا سر سے مانند قلم، گر ہے سر شاہی
نہ آساں سمجھیو، پانا سیہ بختی افسر کو
کبھی تو خاک ساروں کا بھی غم خانہ، کرو روشن
نہیں گو کچھ بھی، نقش بوریا تو ہوگا بستر کو

کہا ہم نے تو ترک مدعا کو، مدعا اپنا
خدا توفیق بخشے نیک، چرخ سفلہ پرور کو

نہیں معلوم، کیا اس سینۂ سوزاں میں پنہاں ہے
کہ ہر تار نفس، جوں رشتۂ شمع، آج سوزاں ہے

اک آہ کے کرنے کو سو چاہئیں تمہیدیں
کس سے کہیں کہ حال دل ، ہے آہ عجب مشکل
دو لاکھ بہانے ہیں ، نت روئیے دو آنسو
ہو دن کا ہوا جینا ، ہم کو تو غضب مشکل

میں کیا ہوں باختہ رنگ ، اُس شعلہ رو کے آگے
مہتاب کے بھی منہ پر ، چھٹتی ہوائیاں ہیں
طاقت حباب ساں ، اک نظارہ کی ملی ہے
اُن فرصتوں پہ عالم یہ خود نمائیاں ہیں
اے "لطف" ! اس غزل پر کہتا بقول سودا
یہ عاشقی نہیں ہے زور آزمائیاں ہیں

او مہاں تیغ والے ! اور اک زخم
کب سے ہم ایڑیاں رگڑتے ہیں
برگ گل ، جس نمط خزاں میں جھڑیں
لخت دل ، یوں مژہ سے جھڑتے ہیں
بس غم یار ! اب نہو جلدی
ورنہ اب یار ہی نہ سڑتے ہیں

تم ہو ، بزم عیش ہے واں ، اور صحبت داریاں
ہم ہیں کنج غم میں یاں اور جان سے بے زاریاں
تم کو سیر باغ و گل گشت چمن کا واں ہے شوق
یاں بکن بھر ہے ہجوم داغ سے گل کاریاں

ہووے ' فضائے ہستی مرحوم کا برا
کلیچ عدم میں کاٹتے تھے کس فراغ سے ؟

گردش چشم بتاں کے ' بس کہ ساغر نوش تھے
گردش گردوں کو ' ہم کہتے تھے گردش جام کی
جب سے کھینچا " لطف " رنج فرقت یار و دیار
اب ہوئی معلوم ' مصلحت گردش ایام کی

کیوں دل پہ مرے جادو ' ان آنکھوں کا نہ تھن جائے ؟
جس پر کہ پڑے آنکھ ' سو دیوانہ سا بن جائے
بے چین بہت ' " لطف " کی ہے کل سے طبیعت
اللہ کرے ' آج وہ روٹھا ہوا من جائے

اِدھر سے جتلی یگانگت کی ' اُدھر سے اُتنی ہوئی جدائی
بڑھائی تھوڑی سی جب اِدھر سے ' بہت سی تم نے اُدھر گھٹائی
نہ ہم سے بگڑو نباہ دو جی ! نہیں ہے کچھ تم کو دھیان اس کا
کہے گی خلقت ' کہ ہوچکی بس ' وہ دیکھو دونوں کی آشنائی

(رباعیات)

جلمت سے کہے بزم ' مری ہو دیکھو ؟
یوں جام کہے جم سے ' کہ مجھ کو دیکھو
ہر آئینہ ' آئینہ مثل کا تورے
کہتا ہے سکندر سے ' کہ منہ کو دیکھو

بری طرز سخن ' پہنچی کہیں اے '' لطف '' گلشن میں
نئے انداز سے ' بلبل چمن میں اب غزل خواں

جس دن سے ہم ' جنوں کے ہیں داماں لگے ہوئے
دامن کی جا ' یہاں ہیں گریباں لگے ہوئے
اللہ رے تنگ خانۂ ہستی ' کہ دم کے ساتھ
ہر اک قدم پہ لاکھوں ہیں زنداں لگے ہوئے
بارے ! چھٹے اسیر بلا ' اُس گلی میں آج
ہیں تودہ ہائے گنج شہیداں ' لگے ہوئے
بیمار کا ترے ' تو کھلا حال بعد مرگ
سینے میں زخم تھے کئی ' پنہاں لگے ہوئے
رکھ ! سوچ کر قدم مری وادی میں گردباد '
پاؤں سے اپنے ہیں یہ بیاباں لگے ہوئے

خورشید کی بھی آنکھ فلک پر جھپک گئی
تک جو گرہ نقاب کی اس کے سرک گئی

سب کنارہ گیر ' اپنے اور بیگانے ہوئے
اب کی فصل گل میں ہم ' بے طرح دیوانے ہوئے
سنتے ہیں ' کی محتسب نے بیعتِ دست سبو
مژدہ ' مے نوشاں ! کہ پھر آباد مے خانے ہوئے

وہ خودفروش آگیا بارے چمن میں ' کل
بوئے خودی ' نکل گئی گل کے دماغ سے

رنگین میں چھوٹی چھوٹی حکایتوں کے ذریعہ سے اخلاق کی تعلیم
دی ہے - حاتم کے شاگرد تھے - سنہ ۱۲۵۱ ھ میں وفات پائی [۱] -

کر اپنے دل میں تو انصاف ' میں روتھا رہوں کیوں کر ؟
گلے میں ڈال کر با نہیں منانا تیرا ' یاد آیا

تا حشر رہے ' یہ داغ دل کا یارب ! نہ بجھے چراغ دل کا

کہا کرتے ہو ناصح ! تم نصیحت رات دن مجھ کو
اسے بھی ایک دن تم جا کے سمجھاتے تو کیا ہوتا ؟

کھینچ لائی ہے اسے ' اے کشش دل تو یاں تک
بارے صد شکر کہ تجھ کو بھی یہ مقدور ہوا

قسم ہے ایک عالم کو ' رُلا دیتا ہے اے "رنگیں"
وہ اس کی جھڑکیاں کھاکر ' ترا مجبور ہوجانا

جو لکھا تھا ' اُس نے ' وہ تو پڑھ لیا اے نامہ بر !
اب یہ جی میں ہے کہ لیں حرف زبانی کا مزا
لذت اُس کے تیر کی ' "رنگیں" ! بیاں کس سے کروں ؟
میں نے پایا ہے کچھ ' اس درد نہانی کا مزا

[۱] مہر جہاں تاب -

ملہ رکھتے ہیں کیا ؟ صاحب تاج و دیہیم
جو خاک نعلین کے تئیں جانیں ستھم
ہم ' آنکھ اُٹھا دیکھیں نہ گردوں کی طرف
گر خم نہ ہو ماہ نو برائے تعظیم [۱]

رنگین

(مرزا) سعادت یار خاں نام ' ان کے والد مرزا طہماسپ بیگ توران کے رہنے والے تھے ' لاہور آئے اور نواب حسن‌الملک کی سرکار میں ملازم ہوئے -

رنگین سرہند میں پیدا ہوئے ' دہلی میں تربیت پائی شہ سواری ' تیراندازی میں کمال تھا ' گھوڑوں کے بہت اچھے معالج تھے ' اکثر شاہزادوں کے مصاحب رہے ' کبھی کبھی تجارت بھی کرتے تھے ' شوخی اور بذلہ سنجی میں مشہور تھے ' زبان کے چٹخارے زیادہ ہیں ' لیکن مضمون آفرینی سے بھی نہیں چوکتے ' کلام میں گداز بھی ہے -

تصانیف میں چار دیوانوں کا مجموعہ ہے دواوین کے نام ریختہ - بیختہ - آمیختہ - انگیختہ ہیں ان کے سوا اور بھی کتابیں ہیں -

ایجاد رنگین - فرس نامہ - رنگین نامہ - مجالس رنگین - مثنوی دل پذیر - اپنی اپنی جگہ پر مقبول اور قابل قدر ہیں - ایجاد

---

[۱] گلشن ہند - دیوان لطف -

ہم کبھی لیں گے نہ پھر، تابہ عدم
تیرے کوچے سے اگر جائیں گے ہم
زیست باقی ہے، تو اپنا "رنگیں"
نام اس عشق میں کر جائیں گے ہم

گرم ان روزوں میں، کچھ عشق کا بازار نہیں
بیچتا دل کو ہوں میں، کوئی خریدار نہیں

دل وہ کیا دل ہے کہ جس دل میں کوئی یار نہیں
یار کیا یار ہے جو یار کہ دلدار نہیں
غم وہی غم ہے کہ جس غم سے بھرا ہو سینہ
سینہ کیا سینہ ہے جو سینہ کہ افگار نہیں

ہم رہے کنج قفس میں، فصل گل جاتی رہے
اب، کہو چشم رہائی کیا رکھیں صیاد سے؟

چاہ کر ہم اُس پری رو کو جو دیوانے ہوئے
دوست، دشمن ہو گئے اور اپنے، بیگانے ہوئے
پھر لگے سر سے یہ جی میں ہے کہ دل کو ڈھونڈھئے
خاک کوچے کی تری، مدت ہوئی چھانے ہوئے

پابوس یار کی ہمیں حسرت ہے اے نسیم!
آہستہ آئیو تو ہمارے مزار

رہروانِ عدم، ذرا ٹھہرو!
ہم بھی چلتے ہیں ساتھ، دم لے کر

راکھ کا اک ڈھیر دیکھا اور کچھ پایا نہ خاک
اپنے سینے میں بہت سی، میں نے کی دل کی تلاش

مجھ سے ہے کعبہ و بت خانے کی یارو! رونق
نظر آتا ہے مجھے دونوں جگہ جلوۂ حق

کل شام کو، ''رنگیں'' سے کہیں آنکھ لڑی تھی
سر کے نہیں وہ، روزن دیوار سے اب تک

زاہد! بتا کہ کعبے میں کیا دیکھتا ہے تو؟
جاتے ہیں دیر میں تو صنم دیکھتے ہیں ہم

تو نہ گزرے گا جفا سے تو، یار!
جان سے اپنی گزر جائیں گے ہم
تیری دہلیز پر، اپنے سر کو
ایک دن کاٹ کے دھر جائیں گے ہم

رباعی

اے موجب عیش و شادمانی پھر آ

اے باعث لطف زندگانی پھر آ

میں ہوں ترے بن، چشم خوباں میں ذلیل

پھر آ تو اب اے میری جوانی پھر آ [۱]

نمونہ مثنوی ایجاد رنگیں :—

حمد باری

ہوسکے ہے حمد کیا، اس پاک کی

پاک کی، جس نے یہ صورت خاک کی

سوخت ہوں جس جا، ملائک کے بھی پر

اس جگہہ میں کر دیا اس کا گذر

یاں تلک رتبہ دیا اس خاک کو

کر دیا فرماں میں ہفت افلاک کو

واقف اسرار اس کو کر دیا

تھا جو نور معرفت، سو بھر دیا

کلیج مخفی میں جو تھا اسرار غیب

اس پہ ظاہر کر دیا بے شک و ریب

پھر "نفخت فیہ" فرمایا کسے

جز بشر، یہ حکم آیا ہے کسے

بے ستوں، برپا کیا افلاک کو

اور پانی پر بچھایا خاک کو

---

[۱] انتخاب حسرت ۔

دل کو کوئی کس طرح سنبھالے
یاں جانؔ کے پڑ رہے ہیں لالے

روح نے جسم پر، گرانی کی   اب یہ حالت ہے ناتوانی ہے

خوب ہے ایک سے، دنیا میں جو محبوب ہے
پر جو ہم نے خوب دیکھا تو وہی کچھ خوب ہے

ہر گھڑی دھیان اُدھر، اے دل نادان نہ جائے
ہے یہی خوب کہ یہ بات کوئی جان نہ جائے
جوش سودا میں تو واشد نہیں ہوتی دل کو
جب تلک ہاتھ، مرا، تابہ گریبان نہ جائے

تشنہ کاموں کو بھی کرنا، ایک دو قطروں سے یاد
جب کہ تو لبریز ساقی! ساغر صہبا کرے

" رنگیں " اک وضع پر گذارا نہ ہوا - دنیا میں آہ
گذرا جو کچھ، وہ پھر دوبارا نہ ہوا - ہر شام و پگاہ
چاہا ہم نے بہت نہ چاہا اس نے - مجبوری ہے
چاہا اس کا ہوا، ہمارا نہ ہوا - اللہ اللہ

مرمانی سے زیادہ لاتے ہیں، اپنے رنگ خاص کے استاد ہیں، شاہ حاتم کے شاگرد تھے -

گہوارے میں آپ اپنے، وہ جھولے ہے شب و روز
انسان میں یہ دم، نہیں آتا ہے نہ جانا
ہے نام "نثار"! اپنا حقیقت میں بھکاری
اور اسم شریف اس کا جو پوچھو تو ہے دانا

اک ایک سے کہا کہ مجھے چاہتا ہے یہ
خانہ خراب تو مرا پردہ اُٹھا گیا
اس سر زمیں پہ لاکے مجھے، آج آسماں
سجدے کو تیرے نقش قدم کے، بٹھا گیا

کیا فسوں تونے خدا جانے، یہ ہم پر مارا
تجھ سے پھرتا نہیں دل، ہم نے بہت سر مارا

تجھ سوا کوئی نہیں مشق بکاں میں یارب!
زور بازو کا بھروسا ہے نہ زر کا تکیا
ضعف کا کام کھلنچا، اب تو بہت دور "نثار"
پلنبۂ داغ کیا ہم نے، جگر کا تکیا

کہہ، تو تو، اس درد کو کہتا ہے کیا
ہوسکے مطلق نہ جس کی کچھ دوا
بولا طوطا جو ہیں دکھ، دنیا میں آج
کوئی اُن میں تو نہیں ہے لا علاج
اور لگا کہنے کہ یہ آسان ہے
جو نہ جانے اس کو، وہ ان جان ہے
آج تک تو ہیں کھلے، توبہ کے در
حق سے ڈر کر، دل میں استغفار کر
جب خدا نا کردہ، ہو جاویں گے بند
تب نہیں ہونے کی توبہ سود مند
غرق گو عصیاں میں ہے، سرتا بہ پا
پر اُمید عفو سے، مت ہاتھ اُٹھا
کچھ خلل اپنے نہ لا، اوسان میں
ہے لکھا ''لا تقنطو'' قرآن میں [۱]

نتّا،

محمد امان نام، سعادت‌اللہ معمار کے بھتیجے اور ''اُستا'' معمار کی اولاد میں تھے، جامع مسجد دھلی اِنھیں کی بنائی ہوئی ہے - دھلی کے رہنے والے تھے -

دھلی پر جب آفت آئی تو یہ لکھنؤ چلے آئے، یہاں ان کی عزت ہوئی - غزل کی ضروریات، کلام میں موجود ہیں الفاظ

[۱] نسخۂ قلمی ایجاد رنگین

کہتا ہے یار مجھ سے ' تو ساتھ مت پھرا کر
میں بھی خراب ہوں گا ' تو بھی خراب ہوگا

دل سے ترا خیال ' کوئی کیا اُٹھائے گا
یہ نقش کالحجر ہے ' اسے کیا مٹائے گا
میری طرح دیا ہے جسے حق نے داغ عشق
کس واسطے چراغ ' وہ گھر میں جلائے گا

حیف صد حیف ' ہمیں بھول گئے بندہ نواز
ایک پرزہ نہ کسی روز رقم فرمایا

منظور ہے جو تم کو ' ہم زخمیوں کا جینا
تار نگہ سے پیارے ! سینے کے زخم سینا
گو عید کو نہ آئے تو بعد ہی کو ملئے
اے رشک ماہ ! خالی جاتا ہے یہ مہینا

گالی رہی اُدھر سے ' اِدھر سے دعا رہی
اُس کا رہا یہ قول ' ہمارا یہ ڈھب رہا
جانے دے مال و جان ' دل و دیں گیا تو جائے
اپنی جو ایک آن رہی یہاں ' تو سب رہا

بگڑ نہ مجھ سے ، میں دیکھوں ہوں پاک نظروں سے
کچھ اور جی میں نہ لے جا ، کدھر گمان گیا

اچھا نہ ہوگا بیمار ، اُس چشم سرمہ سا کا
بس اے طبیب بس کر ! دیکھا اثر دوا کا
اقبال زخم سینہ ، ہے بسر سر تری
شاید کہ تیر تیرا ، رکھتا تھا پر ہما کا

ہوگئی عید مرے کلبۂ احزاں میں " نثار " !
اس صنم کو جو مرے گھر میں خدا لے آیا

پھر ہمدم ہو گیا اور ہم ہوے دم میں جدا
واہ وا اے چرخ برہم ! کیا کیا تھا ، کیا ہوا

ہے جو سینے میں جگر ، دھکے ہے انگارا سا
دل جو پہلو میں ہے ، بے تاب ہے وہ ، پارا سا
دل کہیں ، دیدہ کہیں ، جی ہے کہیں ، جاں کہیں
گردش چرخ میں ہر ایک ہے ، آوارا سا

هم چھین لیں گے آئینہ ، مت دیکھ اپنی انکھڑیاں
اے شوخ تو بیمار ہو ، کیوں کر یہ دیکھا جائے گا ؟

دل گرا چاہ زنخداں میں ' سنبھالا نہ گیا
سامنے آنکھوں کے ڈوبا ' پہ نکالا نہ گیا

صورت لکھوں کہ ناز لکھوں یا ادا لکھوں
مانی کہے ہے دیکھ تجھے ' آہ کیا لکھوں ؟

شاید کہ اُس گلی میں کسی سے لڑی ہے آنکھ
یہاں بیٹھنا "نثار" ترا بے سبب نہیں

عید کا چاند ہوگئے ہو تم کب کے ؟ ہم انتظار بیٹھے ہیں

اس شوخ ستم گر سے ابھی یار ہوئے ہیں
ہم تازہ مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں

کچھ بات "نثار" اس کی نگاہوں کی نہ پوچھو
یہ تیر' کلیجے کے مرے' پار ہوئے ہیں

روبرو ہوتے ہی اُس کے ' عقل ہوجاتی ہے گم
کچھ کا کچھ بکنے لگوں ہوں ' بات کر آتی نہیں
آہ کس بے درد ' بے پروا کے ہم پھندے میں ہیں
سیکڑوں مرتے ہیں ' اس کو ایک کا بھی غم نہیں

خبر رہی نہ مجھے تن بدن* کی اپنے جب
مری خبر کے لگے، تب وہ بے خبر آیا
پھرے تھا دامن صحرا میں، جیب چاک کئے
"نثار" شہر میں آیا، تو راہ پر آیا

کس جفاکار سے ہم، عہد وفا کر بیٹھے
آخر اس بات نے، اک روز پشیمان کیا
آج بولا وہ صنم مجھ سے، مبارک ہو "نثار"
تیری مشکل کو خدا نے ترے، آسان کیا

چھوڑا جو کام باقی، پھر جیب میں رفو کا
اے پنجۂ جنوں! ہم جانیں گے تجھ کو چوکا
وہ خود بہ خود جو یاں تک آوے، تو زندگی ہے
ہم کو تو اب نہیں ہے، مقدور جستجو کا
کیا قہر ہے؟ میں جس کی دیدار کا ہوں تشنہ
وہ تشنہ ہو رہا ہے یارو! مرے لہو کا

امید شفا ہے لب جاں بخش سے، اس کو
شرمندۂ عیسیٰ نہیں بیمار تمہارا
ہے نام رہائی سے جسے ننگ، جہاں میں
محبوس ہو وہ کون؟ گرفتار تمہارا

مہتاب نے دیکھا ہے جو اُس پردہ نشیں کو
بدلی میں سے وہ جھانکے ہے، چھپ چھپ کے زمیں کو

یارو؟ مجھے سنا کے نہ تم اس کا نام لو
سر پھوڑ مر نہ جاؤں، مجھے پہلے تھام لو

لڑاتا ہے جو آئینہ سے وہ آنکھیں، لڑانے دو؛
اگر آتا ہے اپنے دام میں آبھی، تو آنے دو
ہمارا ہاتھ مت پکڑو، بہار آئی ہے جانے دو
گریباں کی، ہمیں اب دھجیاں یارو، اُڑانے دو

بد عہد ہو، بد قول ہو، گم راہ تمھیں ہو
ہاں سچ ہے کہ جھوٹوں کے شہنشاہ تمھیں ہو

کہاں رہا ہے مجھے؟ اپنے تن بدن کا ہوش
ہوا ہوں مست، تری پر خمار آنکھوں سے

رخ پر جو ترے، زلف سیہ فام نہیں ہے
یہہ صبح قیامت ہے، اسے شام نہیں ہے
ہر صبح ترے در پہ نہ آبیٹھوں میں کیوں کر
ناچار ہوں، مجبور ہوں، آرام نہیں ہے

نے دھواں دل سے اُٹھے ' یارو ! نہ پروانہ جلے
آتش خاموشؔ ہیں ' مانند گلزار چمن
بلبل رشتہ بہ پا ' لٹکے ہے شاخ گل سے آج
سخت الجھیڑے میں ہے ' یارب ! کُھلے کو چمن

جگر یہ ' عشق یہ کہتا ہے ' داغ دیتا ہوں
شب فراق ! میں تجھ کو چراغ دیتا ہوں

رات بہکی جو زباں ' یار کی ' مے نوشی میں
جو نہ کہنا تھا کہا ' عالم بے ہوشی میں
خط مرے یار نے ' واں جاکے لکھے سب کو "نثار"
رہ گئے ایک ہمیں ' ھائے فراموشی میں

اشک ہوئے ہیں اب تو ایسے ' ہم کو بہائے دیتے ہیں
تخفتی کیسی ؟ حیف یہ لڑکے ' دھوکے ستائے دیتے ہیں

بہت کہوں لگ چلے اس سے ' جو ناحق جھڑکیاں کھائیں
وقار اپنے کو ' ہم نے کھو دیا ہے امتیازی میں

شعلہ و پروانہ کا سا ' میرے اس کے ربط ہے
آشناؤں کا نہیں یارو ! میں شب کا یار ہوں

وہ سوئے خواہ جاگے، جاویں گے کام کر کے
سرکیں گے ہم تو اپنا قصہ تمام کر کے

اتراؤ بہت، نہ پان کھا کے باتیں نہ کرو، چبا چبا کے

گریہ و نالہ و فریاد و فغاں رکھتے ہیں
عاشقوں میں ہیں، ترے ہم سروساماں والے

کہتا ہے مبارک، کوئی کہتا ہے سلامت
ہے دوتھ کے ملنا بھی، ملاقات مزے کی

اے ہم نشیں! تمنا مت پوچھ میرے جی کی
اظہار کیا کروں میں، ہے آرزو کسی کی

ہم کو تو یاد کوئی غزل ہے، نہ فرد ہے
مصرعہ ہے ایک یاد، سو وہ آہ سرد ہے

جوں سایہ، ساتھ ساتھ پھروں کیوں نہ یار کے
ہوں اختیار میں، دل بے اختیار کے
تارے جو گن رہا ہوں جدائی کی رات میں
گویا کہ ہوں عذاب میں روز شمار کے

غنچہ ساں' اپنی زباں لال ہے لاچاری سے
بول سکتے نہیں کچھ' دل کی گرفتاری سے

مژگاں پہ' جو انگشت نما لخت جگر ہے
اس ماہ سے' یہ آنکھ لڑانے کا ثمرا ہے

شوق پروانہ کو اب مژدۂ مایوسی ہے
کیونکہ وہ پردہ نشیں شعلۂ فانوسی ہے

کاری جوں نگیں' یارو' ہمارا کام ہے
کوہ کن کی طرح' اپنا بھی جہاں میں نام ہے

یہاں تو جلدی ہے جی سے جانے کی دیر ہے بس تمہارے آنے کی
صورت نقش پا "نثار"! اسے آرزو ہے مرے مٹانے کی

تو غیر کے گھر جاکے بغل گرم کرے ہے
مرتا ہے جو تجھ پہ' وہ دم سرد بھرے ہے

جل بجھے سینے میں دل' لیکن نہ نکلے منھ سے آہ
ہو مشتعل کر کے' میں گھر کو جلاؤں تو سہی

اُس آئینه طلعت کي ، اب مجهه سے یه صورت هے
ظاهر میں صفائي هے باطن میں کدورت هے

هم سے کیا پوچهتے هو ؟ گوهر دل کی قیمت
هم نے مختار کیا آپ هي تهہرا دیجے

تها جنهیں حسن پرستي سے همیشه انکار
وہ بهي اب طالب دیدار هیں ، کن کے ؟ ان کے

خنجر نه کمر میں نه وہ تلوار رکهے هے
آنکهوں هي میں چاهے هے جسے ، مار رکهے هے

هے درد سے بے کل ، جو ترا چاهنے والا
پهلو میں مگر دل کی جگهه ، خار رکهے هے

کهتا هے کوئي برق ، کوئي شعلۂ آتش
اِک دم جو تهہر جائے ، تو اِک بات تهہر جائے

بوندوں کی جهڑی کهولے ، آتي هے گهٹا کالي
لا ساغر مے ساقي ، بدلی بهي هے متوالي

لبریز فغاں، ہجر میں تا چلد رہوں میں
یہ عمر کا ساغر، کہیں اب جائے چھلک بھی

جگر تو ٹکڑے ہوا، تیغ غم سے کٹ کٹ کے
خدا کرے نہ کسی کا کسی سے دل اٹکے
ہر ایک تار میں، افسوں جدا جدا ہے ملا
ہزاروں یاد ہیں زلف نگار کو لٹکے
نہ سوکھ سوکھ وہ کانٹا ہو کس طرح سے "نثار"
کہ جس کے دل میں سدا خار غم پڑا کھٹکے

بے کار کبھو رات کو بھی میں نہیں رہتا
جوں شمع، مجھے تا بہ سحر مشق فنا ہے
کیا قہر ہے ہم دیکھ کے خوش ہوتے ہیں جس کو
سو اس کی یہ صورت ہے کہ صورت سے خفا ہے

معلوم حال میرا، یارو تمہیں نہیں ہے
بیٹھا تو ہوں میں تم میں، پر دل مرا کہیں ہے

بنی ہے اب "نثار" ناتواں کی جان پر
دیکھنا تک اے دل ناکام، تیرے واسطے

تجھ بن، چمن کی سیر سے، کیا یار لے گئے
جوں لالہ، داغ سینے پہ دو چار لے گئے

حسرت

جعفر علی نام، ابوالخیر عطار کے بیٹے اور لکھنؤ کے رہنے والے تھے - معمولی تعلیم پائی تھی لیکن شعر و سخن سے فطری مناسبت ہونے کی وجہ سے مہارت اور کمال پیدا کر لیا تھا - زندگی کا بڑا حصہ فراغت سے گزرا، آخر عمر میں فقیری نے رنگ میں آکر گوشہ نشیں ہو گئے تھے - مشہور ہے کہ جس قدر ان کے تلامذہ تھے کسی شاعر کو نصیب نہ ہوئے، اشعار میں جذبات کی موجیں ہیں، خیالات بلند اور پاکیزہ ترکیبیں موزوں ہیں، بندش چست، بے ساختگی اور انداز بیاں بہت دلچسپ ہے -

رائے سرب سنگھ دیوانہ کے شاگرد اور جرأت اور خواجہ حسن کے سے مشہور اساتذہ فن کے استاد تھے - سنہ ۱۲۱۷ھ میں وفات پائی [۱] -



کیوں مرے خوں سے شمشیر کو آلودہ کیا
آپ نے رنج اٹھایا، مجھے آسودہ کیا
زیست میں بادہ کشی، حسن پرستی سے مرا
اس سوا جس نے کیا کام سو بے ہودہ کیا

[۱] - گل رعنا گلشن ہند -

سیماب ہے یا شعلہ آتش ہے الٰہی
کیا چیز ہے سینے میں کہ دل جس کا لقب ہے

کیا کام ہوا ہم سے خدا جانئے ایسا
اپنا ہی، جہاں سنئے ہیں مذکور رہے ہے

نقاب اپنے منھ سے اُٹھادے اُٹھادے
تجلی کا جلوہ دکھادے دکھادے

جانے کا اپنے نام نہ لو تم، زبان سے
تم شہر سے گئے، تو گئے ہم جہان سے

یارو معاف رکھیو در خود نہیں رہے ہم
اب اختیار، اپنے ہاتھوں سے جارہا ہے

دل نہیں، ہوش نہیں، صبر نہیں، تاب نہیں
اب وہ، کس چیز کی خاطر مرے گھر آتا ہے؟

انکار تو نہ کر؛ مرے ہاتھوں سے پان لے
کافر! خدا کے واسطے یہ بات مان لے

اگر جھولے تو میرے دل کے جھولے میں تواے ظالم!
رگ جاں، سے ترے جھولے کو، میں رسی بٹائی ہے

اے دل! اگر تڑپنا تیرا یہی رہے گا
کاہے کو تو جئے گا کاہے کو جی رہے گا

رہنے دے مے کو ساقی! ہم تو چلے یہاں سے
قسمت میں جس کی ہوگا، سو جام پی رہے گا

کوئی اپنا، نہ آشنا دیکھا — جس کو دیکھا سو بے وفا دیکھا
بھولتا ہی نہیں وہ دل سے، اُسے — ہم نے سو سو طرح بھلا دیکھا

خدا حافظ ہے، کہیں محفل میں اُس کا نام آیا تھا؟
تڑپنے سے ابھی دل کو مرے، آرام آیا تھا

کیا مجال اس کی، کہاں تو اور کہاں میرا غبار؟
لگ چلا دامن سے، تیری مہربانی کے سبب
اپنے لب تو، وا کر اے خندۂ زخم جگر
چرخ دے گا لاکھ غم، اس شادمانی کی سبب

نہ تیغ یار سے گردن پھراؤں میں ہرگز
کہ میں لطف سمجھتا ہوں میں، جفائے حبیب
پتنگے شمع کے صدقے ہوں، بلبلیں گل پر
کوئی کسی کا فدا ہو، میں ہوں فدائے حبیب

دن تو کٹتا ہے شغل میں، لیکن
درد دیتا ہے زخم کاری رات

یوں خزاں آئی چمن پر ' ہائے بلبل کیا ہوا ؟
لالہ و سوسن کہاں ہیں ؟ سنبل و گل کیا ہوا

دل پر نہیں اختیار اپنا افسوس ! کیا قرار کیا
کی دل نے بھی آہ بے وفائی کوئی نہیں غم گسار اپنا
تو آنے کو یاں کے ' دن گنے ہے ہم کرتے ہیں ' دم شمار اپنا
تیرا تو تب اعتبار کیجئے جب ہووے کچھ اعتبار اپنا

شاید اس کوچے میں جاکر ' وہ بھی کھو آیا حواس
بولے ہے بہکا ہوا ' پیغام بر کو کیا ہوا

مجھے تک سانس بھی ' یہ دردِ غم لینے نہیں دیتا
عجب کچھ درد ہے دل میں ' کہ دم لینے نہیں دیتا
اجل سو بار آئی ' رنج میرا دور کرنے کو
ولے احساں ' مجھے تیرا کرم لینے نہیں دیتا
تمنا خاک کو میری قدم بوسی کی ہے ' لیکن
چلے ہے بچ کے وہ ظالم ' قدم لینے نہیں دیتا

پھر ادھر قتل کو ' آنکھوں سے اشارا نہ کیا
جسم بسمل ہی رکھا ' کام ہمارا نہ کیا

اپني خاطر ' نہيں منظور رہائی مجھ کو
ہم ہوں آزاد تو ہو رنج سے آزاد قفس

مست میں تو ہوگیا ' تیري نگہہ سے ساقیا !
اب نہیں مجھ میں رہا ' مے اور پیمانے کا ہوش

قابل غارت نہیں ' اس خانہ ویراں کی بساط
دیکھ لے دست جنوں ! میرے گریباں کي بساط

اتنی مجھے نہیں ہے دل و جاں کي احتیاط
منظور جتني ہے ترے پیکاں کسي احتیاط
گر ہے یہي بہار کي شورش ' تو ناصحا !
تجھ سے نہ ہوسکے گي ' گریباں کی احتیاط
وہ جس کو معصیت سے بچائے ' وہي بچے
" حسرت " ! نہ کام آئي کچھ انساں کی احتیاط

بہت مشتاق ہے سننے کا ' " حسرت "
کوئي تو منہ سے کہہ ' پھر خدا لفظ

جاں جاتی ہے مري ' درد و الم سے کیا کروں ؟
آہ اے بے تابي دل ' وائے شورش ہائے داغ ؟

وصل ہے ' میھں کي آمد ہے ' ادھر آج کی رات
غم کا اس دل سےؔ* ہے ' آھنگ سفر آج کي رات

کل کو کیا جانئے ؟ صحبت یہ رہے یا نہ رہے
ساقیا ! جام جو بھرنا ہے تو بھر ' آج کی رات

آنکھوں میں دم تھا سو بھی چلا ' بے وفا ! پہونچ
آنا اگر ہے تجھ کو ' تو جلدي سے آ پہونچ*

دیکھي نہ ایسی جلگ ' نہ میں زینہار صلح
سو بار دن میں لڑتے ہو اور سو ھی بار صلح

بسائے رقیب ' صلح کے اب درمیان ہے
کس طور سے رہے گی میاں پائیدار صلح

مجنوں ! ترے ھی پاؤں کے ' توڑتے ھیں آبلے
ہر نوک خار سرخ ہے ' دیکھا ہے بن ' بھ‌ز

جس کی قسمت میں رھائي تھي ' چمن جا دیکھا
فصل گل بھي چلي ' ہم تو رہے زنداں میں ھنوز

سیکڑوں بار کیا تو نے خراب اس دل کو
پر محبت ہے تري ' اس دل ویراں میں ھنوز

سووے آرام سے ' کس طور ؟ کوئي زیر زمیں
فتنۂ عشق تو بیدار ہے ' دوراں میں ھنوز

نہ ہووے درد کیوں کر؟ آہ صبح و شام پہلو میں
کہ دل لیتا نہیں اک آن بھی آرام پہلو میں

بھلادیں یار نے دل سے ہمارے اور بھی یادیں
عجب تاثیر یہ رکھتی ہیں اہل دل کی فریادیں

جو بےتابی ' دل عشاق کی باطل سمجھتے تھے
مرے سینے پہ آکر ان دنوں وہ ہاتھ دھر دیکھیں
لگیں تھیں آہ اک مدت سے جس کے ساتھ یہ آنکھیں
سو غائب ہوگیا آنکھوں سے اپنی ' اب کدھر دیکھیں
سدا آہٹ لگی رہتی تھی ہم کو ' جس کے آنے کی
سو کس اُمید پر اب ہائے ہردم سوئے در دیکھیں

نہ دیکھ اے شیخ تو ان کی طرف چشم حقارت سے
گدایان خرابات اک نگہ میں شاہ کرتے ہیں
قفس میں ہم نہیں کچھ بولتے صیاد کے ڈر سے
چمن کے مرغ ' نالے اپنے خاطر خواہ کرتے ہیں
سخن آورد کا " حسرت " نہ پہونچے درد کو ہرگز
کہ دل پر ' آہ نکلے ہے تو اس پر واہ کرتے ہیں

دہشت میں کر ' چلنے کی تدبیر ہونا ہو سو ہو
توڑ دیوانے تو اب زنجیر ' ہونا ہو سو ہو

اک نظر دیکھا تھا کیا تجھ کو کہ آیا مجھ پہ ظلم
کیا کہوں میں ؟ ہوگئے سب اپنے بیگانے حریف

ہم کو نہ مرگ نے نہ قضا نے کیا ہلاک
اس کے ستم اور اپنی وفا نے کیا ہلاک

تری فرقت میں ہے شام و سحر مجھ کو ' عجب مشکل
جو شب کاٹی تو دن مشکل ' جو دن کاٹا تو شب مشکل
کرم سے کھول ! جو عقدے پڑے ہیں کام میں میرے
ترے آگے ہیں سب آساں ' مرے نزدیک سب مشکل
ابھی تو "حسرت" اس پر عشق یہ پوشیدہ ہے تیرا
وہ جب پہچان جائے گا تجھے ' ہووے گی تب مشکل

صبح روشن رہے ' گلشن میں مبارک گل کو
"حسرت" ! اپنی مجھے غربت کی ہے اس شام سے کام

آخر ترے غم میں ' مر گئے ہم
بھرنا تھا جو دکھ سو بھر گئے ہم
عقبیٰ کی بھی ' کچھ خبر نہیں ہے
دنیا سے تو بےخبر گئے ہم
کر تک تو اثر ' کہ اپنے جی سے
اے نالۂ بے اثر گئے ہم
شبنم کی مثال ' اس چمن میں
شب آئے تھے ہم ' سحر گئے ہم
واماندوں پہ دیکھئے کہ کیا ہو ؟
اپنا تو نباہ کر گئے ہم

نہیں چمن ایک آن، کیا کیجئے ؟
مفت جاتی ہے جان کیا کیجئے
تجھ سے کیا کہئے درد دل لیکن
نہیں رکتی زبان کیا کیجئے
آشیاں ہی اُجڑ گیا اپنا
رہ کے اے باغبان کیا کیجئے

موا بھی میں، تو تری چشم کی کبھو نہ گئی
یہ شکر ہے کہ گیاجی پہ آبرو نہ گئی
بہار ہو چکی اور شور بلبلوں کا گیا
مرے دماغ سے اس گل کی ہائے بو نہ گئی
غبار ہو کے صبا سے ملے کہ واں پہونچے
غرض کہ خاک ہوئے تو بھی آرزو نہ گئی
نہ جانوں کیا تجھے الفت تھی گل سے اے بلبل
کہ اپنے جی سے گئی، پر چمن سے تو نہ گئی

پٹکئے دے مجھے سر اس کے آستانے سے
خبر کروں ہوں میں اپنی، اسی بہانے سے
مثال نقش قدم، یاں سے اٹھ نہیں سکتے
تری گلی میں نہ جانا، بھلا تھا جانے سے
تسلی ہے دل بیمار کو ترے باعث
خدا کے واسطے مت اٹھ! مرے سرہانے سے

موت آجائے کہیں اس دل شیدائی کو
روز سمجھائیے کہاں تک؟ کوئی سودائی کو
ناتوانی سے تڑپنے کی بھی طاقت نہ رہی
کس طرح کاٹیے یارب! شب تنہائی کو

ہر آن ہے مژگاں پر لخت جگر تازہ
یہ نخل محبت میں دیکھا ثمر تازہ

زنہار نہیں ہمارے یہ وضع پسندیدہ
ہر آن ہو آزردہ ہر وقت ہو رنجیدہ
آ نکلے اگر ایدھر، کیا کیجئے نثار اس پر
اک جان ہے سو والہ، اک دل ہے سو شوریدہ
ایک عمر ہمیں گذری وصلت کا نہ دن دیکھا
جاگیں بھی کہیں یارب! یہ طالع خوابیدہ

جگر سوزاں ہے دل بے تاب ہے اور چشم گریاں ہے
الٰہی! دن ہے میری مرگ کا یا شام ہجراں ہے
جو ایسا ہی دل دیوانہ میرے درپئے جاں ہے
تو پھر اک روز میرا ہاتھ اور اُس کا گریباں ہے

شروع عشق ہے اے ہم نشیں اور جوش سودا ہے
نہ کو زنجیر مجھ کو میں ہوں اور دامانِ صحرا ہے

معلوم ہے مجھ کو کہ میں تجھ بن نہ جیوں گا
کیوں کر نہ کروں تجھ سے میں انکار جدائی

ترے بن ' کس طرح یارب مری اوقات گزرے گی
الٰہی ! دل کو بے تابی ہے کیونکر رات گزرے گی

تمہیں غیروں سے کب فرصت ' ہم اپنے غم سے کم خالی
چلو بس ہوچکا ملنا نہ تم خالی ' نہ ہم خالی

نہ تنہا مشت خس کے پھونکنے سے باغباں گزرے
ہمارے آشیاں سے برق بھی دامن کشاں گزرے
گذر اس کا ادھر ہو یا ادھر اپنا گذارا ہو
جو اپنی گردشوں سے ایک دم بھی آسماں گذرے
جو کچھ شرط وفا تھی سو بجا لائے ہیں ہم دونوں
نہ گذرے تم ادھر اور اپنے جی سے ہم یہاں گذرے

کہہ بیٹھے برا منہہ سے ' بھلا اور بھی کچھ ہے
دشنام ہی دی جاتی ہے یا اور بھی کچھ ہے

ہمارے کام پہ ہرچند ' آسمان پھرے
تجھے قسم ہے جو تو اس طرف کو آن پھرے

کسی کا حال کوئی پوچھتا نہیں ہرگز
وفا کا رسم اٹھا "حسرت" ! اس زمانے سے

کھلچتا ہوں نالۂ جاں کاہ، دل کے ہاتھ سے
آہ دل کے ہاتھ سے، صد آہ دل کے ہاتھ

مجھ کو تجھ سے خدا، جدا نہ کرے
تجھ سے میں ہوں جدا، خدا نہ کرے
اُڑ گئی پر سے، طاقت پرواز
کہیں صیاد اب رہا نہ کرے
تم جو کہتے ہو کہہ دو "حسرت" سے
آہ و فریاد یہاں کیا نہ کرے

سرشک و خون، مری چشم سے ملے نکلے
مگر یہ پھوٹ کے سینے کے آبلے نکلے
تمام دن تھے جدا، آہ شمع و پروانہ
ملے جو شب کو تو آپس کے سب گلے نکلے
سراغ پوچھوں میں کیا ؟ اشک و آہ کا دل سے
کہ اس دیار سے ہو، کتنے قافلے نکلے

واعظ نے قیامت کی اک بات بتائی ہے
کہتے ہیں جسے محشر، سو روز جدائی ہے

کچھ دل میں جلوں تھرے ارمان نہ رہ جاوے
کي جھب تو سو ٹکڑے دامان نہ رہ جاوے

(ساقي نامہ)

کیفي اس کے ھمک رہے ھیں
اللہ اللہ بک رہے ھمس
بے شیشۂ عجب خلل ھوا ہے
دل آبلۂ بغل ھوا ہے
ساقي تجھے جام کي قسم ہے
مے خانے کے نام کی قسم ہے
اپني تجھے سر کشي کي سوگند
مت رکھیو خرد کا مجھکو پابند
ھردم ہے خزاں چمن کے درپے
لانا ہے تو لاوے ساغر مے
تجھ کو اپنی ادا کي سو گند
تجھ کو دل بے وفا کی سو گند
برسات کي بدلیاں یہ کالي
اور تو ردھے اپنا جام خالی
رہ جائے گي اتنی یادگاري
ھم سے ساقی نے کي نہ یاري [۱]

[۱] انتخاب حسرت

رونا نہیں جو یارو! اپنا دیار چھوٹا
مرنا ہے یہ کہ ہم سے اب کوئے یار چھوٹا
قول و قرار اس کا، جھوٹا ہوا تو غم کیا
غم ہے کہ اپنے دل سے صبرو قرار چھوٹا
رونے سوا نہیں ہے فرقت میں کام اپنا
یہ کام ہے کہ تجھ بن سب کارو بار چھوٹا

ضبط کر کے ہم قلق کو دل میں، گھبرائے بہت
منع بے تابی کیا پر اس میں دکھ پائے بہت
دل کو لے آئے تھے اس کوچہ سے ہوکر ہم خفا
پر دل و جان ہم پہ اب مل کر بلا لائے بہت

جاتی رہی غم سے، دل ناشاد کی طاقت
سو ظلم کرے وہ، کسے فریاد کی طاقت

سو گئے تم، ہمیں نہ آئی نیند کس طرح سوئے پرائی نیند
چشم گریاں ہے مفت میں یارو سہل میں اشک کے بہائی نیند

اے برق! آشیاں پہ مرے تو گذار کر
جاوے اب اس چمن سے مری بود و باش کاش

دے تو بیٹھا وہ ناز سے گالی شرم سے پر نہیں اٹھائی آنکھ

آتا نہیں شب کو خواب، تجھ بن
بیداری ہے عذاب، تجھ بن
اے ماہ سپہر خوب روئی
سر گشتہ ہے آفتاب تجھ بن
سینے سے نکل پڑے گا گویا
ہے دل کو یہ اضطراب تجھ بن
"قسمت" کی بھی تجھ کو کچھ خبر ہے
دیکھا میں اسے خراب، تجھ بن

مرے اس خستہ دل کو پاس اپنے یار رہنے دے
کوئی پوچھے تو کہنا میرے عاشق کی نشانی ہے

شب ہجراں ہے اور میں ہوں یہ آنکھیں اور آنسو ہیں
اذیت ہے، مصیبت ہے، نہایت ناتوانی ہے[۱]

مفتون

میر نظام الدین نام، فخرالشعرا لقب تھا، میر قمرالدین منت کے بیٹے تھے معتمد اکبر شاہ بادشاہ دہلی کے استاد تھے - پانی پت میں پیدا ہوئے، دہلی میں تعلیم پائی، عرصہ تک لکھنؤ میں رہے -

[۱] تذکرہ مصحفی -

قسمت

(نواب) شمس الدولہ نام و لقب بارگاہ قلي خاں کے بھتیجے تھے مرثیہ اور سلام میں بقول مصحفي ید طولیٰ رکھتے تھے، غزل میں زبان اور محاورہ بندي کے علاوہ جذبات تغزل کم ھیں جعفر علی حسرت کے شاگرد تھے -

جوں ماہ منور ہو، شب تار ھماري
"قسمت" ! وہ اگر چاندسی صورت نظر آوے

کھتے ھیں یوں چمن میں پھر آئی بہار گل
شکر خدا، کیا تھا بہت انتظار گل

اگر تسبیح ھاتھ آتي نہیں ہے تیرے اے "قسمت" !
تو دانے توڑ ڈال اس کے کہ پھر زنار ھاتھ آوے

قاصد ! ترا گذر ہو اگر کوئے یار میں
کہیو کہ آرزو میں تري، مرگیا کوئي

آتي نہیں کسي کي جو یارب صدائے پا
وا ماندہ گان قافلہ، یارب ! کدھر رہے

تجھے ، نقش ہستی مٹایا تو دیکھا
جو پردہ تھا حائل ، اٹھایا تو دیکھا
یہ سب ، تیرے ہی حسن کا پرتوا ہے
نہ دیکھا تجھے ، تیرا سایا تو دیکھا

گماں نہ کیونکہ کروں تجھ پہ دل چرانے کا
جھکا کے آنکھ ، سبب کیا ہے مسکرانے کا
و فور گریہ ، ترحم ! ہجوم نالہ ، کرم !
کہ ہے ارادہ ، اسے درد دل سنانے کا

الہی جیب ، کہ دامن کہ آستیں ، دھوؤں
مژہ نے سیکھ لیا ، شغل خوں فشانی کا

رشک اس پر ہے ، کہ یوں مر کر جو بسمل رہ گیا
سر قدم پر ، ہاتھ میں داماں قاتل رہ گیا
چل بسے پیش از سحر ، تھے جو رفیقان سفر
آہ اک سوتے کا سوتا ، میں ہی غافل رہ گیا

فیض سے ہمیں افاقہ ، دم بھر کبھو نہ آیا
جب تک صبا کا جھونکا ، لے تیری بو نہ آیا

کلام میں روانی بھی ہے، اور لطف بندش بھی، تلمیحات تصوف و ضروریات تغزل دونوں موجود ہیں اپنے والد کے شاگرد تھے -
مفتی صدرالدین آزردہ کے استاد تھے، سنہ ۱۲۶۰ع میں وفات پائی -

دیکھ کے نور جمال، سوچ کے کنہ کمال
مائل حیرت نظر، قائل حسرت، ذکا
باز ہو گر راہ دید، تو ہے ہر اک سو پدید
آئینہ خانہ جہاں، حسن ترا جلوہ زا

موسی دل رہ خموش ! دل ہی میں رکھ دل کے جوش
اس کے جھگڑے سے ہوش، کس کے رہے ہیں بجا
پائے خرد آبلہ، بلا
عرصۂ کہہ معرفت، بے سرو بے انتہا
خوں میں تہاں سو بہ سو، جان دو صد آرزو
ہر طرف اس دشت میں، معرکۂ کربلا
ترس مناجاتیاں ناز خراباتیاں
کر کے گمان غضب، رکھ کے یقین عطا
سہلہ ہے صندوق راز، نطق کرے قفل باز
ایک ہے گنج ہنر، ایک خزاین کشا
یہ جو ہے "مسلوں" ترا، بندۂ دل خوں ترا
تجھ سے ہی چاہے تجھے، کس سے کرے التجا

اے اشتیاق بہت صلم ! تیرے ہاتھ سے
چھٹتا ہے ساتھ ' راہروانِ حجاز کا
تصویر بت چھپائی ہے "مسلوں" نے سجدے کو
گوشہ اُلٹ کے دیکھو تو ٹک جانماز کا

کس بے ادب کو ' عرضِ ہوس ہر نگہ میں تھی
آنکھ اس نے بزم میں ' نہ اٹھائی تمام شب

لگ اٹھی آگ ' قفس میں صیاد !
برق ہے ' اپنے نفس میں صیاد !

یہ نہ جانا تھا کہ اس محفل میں دل رہ جائے گا
ہم یہ سمجھے تھے ' چلے آئیں گے دم بھر دیکھ کر

آہ کس کا دل زخمی ہے نہ خاک ' ہنوز
کہ نکلتے ہیں لئے گل ' جگر چاک ہنوز

کیوں کریں ؟ ہاتھ کو اب ہم سوئے مغرور ' دراز
پاؤں ' بیٹھے ہیں کیے ہم طرف گور دراز

دل خروشاں یہاں ہے ' لب خاموش
خم سر بستہ میں بھرے ہیں جوش

کہا کہ گئے اطبا ، بیمار کو تمہارے
کہتے ہیں ، آسرے پر اس کو خدا کے چھوڑا
"ممدوں" ! مئے محبت ، پی سہل مت سمجھ کر
یہ جام ، کب کسی نے منھ سے لگا کے چھوڑا

سینے میں ایک نفس بھی ، نہ ترا تیر رہا
خون حسرت میں تڑپتا ، دل نخچیر رہا
ہائے رے بے کسی دامن و بے یاری جیب
کہ مرا دست جنوں ، بستۂ زنجیر رہا

غمزے نے کس کے ؟ تیغ لگائی کہ چشم میں
انداز صد نگاہ تمنا ، لہو ہوا

اس کی آنکھوں سے ستاروں کی نمک ریزی پوچھ !
صبح تک جس کا کھلا دیدۂ بے خواب رہا

گلہ میرا ہے ، رنگ چہرہ گونا گوں ہو مجلس میں
اشارہ غیر سے کرنا ، گلہ ہے جان من کس کا

تھا حسن میں نہ رنگ ادا کا ، نہ ناز کا
یہ نقش یادگار ہے ، آئینہ ساز کا

" مسلوں "! جیتے رہے شب ہجر
منہ وصل میں کیا دکھائیں گے ہم

چشم گریاں، ترے رخسار پہ شب تھی کس کی
شبنم آلودہ سا، کچھ فکر سفر ہے کہ نہیں

صورت نقش قدم، مجھ سے اُٹھا جائے کہاں
اس سر راہ پہ بندہ تو رہا، جائے کہاں

خم میں بیٹھا جو فلاطوں تو یہ کہتا تھا سپہر
رہ! تری خاک کو، میں صرف سبو کرتا ہوں

صبا پیغام یہ کہیو ہمارا، ہم صفیروں کو
سنا جایا کرو، آواز گاہ ہم اسیروں کو

آپ کو خاک کیا، خاک کو برباد دیا
کوششیں کی ہیں دم عشقِ فنا، کیا کیا کچھ

یارب، یہ کس کا کوچۂ دل کش ہے، جو ادھر
جاتا ہے جی کھنچا مرا، ہر اک قدم کے ساتھ

کون محفل میں، اب ہوا ساقی
ہر طرف سے ہے، بانگ نوشا نوش

کیا عشق کی ہے صید گہ، یاں نیم زخم ناز کو
بے تاب اک جانب خضر، مضطر مسیحا اک طرف

ساتھ اپنے، گر گیا دل بے تاب زیر خاک
تو ہو چکا نصیب مجھے خواب، زیر خاک

اے برق بس اُلجھ کہ نہ اڑ جائیں دھجیاں
دامن اُٹھا کے اُٹھو! اِس اشیاں تلک

ہے تیری بوئے عطر گریباں سے، مست گل
گل سے چمن، چمن سے ہوا، اور ہوا سے ہم

ہونے پایا مرے قاصد کا نہ پیغام تمام
تھا سخن لب پہ، کہ قاتل نے کیا کام تمام
طیش دل نے نہ چھوڑا کہ کبھی ہم اک بار
لائیں تسکیں کے لئے، لب پہ ترا نام تمام

کرنے نہ پائے نہم تبسم، کہ بس چلے
جوں غنچہ، رنگ گلشن هستي پہ هنس چلے

رکے هے، ضبط سے دم، آہ سے جگر اپنا
نہ ضبط کرتے هی بن آئے هے نہ آہ کئے
سنا هے "مملوں" آمرز گار اس کا نام
اس آسرے پہ، نہ کیا کیا، یہاں گناہ کئے

بے طاقتي نے جس جا هم کو بٹها دیا هے
پهر اضطراب دل نے واں سے اُٹها دیا هے
خوبی پہ ناز اپنی، جو کیجیے بجا هے
مکهڑا خدا نے تم کو اک چاند سا دیا هے [۱]

وفا

تول رائے نام، خوش گزران اور خوش اوقات تهے - بعض قول کے مطابق خواجہ حسن کے معاصر تهے - کلام میں قدرت اور مہارت کا رنگ هے اس کے ساتھ ضروریات غزل بھی هیں سلاست اور روانی بهي هے، طرز بیان میں خوبي بهي، لیکن اثر کم هے -

عارض پہ تمہارے، یہ پسینا هیرے کا هے، لعل پر نگینا
اس غم میں ہوی، گر رها سلامت پتھر سے بهي سخت هے، یہ سینا

[۱] انتخاب حسرت -

روش کچھ اور ہے اس کی ، مرے طریق ہیں اور
دلا ! نظر نہیں آتی ہے کچھ نباہ کی راہ

پاؤں " مسلوں " نے نکالے ہیں بہت ، دیکھو تو
ہیں بھی اس شہر میں زنجیر ہلانے والے

کھلا نہ ، حالت " مسلوں " ہے کیا ؟ یہ دیکھوں ہوں
کہ ہاتھ ، دو دو پہر تک دل طپاں پر ہے

غمزے کو پھر ہیں کاوشیں ، اس دل پاش پاش سے
قطرۂ خوں ہے دو بدو ، دشنۂ جاں خراش سے
وصل میں بھی نگاہ شوق ، تامژہ یار ، نہ آ سکی
عشوہ کے اہتمام سے غمزے کی دور باش سے
حسرت و یاس ورنج و غم ، محنت و غصہ ، درد وسوز
خانۂ دل کو ، آئے ہیں ڈھونڈھ کے سو تلاش سے

دماغ اس شور ہستی کا کہاں نازک دماغوں کو
مگر اب ، خواب راحت ، زیر دامانِ عدم کھینچئے
بھری آتی ہے چھاتی ، یاد میں یاران رفتہ کی
یہ دل اور اس قدر صدمے ؟ بھلا کس کس کا غم کھینچئے

بت سے لیتے ہیں کار، حضرت حق

شمع تک دیکھ اعتقاد ہندو

ہوئے گا دل سے محو، غم یار کب تلک

کہیں ہم نشیں ! یہ جاوے گا آزار کب تلک ؟

کہنے لگا وہ، سن کے مرا نالۂ و فغاں

یارب ! جیا کرے گا یہ بیمار کب تلک ؟

نوبت، غم فراق میں پہنچی ہے، جاں تلک

ظالم ! شکیب و صبر پھر آخر کہاں تلک ؟

اک راہ کوئے زلف، سو سربستہ اے وفا !

ہم آہ کس طرف کے تئیں لیں سراغ دل

کچھ خیریت نہیں نظر آتی مجھے، کہ آہ

لگتے ہیں اس کے کان سے افہار، دم بہ دم

بس کہ اپنے انقلاب بخت سے ڈرتے ہیں ہم

بستر گل پر بھی سوزاں ہی، قدم دھرتے ہیں ہم

شعلہ، درہم باؤ سے ہوتا نہیں اے اہل بزم

شمع، سو ہلستی ہے کر کر یاد، پروانے کے تئیں

پہلے تو دل سہج میں ' گرفتار ہوگیا
اب چھوٹنا یہ زلف سے دشوار ہوگیا

کہیے کس سے ؟ دل ' احوال اپنا
پڑا ہے یاں ہمیں ' جنجال اپنا

کل دل کو لیا ' مکر گئے آج
بس ! آپ کا اعتبار دیکھا

حباب آسا نہ بھول ! ہستی پر اپنی
کہ غافل ! کیا بھروسا ہے نفس کا ؟

اُس کو ' منظور یاں سے جانا تھا　　گریہ میرا ' فقط بہانا تھا
دل نہ کرتا تھا اس طرح سے خراب　　عاقبت ' وہ ترا ٹھکانا تھا

شعلہ زن ہے ہمیشہ ' داغ اپنا　　بجھ نہیں جانتا ' چراغ اپنا

اپنی غرض کو ' ہم تو سبھی کچھ سہیں گے ' لیک
ہوتی ہے گالیوں سے ' تمہاری زباں خراب

عشق میں ' امتیاز رتبہ نہیں　　خاک پائے ایاز ' ہے مقصود

راقم

بندرابن نام، قوم کائستھ، دھلي کے رھنے والے تھے - ان کي شاگردي کے متعلق مختلف اقوال ھیں، بعض، مرزا مظھر کا شاگرد بتاتے ھیں - بعض سودا کا اور کوئی مھر کا شاگرد کھتا ھے، مگر صحیح یہ ھے کہ مھر ھی کے شاگرد تھے کیونکہ خود مھر نے ان کو اپنے تذکرے میں اپنا شاگرد بتایا ھے، آخر میں "سودا" کو بھي کلام دکھاتے تھے - فن شعر کے ماھر تھے، اور خوب کھتے تھے - ان کے اشعار میں روانی کافی ھے، غزل میں رنگ کسي قدر پھیکا ھے، تاھم لطف سے خالي نھیں -

---

دل، کنج قفس میں کر یاد بھت رویا
ھنسنے کے تئیں گل کے، کریاد بھت رویا

نامہ کا مرے، اس سے لے کر جواب پھرنا
پر واسطے خدا کے، قاصد! شتاب پھرنا
اک وے بھی دن تھے یارب! جو تھا ھمیں میسر
گلشن میں ساتھ اس کے، پیتے شراب پھرنا

نہ ترے عشق میں بلبل ھي کو، نالاں دیکھا
چاک ھر گل کا، گلستاں میں گریباں دیکھا

شیخ! کچھ فرق ہے تھوڑے ہی نظر آنے میں
ورنہ ہے ایک وہی، کعبہ و بت خانے میں

اپنی ہی چشم کے تئیں، تاب نظر نہیں
ورنہ وہ آفتاب، کہاں جلوہ گر نہیں

حسن عمل پہ اپنے، نہ بھول اس قدر کہ شیخ
واں کے معاملے سے کسی کو خبر نہیں

پھول بھٹے، لب دریا جو نہ دیکھے ہوں تو آ
ساتھ آنسو کے ہیں، یاں قطرہ خوں تاب رواں

بیچے ہے، اک نگاہ پہ دل کے تئیں ''وفا''
لینا ہو گر تمہیں تو کچھ اتنا گراں نہیں

مے کشوں نے، مے میں پایا، ہلنگیوں نے بلنگ میں
مل رہا ہے وہ، طرح پانی کی ہر اک رنگ میں [۱]

[۱] مخزن نکات –

اتنا ھی چاھتا ھوں کہ میں اور مدلھیپ
آپس میں درد دل کہیں، تک بیٹھ کر کہیں

دیکھا نہ ھو جسے میں، کوئی سر زمیں نہیں
پر تخم دل ھو سبز جہاں، سو کہیں نہیں
سنتے تھے ھم جہان میں، اھل کرم کے ھاتھ
آیا جو دید میں تو کم از آستیں نہیں

مری بد شرابیوں سے، کریں توبہ مے گساراں
زھے وہ عمل کہ ھو وے، سببِ نجات یاراں

کام عاشقوں کے کچھ، تجھے منظور ھي نہیں
کہنے کو ھے یہ بات کہ مقدور ھي نہیں
کہتا تھا کون یہ، کہ خوشي تھی جہاں کے بیچ
اس بات کا تو یاں کوئي مذکور ھی نہیں

یاں تک، قبول خاطر کیجے تري جفا کو
تا سب کہیں کہ "راقم! رحمت تري وفا کو"

معصیت میري بہت ھے، یا کہ بخشش تیري بیش
اپني رحمت پر نظر کر! میري عصیاں کو نہ دیکھ

سنتے ہیں ہم، کہ ہوتی ہے جگ میں دوام صبح
ہوگی کبھی اے چرخ! ہماری بھی شام، صبح

کہہ کہا، درد دل بلبل گلوں سے
اُڑا دیتے ہیں اس کی بات ہنس کر
جو چاہے گوہر مقصود اے دل!
صدف کی طرح تو پاس نفس کو

صیاد کیا تو چھوڑے گا مجھ کو، قفس سے آہ
کھٹکے ہے میری دل میں بہت، خار خار باغ

اے عشق! مجھے کوئی طرح مار
تا یار کہے کہ ہائے عاشق

کس کے گلے کے قطرۂ خوں، ہیں تہ زمیں
جوں تکمہ، اُگتے ہیں گل اورنگ اب تلک

ابر ترسے، چشم گریاں کم نہیں
موج دریا ہے، شکنج آستیں

اے باغباں نہیں ترے گلشن سے، کچھ غرض
مجھ کو قسم ہے، چھیڑوں اگر برگ و بر کبھی

میں - سنہ ۱۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی [۱] -

---

کفر جو تھا، دین مرا ہوگیا بت بھی، تمھیں سے خدا ہوگیا
کیسی دوا! مجھ کو مسیحا نے دی درد محبت کا، سوا ہوگیا

حرم میں، دیر میں، جب کوئی رو بہ رو آیا
مجھے یقین ہوا بس یہی کہ تو آیا
اُڑائیں جیب کی لاکھوں ہی دھجیاں میں نے
مگر نہ قبضے میں دامانِ آرزو آیا
کسی کا کوئی بھی مسلوں نہیں ہے کر انصاف
اِدھر سے میں نکل آیا، ادھر سے تو آیا

کریں ہم کس کی پوجا اور چڑھائیں کس کو چندن ہم
صنم ہم، دیر ہم، بت خانہ ہم، بت ہم، برہمن ہم
در و دیوار ہیں نظروں میں اپنی، آئینہ خانہ
کیا کرتے ہیں، گھر بیٹھے ہوئے آپ اپنا درشن ہم
کب اُٹھتے ہیں اُٹھائے سے کسی شیخ و برہمن کے
درِ دلبر پر اپنے، مار کر بیٹھے ہیں آسن ہم

[۱] دکن میں اردو -

مژگاں سے دل بچے تو' ٹکڑے کرے ہے ابرو

یہ کہہ کے میں نے اس سے جب دل کی داد چاہی

کہنے لگا کہ "ترکش جس وقت ہو وے خالی

تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی"

پہونچا نہ آہ درد کو' میرے کوئی طبیب

یارب! عجب طرح کا کچھ آزار ہے مجھے

بیچوں ہوں میں اس پاس' یہ دل نیم نگہہ کو

اس پر بھی ستم ہے' جو خریدار نہ ہووے

رونے میں اس قدر تو جگر' اے جگر نہ کر

دیکھا نہ تونے کچھ کہ دل و دیدہ کیا ہوے [۱]

فیض

(میر) شمس الدین نام' دکن کے رہنے والے امیر اور فارغ البال فاضل اور صوفی تھے؛ اشعار میں ہندی الفاظ اور محاورات اکثر لاتے ہیں تاہم صاف اور سلیس کہتے ہیں - متعدد کتابوں کے مصنف تھے - وفا کے کئی دیوان بھی ہیں جو چھپ بھی گئے

[۱] مخزن نکات - نکات الشعرا - چمنستان شعرا -

کفر ، کافر کو بھلا ، شیخ کو اسلام بھلا
عاشقاں آپ بھلے ، اپنا دل آرام بھلا

شکل انساں میں خدا تھا ، مجھے معلوم نہ تھا
حق سے ناحق میں جدا تھا ، مجھے معلوم نہ تھا
ایک مدت ، حرم و دیر کو ڈھونڈھا ناحق
سہم ہر ، ہر میں چھپا تھا ، مجھے معلوم نہ تھا
ہو کے "خاموش" عجب سیر و تماشا دیکھا
رنگ بے رنگ ہوا تھا ، مجھے معلوم نہ تھا

آشیاں اپنا ، گلستاں سے اٹھا لے بلبل
باغ کو چھوڑ دے ، جنگل کی ہوا لے بلبل
چہچہے کرتی ہے کیا ؟ اس سے نہیں کچھ حاصل
مثل پروانہ پر و بال جلا لے بلبل

چڑھا ہے سولی پہ خاموش ہو کے ، جب منصور
سوائے حق ، نظر آئی نہ دار ، آنکھوں میں [۱]

امین

(خواجہ) امین الدین نام ، عظیم آباد کے رہنے والے تھے - ان
کے خمیر میں دوستی اور دوست پروری تھی ، کچھ دنوں

[۱] دکن میں اردو -

خط جادو ہوں یا میں نقش پا ہوں

غرض ' افتادگی کا رہ نما ہوں

عبث رکھتے ہیں مجھ پر تہمت مرگ

بہت راتوں جگا تھا ' سو رہا ہوں

نہ کر ! اس چشم کا پھر مجھ کو بیمار

ابھی اے " فیض " مر مر کے جیا ہوں

نہیں فرق کچھ دیر میں اور حرم میں

جو بت چاہتے ہیں ' خدا چاہتا ہے [۱]

خاموش

(شاہ) معین الدین نام ' بیدر (دکن) کے رہنے والے تھے صابریہ طریقے کے فقیر تھے ' کلام میں تصوف کا رنگ ہے ' اس کی خاص خاص اصطلاحیں موزوں طریقے سے لائے ہیں ' زبان عامی زیادہ ہے سنہ ۱۲۸۹ع میں انتقال ہوا [۲] -

---

[۱] دکن میں اُردو -

نوٹ - یہ بھی دکن کے رہنے والے لیکن دھلی کے پیرو تھے - مرتب -

[۲] دکن میں اُردو -

نوٹ - فیض اگرچہ دکن کے رہنے والے ہیں ' لیکن دھلی کے شعرا اور وہاں کی شاعری کے پیرو ہیں اس لئے ان کا نام شعراے دھلی کے سلسلے میں درج کیا گیا - مرتب -

دیکھ بھال، اِس دل صد چاک کو لیتے ہیں ہتاں
میں نے یہ شیشہ کیا، کیا ہی ہنر سے پیوند؟

ڈر سے ترے، نالہ بھی نکلتا نہیں لب سے
ظالم! ہے ترے ظلم کی تاثیر ہوا پر

دل خیال زلف میں، بے خواب و بے آرام ہے
رات ہوتی ہے "امیں" بھاری ہر اک بیمار پر

کیا کہوں؟ یار سے، اپنی سی کیے جاتا ہوں
گالیاں کھاتا ہوں، غصے کو پئے جاتا ہوں
جی نکلتا ہے، یہ لب یاد میں ہلتے ہیں تری
مرتے مرتے بھی ترا نام لیے جاتا ہوں

چاک سینے کا مرے لوگ عبث سیتے ہیں
ہم تو زخمی ہیں نگاہوں کے، مگر جیتے ہیں
فائدہ کیا ہے بھلا ہم جو کریں فکر معاش
غم کو کھاتے ہیں "امیں" خوں جگر پیتے ہیں

بتاں، مجھ سے کہتے تھے کیا کچھ نہیں
و لیکن جو دیکھا، تو تھا کچھ نہیں

مظفر جنگ بہادر کی مصاحبت میں رہے ' اُس کے بعد گوشہ نشین ہوگئے - مضمون کی تلاش میں آمد کی پروا نہیں کرتے ' بندش اور صفائی میں ان کا کلام ممتاز ہے -

ان کا ایک مختصر دیوان ہے ' سنہ ۱۲۵۹ ھ تک زندہ تھے -

دنیا میں جو آکر نہ کرے عشق بتاں کا
نزدیک ہمارے ' ہے یہاں کا نہ وہاں کا
مانند نگیں آپ سے کاوش میں پڑا ہے
مشتاق جو کوئی ہے ' یہاں نام و نشاں کا

گھر مرے آنا اگر منظور تھا
آئے ہوتے لطف سے کیا دور تھا؟

جس کا دل آپ نے لیا ہوگا
خاک میں لے ملا دیا ہوگا
ہم کو کیا ' گر بہار آتی ہے
دل ' وہ غنچہ نہیں کہ وا ہوگا
مل گیا ہوگا خاک میں ' جوں اشک
تیری آنکھوں سے جو گرا ہوگا

شور ہے عالم میں ' تیرے حسن عالم گیر کا
تو ہی ہوگا ' گر کوئی ہوگا تری تصویر کا

جب دکھاتا ہے وہ شرابی آنکھ
وہ نہیں جاتی ہے گلابی آنکھ
لخت دل کتنے رہے ہیں مژگاں سے
ہے مگر خانۂ کبابی آنکھ

دن کٹا فریاد میں اور رات زاری میں کٹی
عمر کٹنے کو کٹی ' پر کیا ہی خواری میں کٹی ؟
صبح گر صبح قیامت ہو تو کچھ پروا نہیں
ہجر کی جب رات ' ایسی بے قراری میں کٹی
تیری آنکھوں کی پرستاری میں دل گھبرا گیا
ہائے اس بیمار کی ' بیمار داری میں کٹی
اس زمانے میں ' "امیں" ' مت کر کسی سے دوستی
شمع کی گردن ' نہ دیکھی ' دوست داری میں کٹی ؟

رنگ چہرے کا زعفرانی ہے
عاشقی کی ' یہی نشانی ہے
کس سے تشبیہہ دیں بھلا تجھ کو ؟
دیکھا یوسف تو تیرا ثانی ہے
شمع رویاں سے اتنا گرم نہ مل
ان کی جو بات ہے ' زبانی ہے
رات دن جھینکنے ہی جانا ہے
کیا " امیں " ایسی زندگانی ہے ؟

خضر نے اک دم پیا تھا ' لے کے آب زندگی
مانگتے ہیں اب تلک ' اس سے حساب زندگی
کیا بھلا اس مے کدے میں ' جی کسی کا شاد ہو
مر گیا آخر کو پی جن نے شراب زندگی

میں بوسہ جو مانگا ، تو چھلجھلا کے وہ
لگا کہنے : "کیا ہے" ؟ کہا ، کچھ نہیں

مجھے تو کبھی عمر بھر غم نہ ہو
ملاقات تیری اگر کم نہ ہو
میں در گذرا صاحب سلامت سے بھی
خدا کے لیے اتنا برہم نہ ہو
ہم آنے کو مانع نہیں غیر کو
پر اتنا بھی خلوت میں ہردم نہ ہو
"امیں" کی غذا اب رہی ہے یہی
الٰہی ! یہ خونِ جگر کم نہ ہو

ہوئی ہے آشنائی جب سے اُس بے نوش سے مجھ کو
جو صاحب عقل ہیں کہتے ہیں اہل ہوش سے مجھ کو
بھڑکتا ہے جگر میرا ، دل پر داغ کی دولت
"امیں" جلنا پڑا اس آتش خاموش سے مجھ کو

کیا کہیں ؟ درد آہ کی تاثیر ؟
گھر کا گھر ہے سیاہ ، مت پوچھو
مفت سارا گیا ، ہزار افسوس
تھا "امیں" بے گناہ ، مت پوچھو

کیا برا وقت تھا، اُس شوخ سے جب آنکھ لگی؟
جب تلک جھکتے رہے روز نہ شب، آنکھ لگی

حیات جاوداں بخشے ہے تیغ آب دار اُس کی
اگر باور نہ آوے جا کے کھاوے، جس کا جی چاہے

یار بھی اب گلہ لگا کرنے یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی

ہاتھ میں اپنا سر، لیے رہنا
عشق کی پہلی یہ سلامی ہے

زاہد، کبھو تو گرد نہ پھر یو شراب کے
یاں آگ ہے چھپی ہوئی، پردے میں آب کے

کہا کرتے ہو مجھ کو، قابل جور و جفا "یہ ہے"
جو کوئی چاہے کسی کو، اے مہاں! اُس کی سزا یہ ہے
برہمن دیر پوجے ہے اور کعبہ کے تئیں زاہد
پرستش ہم جسے کرتے ہیں، وہ نام خدا یہ ہے

رباعی

یہ جور و جفا، یہ بے وفائی کب تک
بس کیجئے پاس آشنائی کب تک

معلئي آرام کہا ہے ؟ تو نہ کچھ سمجھا " امیں "
ہم تو ہے اُلٹتے ہیں کتاب زندگي

جتلے تھے محفل میں ' تھا سب سے تپاک اور اختلاط
ایک ہم کم بخت گویا واں گلہ گاروں میں تھے
ہاتھ اُٹھانا جان سے ' پیارے ! نہت دشوار ہے
کیوں ؟ نہ دیکھا کل سبھی تو ناز برداروں میں تھے

بھر عمر گدائي میں بھی کرتے رہے شاہی
دنیا میں جو ٹھاني تھی ' یہاں ہم نے نباھي
کیا دین سے غافل ہیں ' " امیں " مردم دنیا ؟
سکے کو سمجھتے ہیں سدا اپنا الٰہی

نري نگہہ کے جو ہوں گے مارے ' نہ مانگا ہوگا اُنہوں نے پانی
نہ ایسي دیکھي ہے تیغ ہم نے ' نہ ایسي دیکھي ہے آب داري

بغاں ' اُٹھا تے نہیں ہاتھ میرے سینے سے
رہے ہے سنگ کے تئیں لاگ ' آبگینے سے
نہ اُٹھ سکے گا مرے لب سے حرف بوسے کا
مٹا سکے ہے کوئي نام کو نگینے سے ؟
" امیں " ضعیف میں اتنا ہوا ' بقول " فغاں "
" اٹک کے آہ نکلتی ہے میرے سینے سے "

حسن

خواجہ حسن نام، خواجہ ابراھیم کے بیٹے اور خواجہ بھکھاری مودودی کے نواسے تھے، دھلی ان کا وطن تھا - وجیہہ اور خوبصورت تھے، لطیفہ گوئی اور موسیقی میں کمال رکھتے تھے، لکھنؤ کی رھنے والی بخشی نام کی طوایف پر عاشق تھے، اشعار اندر جابجا اپنے خیال میں اس کے نام کا نگینہ جڑا ھے، نجوم میں کافی مہارت تھی - کلام میں موسیقیت کا رنگ لفظ لفظ سے نمایاں ھے، اکثر اشعار دل کی زبان سے کہتے ھیں - جذبات عشق کے اظہار میں محاورات اور زبان کی چنداں پروا نہیں کرتے، جعفر علی خاں حسرت کے شاگرد تھے -

حال دل اپنا، میں ھر ایک سے کہوا دیکھا
واں کسی ڈھب سے یہ ھوتے نہ پزیرا دیکھا
وقت نظارہ نہ رو، کہتے تھے اے چشم تجھے
شدت گریہ سے، لے خاک نہ سوجھا دیکھا

یہی شورش عشق ھے تو الٰہی
اس آغاز کا، کیونکہ انجام ھوگا
وھی بے قراری اسیروں کی یوں ھی
تو صیاد! تکڑے ترا دام ھوگا
موئے ھم تو، پر بے قراری وھی ھے
خدا جانے کب دل کو آرام ھوگا

کرتا ہے کوئی حسن پر اِتنا بھی غرور
دیکھیں تو رہے ہے یہ خدائی کب تک

مثنوی

ایک ہیں آشنا مرے غم خوار
پوچ گو، بے وقوف بدالطوار
ان کی تعریف کیا کروں میں یہاں
کیسی شرمائی ہے کی منھ میں زباں
دل ہے اُن کا کہیں، دماغ کہیں
گھر میں ڈھونڈو تو بھونی بھانگ نہیں
منھ کو اُن کے خدا نہ دکھلاوے
گر کوئی دیکھے خاک کیا کھاوے ؟
چار پیسے کا سہر بھر تھرا
پی کے رکھتے ہیں جی میں یہ غرا
آج دنیا میں ہیں جو کچھ، ہم ہیں
مالکِ چار دانگِ عالم ہیں
دیکھتا ہوں جو اُن کی میں صورت
یاد آتی ہے چھن کی مورت
گال جبڑے سے یوں رہے ہیں لٹک
لگ رہے ہوں کواڑ کے جوں پٹ [1]

[1] مصطفائی جاوید – سخن شعرا

آنا محال ' ہوش میں ہے مجھ سے مست کا
بد ہوش ہوچکا ہوں ' میں روز الست کا

کیسی اٹھ گئی! کہیں یار ' کیا تھا کیا ہوا ؟
مٹ گیا نقشہ وہ سب ' یک بار کیا تھا کیا ہوا ؟

وہ جب تک کہ زلفیں سنوارا کیا کھڑا اس پہ میں جان وارا کیا

مانوں میں وعدہ' فردا اے یار جب ترے وعدے کا فردا ہوتا

تو جو ڈھونڈے ہے ''حسن''! خلوت کو
میں خلوت میں اکیلا ہوتا

دل دلاسوں سے کرے ہے آہ و زاری بھی تر
خانۂ ماتم میں ہو پُرسے سے ' زاری بھی تر

جان بخشی کو بھی آیا نہ دم نزع ''حسن''
اس نے اس وقت میں بھی ہم سے چھپائیں آنکھیں

بھلا میں دوانا سہی پر یہ ناصح
مرے ساتھ بکتا ہے ' عاقل کو دیکھو
یہاں تھک کے بیٹھے ہو کیا راہ میں تم ؟
چلو راہ رو! اپنی منزل کو دیکھو

اگر نزع سے جاں بخشی کو آے
تو اس میں تمھارا بڑا نام ہوگا

جو بندہ خانے میں آئے گا، فقیر تم کو دعا کرے گا
کسی کے دل کو جو خوش کروگے خدا تمھارا بھلا کرے گا

عالم اس حور کی جو جلوہ گری کا دیکھا
پھر یہ جلوہ نہ کسی حور و پری کا دیکھا

پہونچے وہاں کچھ، جب تئیں پیغام ہمارا
یہاں تب تئیں آخر ہی ہوا کام ہمارا

کیا قتل اور جان بخشی بھی کی
''حسن'' اس نے احساں دوبارا کیا

اُمنڈ کے آنکھ سے اک بار بہ چلے آنسو
ہنسی ہنسی میں، جو ذکر وداع یار ہوا

وقتِ وداعِ یار دل بے قرار نے
یہ آہ کی کہ عرش مُعلّےٰ ہلا دیا

گرفتار

سلگي بيگ نام، توم کے مغل فوج ميں ملازم، حاتم کے شاگرد تھے، کلام ميں تغزل کی شان ھے، زبان بھي صاف اور سلجھي ھوتي ھے [۱] -

---

ساقی یہ غنیمت ھے جو دم جام سے گزرے
اس عالم فانی میں بھروسا نہیں دم کا

جستجو دنیا کی مت کر اے "گرفتار" اس قدر
کیا بھروسا ھے جہاں میں، عمر بے بنیاد کا

خانہ خراب، عشق اِکا ھو اور کیا کہوں
خواب عدم سے سوتوں کو ناحق جگا دیا

اُس طرف گزرے کبھو، اس شہ سوار حسن کو
اے صبا! کہیجو ھماري خاکساري کي خبر

لطف سے تھرے تو کچھ دور نہیں، پر ھم کو
ناتوانی سے ھے ھر ایک قدم پر منزل

[۱] مجموعۂ نغز ج ۲، ص ۱۳۸ - میر قدرت اللہ قاسم، مرتبۂ محمود شیراني -

حقیقت کہیں کیا ' ہم لوں انجمن کی
نہ تھی واں خبر ' اپنے ہی تن بدن کی
اگر جاں کنی میں وہ جاں بخش آوے
تو ہو نزع سے جان بخشی '' حسن '' کی

یہ تو نے مجھ سے نالۂ شب گیر ! کچھ نہ کی
یاں دل جلایا اور وہاں تاثیر کچھ نہ کی

کب میں کہتا ہوں کہ میری جان جانے سے رہے
پر تک ایسا ہو کہ یہ دل تلملانے سے رہے
آہ کس کس بے وفائی کا ؟ میاں ! کیجے شمار
اور تو سب اک طرف ' منھ بھی دکھانے سے رہے
کس طرح سے زیست ہو وے گی بھلا اے دوستو !
اب تو قاصد بھی ' اِدھر کو آنے جانے سے رہے

آکر بلا سے قتل ہی کر جائے مجھے
صورت اِسی بہانے سے دکھلائے مجھے

غم نے ایذا جو اے صنم بخشی
یہ بھی سرکار کی ' کرم بخشی [۱]

[۱] محفلِ شعرا - عطاءاللہ جاوید -

موج گل ' حلقۂ زنجیر ہوئی ہے بلبل
پھنس گئے ہم تو ' کہیں تو نہ خبردار پھنسے

دل جو ہے بے قرار کیا جانے ؟
کس کا ہے انتظار کیا جانے ؟
درد مندوں میں ' دیکھئے وہ شوخ
کس کا ہو غم گسار ؟ کیا جانے

مظہر [۱]

(مرزا) مظہر بیگ نام ' کابلی اصل ' مگر دھلی میں آباد ہوگئے تھے ' " حاتم " کے شاگردوں میں ان کا درجہ بھی بلند تھا ' قریب قریب ہر صف میں طبع آزمائی کی ہے ' لیکن میدان غزل ہی رہا ہے ' کلام میں خیال بلندی اور نفاست ' لطافت بیان اور مضمون آفرینی کی شان ہے - اور آخر عمر میں خواجہ میر " درد " اور " سودا " سے بھی توسل تھا - " میر انشا " کا زمانہ بھی پایا تھا ' بلکہ ان کی ھجو میں ایک مخمس بھی موجود ہے -

---

اتنی تو بے حواسی ' دیدار کی ہوس پھر
بس ہم نے موسئی دل دیکھا شعور تھرا

[۱] مجموعۂ نغز -

خدا کے واسطے، کوئی کہو میرے مسیحا کو
جو آتا ہے تو آ! کوئی رمق ہے جان آنکھوں میں

اے "گرفتار" اس کی باتوں پر نہ بھول
یہ لگاوٹ کی ہیں دل آویزیاں

شکایت ترے جور کی، کیا کریں ہم؟
خدا جو دکھاتا ہے ہم دیکھتے ہیں
جگر جل گیا، آتش غم سے اپنا
تعجب ہے آنکھوں کو نم دیکھتے ہیں

جلتا ہے جگر، جاکے کہو دیدۂ تر کو
اے خانہ خراب! آگ لگی ہے ترے گھر کو

آتش غم سے شب ہجراں میں با سوز و گداز
شمع کے مانند جلتا ہوں سحر تک شام سے

شب ہجراں میں تیری کیا کہوں؟ جو کچھ کہ گذرے ہے
کٹے ہے دن تو جوں توں، پر قیامت رات بھاری ہے

درد ہو جس کے، کچھ دوا کیجے
جی ہی نہ چھٹن ہو تو کیا کیجے؟

بعد میرے ہوئی ' یہاں [۱] عشق کو تاثیر نصیب
مثل سیماب ' موئے پر ہوئي اکسیر نصیب

روشن کرے ہے نام نگیں کر کے روسیاہ
ہے اس میں بھی ہنر جو کرے اختیار عیب

خاک غبار خاطر و باد دم حباب
آب شراب او آتش رنگ گل بہشت
چاروں یہی عناصر موہوم کر بہم
دل کي ہمارے صانع قدرت نے کی سرشت

پیدا کرے جو نام کوئی تو مٹے ہے کھوج
عنقا کے جي سے پوچھئے نام و نشاں کي بات
بیٹھا ہوں سر لیے تری تقریر پر " عظیم "
جوں شمع سر کے ساتھ ہے میری زباں کي بات

ہوں میں وہ مست ازل ساکن ظلمات کہ جو
حشر کو بھی نہ سنوں کان سے آوازۂ صبح

جوں صبح چاک جیب سے ذرہ پھرے نہ آنکھ
یہاں ہے بہ شکل مہر نظر تار تار پر

[۱] تمام نسخوں میں " یہاں " ہے لیکن " یاں " پڑھا جائے گا ' اس دور میں اکثر یہی صورت نظر آتي ہے — مرتب

شوق میں تیرے ' لگا نام کو عالم کے کلنک
تو بھی تو مثل نگیں ' گھر سے نہ باہر نکلا

موقوف نہ ساقی ہی پہ رکھ کام ہمارا
تو ہی کبھی اے عمر ! بھر اب جام ہمارا

جلوہ فرما ' کل جو مے خانے میں وہ مے نوش تھا
مثل جام و شیشہ ' دل با دیدہ ہم آغوش تھا

ہر آن ہم غلی ہیں ' عریاں تنی کی دولت
جامہ رکھے سو جانے ' دامن دراز کرنا

نالہ و شور و فغاں ہے تری دم سازی سے یار !
ورنہ جوں نے ' دل ہمارا محض بے آواز تھا

کل چشم خوں فشاں سے ' گلزار پیرہن تھا
دامن کا تھا جو تختہ ' یک تختہ چمن تھا

عقل و ہوش ایدھر کو دل کھینچیں اُدھر وحشت چلیں
دیکھئے ہوتا ہے کس کے بس دریکتا نصیب

قطرۂ نیساں کا موتی، فی الحقیقت آب ہے
اشک جب آنکھوں سے ٹپکا، گوہر نایاب ہے

رباعی

پوشاک پہن کے، سج بنائی تو کیا؟
جوں آئینہ کی جو خود نمائی تو کیا؟
موہوم ہے جوں عکس، نظر میں یہ شکل
آئی تو کیا و اگر نہ آئی تو کیا؟

مخمس ہجو انشا

وہ فاضل زمانہ ہو تم جامع علوم
تحصیل صرف و نحو سے جن کی مچی ہے دھوم
رمل و ریاضی حکمت و ہیئت جفر نجوم
منطق، بیاں، معانی، کہیں سب زمیں کو چوم
تیری زباں کے آگے نہ دہقاں کا ہل چلے
اک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے ایسے طاق
دیوان شاعروں کے نظر سے رہے بہ طاق
ناصر علی، نظیری کی طاقت ہوئی ہے طاق
ہرچند ابھی نہ آئی ہے فہمید جفت و طاق
ٹنگری تلے سے قدسی و عرفی نکل چلے
نزدیک اپنے آپ کو کتنا ہی سمجھو دور
پر خوب جانتے ہیں تجھے جو ہیں ذی شعور

غم میں ترے جو یونہیں اڑائے پھریں گے خاک
پہنچے گی کوئی دن میں زمیں آسمان پر

جوں شانہ سینہ چاک ہوں لیکن سوائے شکر
گذرا کبھی نہ شکوہ سر مو زبان پر

تقریر سرگذشت نہ پوچھو کہ خامہ وار
آتا ہے گریہ ہر سر حرف بیان پر

بانگ و صلوٰۃ شیخ پہ ناداں نہ جائیو
یہاں کاٹنا گلو کا ہے تکبیر سے غرض

ہے خاک درسے تری، آرزو تیمم کی
بھرا اگرچہ ہے آب رواں سے خانۂ دل

حال دل کہنے کی یارب ہم سے کیا تدبیر ہو
جوں قلم پہلے زباں کٹ لے تو پھر تقریر ہو

خاک ساری پہ سیہ چشموں کی، مت جا اے دل
سرمہ سا پھرتے ہیں یہ، آنکھوں میں گھر کرنے کو

دیکھے ہے تری چشم تو کہتا ہے یہ ساغر
پیمانہ ابھی عمر کا یارب! کہیں بھر جا

ایک جگہ 'سودا' اور 'مہر' دونوں کے متعلق لکھتے ہیں -

'مرزا' و 'مہر' دونوں باہم تھے نہم ملا
فن سخن میں یعنی ہر ایک تھا ادھورا
اس واسطے " بقا " اب ہجوؤں کی رسماں سے
دونوں کو باندھ باہم میں نے کہا ہے پورا [۱]

بقا کی زندگی افلاس اور تنگدستی میں گذری لیکن خود داری کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔

بقا کی طبیعت میں رنگیلی اور شگفتگی تھی اس سے ان کے کلام میں درد کم ہے - زود رنجی اور تند مزاجی نے ان کو ہجو گوئی کی طرف مائل کر دیا تھا -

بقا سنہ ۱۲۰۶ھ میں عتبات عالیات کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے مگر راستے میں انتقال کیا -

خال لب آفت جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
دام دانے میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
خواہش سود تھی سودے میں محبت کے ولے
سر بسر اس میں زیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

[۱] مجموعہ نغز ج ۱ ص ۱۱۱ -

وہ بحر کون سی ہے نہیں جس پہ یاں عبور
کب میری شاعری میں پڑے شبہ سے قصور
بن کر قبل نکالنے کو تم خلل چلے
موزونی و معانی میں پایا نہ تم نے فرق
تبدیل بحر سے ہوئے بحر خوشی میں غرق
روشن ہے مثل مہر، یہ از غرب تا بہ شرق
شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثل برق
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

بقا [۱]

بقاءاللہ نام، آبائی وطن اکبرآباد، مولد دہلی اور مسکن لکھنؤ تھا - شاعری کے ساتھ ساتھ تسخیر کواکب کا بھی شوق تھا - فارسی میں مرزا فاخر یکتا سے اصلاح لیتے اور فسکین تخلص کرتے تھے - اُردو میں درد اور حاتم دونوں کے شاگرد تھے - خودبیں اور زود رنج آدمی تھے - کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے، نازک دماغی میں میر اور تلخ‌مزاجی میں سودا کا جواب تھے - معرکۂ سخن میں دونوں سے دست و گریبان ہو جاتے تھے - میر کی نسبت کہتے ہیں :—

پگڑی اپنی سنبھالئے گا میر
اور بستی نہیں یہ دلی ہے

---

۱ - بقا، کو بعض تذکرہ نویسوں نے صرف "حاتم" کا شاگرد لکھا ہے، اگرچہ "درد" کا زمانہ بھی پایا تھا، لیکن ان کے کلام پر "حاتم" کی پیروی کا رنگ غالب ہے اس لئے "حاتم" کے تلامذہ کے سلسلے میں ان کا نام رکھا گیا - مرتب -

کیا کریں ؟ سہلہ جو ناصح سے چھپاتے نہ پھریں
داغ سے داغ ہیں کچھ اپنے گریباں کے تلے

دل سے نکلے کبھی پابوسئی قاتل کی ہوس
کاش وہ خوں کو مرے رنگ حنا ھی جانے
تیرے بیمار کو کب ہووے شفا جس کے طبیب
نہ تو کچھ درد کو پہچانے نہ دوا ھی جانے

کچھ تعین نہیں اس راہ میں جوں ریگ رواں
جس جگہ بیٹھ گئے آہ وھی منزل ہے
کھول دو ! عقدۂ کونین " بقا " کے پل میں
یا علی تم کو یہ آسان، اُسے مشکل ہے

جدا مت ہو اے داغ چھاتی سے میرے
گئے دل کا، اب اک نشاں ہے تو تو ہے

میں تو آیا تھا "بقا" باغ میں سن جوش بہار
پر یہ ہنگام خزاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

پہنچی اُس بت کو خبر نالۂ تنہائی کی
مدعی کون کھڑا تھا پس دیوار لگا

قضا نے حال کل، جب صفحۂ تقدیر پر لکھا
مری دیوانگی کا ماجرا زنجیر پر لکھا

کعبہ تو سنگ وخشت سے اے شیخ مل بنا
کچھ سنگ بچ رہا تھا سو عاشق کا دل بنا

ڈالا نہ بار عشق، زمیں پر "بقا" نے یار
سر سے اگر گرا تو لیلیٰ تھام دوش پر

آئینہ دیکھ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں
اس کا میں دیکھنے والا ہوں "بقا" واہ رے میں

تجھ سیہ چشم سے امید وفا جو رکھیں
چاہئے اشک سے پہلے ہی وہ منہ دھو رکھیں

تصحیح اغلاط

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	۴	اشروع	شروع
۲	۱۲	۹	کرادیں	کردیں
۳	۲۲	۱۷	أساسان	أساساں
۴	۲۹	۳	فطب	قطب
۵	۲۶	۱۷	نانون	نانوں
۶	۲۶	۱۸	طوبان سون	طوباں سوں
۷	۲۷	۱۷	کون	کوں
۸	۲۸	۷	پھولان	پھولاں
۹	۲۸	۸	تون	توں
۱۰	۲۸	۹	چمنان	چمناں
۱۱	۲۸	۱۳	سون	سوں
۱۲	۲۸	۱۴	کون	کوں
۱۳	۲۸	۱۹	تون	توں
۱۴	۲۹	۷	ارس	أس
۱۵	۲۹	۱۹	کون	کوں
۱۶	۳۰	۱۲	شاھان	شاھاں
۱۷	۳۰	۱۷	مھرا گلستان	مرا گلستاں

نمبر	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۶	۱۵۹	۸	آسمان اور زمین	آسماں اور زمیں
۳۷	۱۵۹	۹	کون	کوں
۳۸	۱۵۹	۱۳	سکون	سکوں
۳۹	۱۵۹	۱۷	جہان	جہاں
۴۰	۱۹۷	۱	رمانے	زمانے
۴۱	۴۰۰	۶	الطوار	اطوار

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۳۰	۲۰	تون	توں
۱۹	۳۰	۲۱	اماماں	اماماں
۲۰	۳۱	۹	تہن	تہں
۲۱	۳۳	۱۸	دپا	دیا
۲۲	۳۴	۹	تاز	ناز
۲۳	۳۸	۱	حمار	خمار
۲۴	۴۰	۳	نہن	نہں
۲۵	۴۰	۱۶	اندان	انداں
۲۶	۴۵	۲	حون	خون
۲۷	۵۴	۹	ایس	اہس
۲۸	۵۴	۱۶	رصوان	رضوان
۲۹	۵۶	۱۶	نہن	نہں
۳۰	۹۱	۲۱	مہزان	مہزاں
۳۱	۹۲	۱	عاشقان	عاشقاں
۳۲	۹۷	۴	کون	کوں
۳۳	۹۸	۵	آن	اں
۳۴	۹۸	۱۰	آئہن	آئہں
۳۵	۱۴۷	۲۰	مہزون	مہزوں